(صرف احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کے لیے)

ماہنامہ

انصار اللہ

مرزا عبدالحق نمبر

محرم / صفر 1435ھ   فتح 1392ہش   دسمبر 2013ء

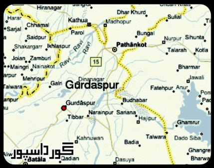

خلافت سے وفا اور خلوص کا تعلق تھا

حضرت مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ

''آپ تقریباً 84 سال تک
جماعتی خدمات کی توفیق پاتے رہے
اور خوب توفیق پائی''

- سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح کی نظر میں آپ کا مقام
- عشق الٰہی وسّے مونہہ پر ولیاں ایہہ نشانی
- زندۂ جاوید ہستی
- وفادار خادم خلافت
- یہ دل ہے جو خدا تعالیٰ نے قبول فرمایا
- عائلی زندگی کے لئے قابل تقلید نمونہ
- کیا وکالت کے پیشہ میں سچائی ممکن ہے؟

حضرت شیخ مبارک احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب، حضرت مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ

عقب میں: مکرم عثمان منگلا صاحب، مکرم محمود احمد بنگالی صاحب، صاحبزادہ مرزا مجیب احمد صاحب، مکرم عبدالوہاب بن آدم صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الخامس)، مکرم؟، مکرم عنایت اللہ منگلا صاحب

ماہنامہ انصاراللہ

مرزا عبدالحق نمبر

فتح 1392ہش دسمبر 2013ء جلد 54 شمارہ 12

ایڈیٹر: احمد طاہر مرزا

”حضرت مرزا عبدالحق صاحب وہ بزرگ ہیں......“

”حضرت مرزا عبدالحق صاحب وہ بزرگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تقریباً 106 سال کی لمبی عمر عطا فرمائی۔ ...... 1913ء میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد......ایک دفعہ شملہ تشریف لے گئے تو حضرت مرزا صاحب بھی ان دنوں وہیں تھے...... یہ خلافت اولیٰ کا زمانہ تھا۔ تو حضرت مرزا صاحب کے ذہن میں حضرت مسیح موعود کی اولاد کا کچھ اور ہی تصور تھا۔ لیکن جب خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کی مجالس میں بیٹھے تو آپ کی نیکی اور علم کا آپ کی طبیعت پر بڑا گہرا اثر ہوا۔......حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وفات کے بعد خلافت ثانیہ میں......حضرت خلیفہ ثانی کی بیعت کی اور اس بیعت کے رشتے کو اس طرح نبھایا کہ کوشش کی کہ اپنا حلیہ بھی وہی رکھیں جو ظاہری طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا تھا۔...... جو لباس حضرت خلیفۃ المسیح الثانی پہنتے ہیں اسی طرح کا لباس پہنوں۔ چنانچہ شلوار، قمیص اور کوٹ اور سر پر پگڑی ہاتھ میں سوٹی وغیرہ اس طرح رکھنی شروع کی...... تا کہ میں اسی حالت میں رہوں، اس حالت میں بننے کی کوشش کروں اور وہ حالت اپنے اوپر طاری کروں کہ وہ ہر وقت یاد رہے جس کی میں نے بیعت کی ہے اور پھر جب یہ عادت پڑ گئی تو بہر حال اسی طرح ان کی زندگی ڈھل گئی“۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم ستمبر 2006ء)

نائبین: ○ ریاض محمود باجوہ ○ نوید مبشر شاہد

فون نمبر 047-6212982۔ فیکس 047-6214631 موبائل مینیجر (0336-7700250): ایڈیٹر (0333-4898348)

ویب: www.ansarullahpk.org قائد اشاعت: quaid.ishaat@ansarullahpk.org

ای میل: ansarullahpakistan@gmail.com:magazine@ansarullahpk.org

پبلشر: عبدالمنان کوثر　　پرنٹر: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ　　کمپوزنگ و ڈیزائننگ: فرحان احمد ذکاء

مقام اشاعت: دفتر انصاراللہ دارالصدر جنوبی، چناب نگر (ربوہ)　مطبع: ضیاء الاسلام پریس

جنوری 2014ء سے شرح چندہ پاکستان سالانہ: 300 روپے۔ قیمت فی پرچہ: 25 روپے

الفہرست

● اداریہ----------	5
● اچھے اور کامیاب وکیل---------------------(ارشاد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ)	7
● سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی نظر میں آپ کا مقام	8
● عشق الٰہی وسّے مونہہ پر ولیاں ایہہ نشانی-------------------- (مکرم حافظ مظفر احمد صاحب)	13
● سوانحی خاکہ------------------------------------	17
● سوانح حضرت مرزا عبدالحق صاحب---------(مکرم محمد محمود طاہر صاحب، مکرم فخر الحق شمس صاحب)	21
● حیات خدماتِ حق------------------------------ (مکرم چوہدری رشیدالدین صاحب)	24
● باکمال اور فعال زندگی گزارنے والے-------------------- (مکرم حافظ عبدالحلیم صاحب)	31
● زندۂ جاوید بزرگ---------------------------------- (مکرم عبدالسمیع نون صاحب)	33
● ایک نادر علم دوست شخصیت------------------------ (مکرم محمود مجیب اصغر صاحب)	42
● زیارت مرکز کا شوق-----------------------------------	44
● عائلی تربیت کیلئے قابلِ تقلید نمونہ---------------------- (مکرمہ سعادت مظفر صاحبہ)	45
● آپ کی شاخیں تو دونوں طرف سے بہت مضبوط ہیں-------------- (مکرمہ راحت امتیاز صاحبہ)	50
● باخدا اور باہمت مردِ خدا------------------------------ (مکرم منور شمیم خالد صاحب)	52
● کوئٹہ اور چکوال کی یادیں---------- (مکرم احسان الحق صاحب، مکرم ریاض احمد ملک صاحب)	56
● عشق انگیز یادیں------------------------------- (مکرم مولانا لئیق احمد طاہر صاحب)	60
● بریڈفورڈ کی یادیں------------------------------ (مکرم ڈاکٹر عبدالباری ملک صاحب)	62
● بزرگوں کے دلنشین اندازِ تربیت------------------------ (مکرم صفدر علی وڑائچ صاحب)	64
● میں وقف ہوں اور خلافت کا غلام ہوں---------------------(مکرم مرزا عمران احسن صاحب)	67
● علم دوست شخصیت------------------------------ (مکرم محمد عثمان ایڈووکیٹ صاحب)	68
● یہ دل ہے جو خدا تعالیٰ نے قبول فرمایا ہے--------------------(مکرم منصورہ سمیع صاحبہ)	69
● شگفتہ مزاج بزرگ------------------------------ (مکرم نصر اللہ خان بجلی صاحب)	72
● علمی خدمات---------------------------------- (مکرم ابو قاران مرزا صاحب)	74
● مشفق و مہربان استاذی المکرم----------------------------(مکرم نصیر احمد انجم صاحب)	78
● سیرت و تاثرات واقعات کی رو سے------------------------------ (مدیر)	80

اداریہ

حقِ زندگی ادا کر چلے

غالبؔ نے کیا خوب کہا تھا کہ ع حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

البتہ آخرین کے گروہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح پاک کی جماعت میں ایسی نابغہ روزگار ہستیاں پیدا کیں جن کے بارہ میں یہ کہنا شاید زیادہ موزوں ہوگا کہ حق تو یہ ہے کہ حق ادا کر چلے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں اپنے پیاروں سے اپنی محبت کا اظہار کر کے اپنی ہستی کا ثبوت دیتا ہے اسی طرح حضرت مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ کی 1913ء سے 2006ء تک کی طویل عملی زندگی میں ہر قدم پر تائیدات الٰہیہ کے نشانات ملتے ہیں جن کا مطالعہ کر کے نیز زندہ خدا کی تجلیات کے نمونے دیکھ کر ہمارے ایمان میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔

ایک مردِ خدا، بااصول رہنما، خدا یاد بزرگ جنہوں نے جوانی سے ہی کبھی باجماعت نماز قضا نہ کی ہو، جس کی زندگی پون صدی تک ایک فنافی اللہ کی طرح نیم شب دعاؤں میں گزری ہو۔ وہ شخصیت یقیناً سبھی کیلئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ بالعموم وکالت کے پیشہ میں قول سدید کو قائم رکھنا نہایت مشکل امر ہے۔ مگر حضرت مرزا صاحب نے اس پیشہ سے وابستہ رہ کر بھی کبھی جھوٹ نہیں بولا اور اپنے پیارے آقا کی نصیحت کو ساری عمر عدالت میں بھی خوب نبھایا، وہ بزرگ جنہیں بعض شخصیات نے اپنے مقدمات میں لاکھوں روپوں کی فیس کی پیشکش کی ہو، مگر آپ جھوٹا مقدمہ لیتے ہی نہیں تھے۔ جو مقدمہ لیکر آتا یہی جواب ہوتا کہ فائل پڑھنے کے بعد بتاؤں گا کہ آیا میں نے یہ مقدمہ لینا ہے یا نہیں۔ ایک دفعہ آپ سے ہائی کورٹ کے ایک جج نے پوچھا کہ کیا آپ نے زندگی میں کبھی جھوٹ بولا ہے تو آپ کا جواب تھا، نہیں۔

ہمارے بزرگ حضرت مرزا صاحب کی زندگی کا مرکز و محور خلافت سے عشق و وفا اور جماعت احمدیہ سے وابستگی تھا۔ تمام عمر آپ کی زندگی کا مطمع نظر سلسلہ احمدیہ کی خدمت رہا۔ روزانہ معمولات زندگی کے علاوہ کئی گھنٹے سلسلہ کے کاموں کیلئے وقف رہتے۔ متوازن اور مستقل مزاج بن کر ساری زندگی بسر کر دینا کامیابی و کامرانی کی ضمانت ہوتا ہے، جس کا عملی نمونہ کل عالم نے حضرت مرزا صاحب میں مشاہدہ کیا۔ مستقل مزاجی سے سلسلہ کی خدمت کرنے کے گُر کوئی آپ سے سیکھے، طویل العمری کے بعض راز آپ کی خود نوشت سوانح میں قارئین کو مل سکیں گے۔ فعال زندگی اور بنی نوع انسان کیلئے نافع الناس بن کر زندگی گزارنے کے ڈھنگ آپ کے اکثر انٹرویوز اور خود نوشت سوانح میں بیان ہوئے ہیں۔ خلافت سے اخلاص و وفا اور سلسلہ احمدیہ کیلئے غیرت نیز جان مال اور وقت کی قربانی کرنے میں آپ مستقل مزاج واقع ہوئے تھے۔ بڑھاپے میں جواں ہمتی کے کام آپ کی عملی زندگی میں جابجا نظر آتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے تجربات کی بناء پر تہجد اور رات کے آخری حصوں کی دعائیں روحانی صحت کے ساتھ ساتھ جسمانی صحت کیلئے بھی نہایت ضروری ثابت کر کے دکھائیں۔

چالیس سے اسّی سال کی عمر تک باقاعدہ ٹینس کھیلنا آپ کی چاق و چوبند زندگی گزارنے کا ایک اہم راز تھا۔ اصولوں کی سختی سے پابندی، روزمرہ معمولات میں مداومت، پابندیٔ وقت، قرآن کریم سیکھنا سکھانا اور پڑھنا پڑھانا آپ کی زندگی کا محور رہا۔

صوفیا کرام کے سوانح میں اکثر ایسے واقعات پڑھنے کو ملتے ہیں کہ حسب موقع اللہ تعالیٰ رؤیا و کشوف اور بسا اوقات الہامات

سے ان کی رہنمائی کرتا رہا ہے۔ان بزرگان سابقین کی طرح اللہ تعالیٰ بجا آپ کی بھی رؤیا وکشوف سے تائیدونصرت کرتا رہا اور کئی مواقع پر غیبی تائیدات آپ کے شامل حال رہیں۔خدا تعالیٰ آپ کی دعائیں سنتا اور خود ہی آپ کی کفالت فرماتا ہوا نظر آتا ہے اس لئے کہ آپ اللہ کے پیارے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کی دعائیں زیادہ قبول فرماتا ہے۔درحقیقت ہر طبقہ ہائے زندگی کیلئے آپ کی سیرت میں ایک عمدہ نمونہ تھا۔اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے باعمل مفید خادم سلسلہ اور سعادت منداور بزرگان کی طرح اپنی زندگیاں ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے جو اپنی زندگی میں سب سے مقدم خلافت احمدیہ سے وابستگی اور سلسلہ احمدیہ سے محبت رکھتے تھے۔سچ تو یہ ہے کہ سلسلہ کے عظیم یہ سپوت اور ہمارے حضرت مرزا صاحب حق زندگی ادا کر چلے۔

آپ کو یہ اعزاز حاصل ہؤا کہ آپ مجلس انصاراللہ مرکزیہ و پاکستان کے 1976ء تا 1981ء اور پھر 1986ء تا دم زیست اعزازی رکن رہے۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے مجلس انصاراللہ پاکستان آپ پر یہ خصوصی شمارہ نکالنے کی توفیق پا رہی ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس عاجزانہ کاوش کو قبول فرمائے۔آمین۔

جن کے اندر سلسلہ کی خدمت اور روحانی ترقی کا جوش ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہ نے بعض مخلصین کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ کے فضل سے پنجاب میں ایک نئی روح پیدا ہو رہی ہے۔کچھ عرصہ پہلے مُردنی سی چھائی تھی لیکن دو سال سے بیداری پائی جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھے مخلص نوجوان پیدا ہو رہے ہیں۔ان میں سے بعض کے نام آج میں لے دیتا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت پر، کہ آپ بھی مخلصین کے نام لے کر ذکر کر دیا کرتے تھے۔پھر اس لئے بھی کہ جن کے نام لئے جائیں اُن میں غیرت پیدا ہو جائے کہ اِس عزت کو قائم رکھنا چاہیئے۔کئی مخلص نوجوان ہیں جن میں سے بعض کے لئے اُن کی سرگرمیوں کے متعلق حد بندی کی ضرورت ہے اور بعض کیلئے قوتِ عملیہ کو بڑھانے کی ضرورت۔ان میں ...... **چودھری محمد شریف صاحب وکیل، مرزا عبدالحق صاحب وکیل، میاں عطاء اللہ صاحب وکیل، چودھری عبداللہ خان صاحب برادر چودھری ظفر اللہ خان صاحب، قاضی پروفیسر محمد اسلم صاحب، ڈاکٹر محمد منیر صاحب، عبدالرحمٰن صاحب خادم** ...... **اور اسی طرح اور کئی نوجوان ہیں جن کے اندر سلسلہ کی خدمت اور روحانی ترقی کا جوش ہے۔بعض نسلی احمدی ہیں، بعض نئے احمدی ہیں اور ان نوجوانوں کی حالت دوسرے نوجوانوں کے لئے نیک نمونہ بن سکتی ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ اگر ان لوگوں نے صحیح طریق پر ترقی جاری رکھی تو رؤیا اور کشوف سے بھی حصہ پاسکیں گے۔** تمام احمدیوں کو کوشش کرنی چاہیئے کہ ان کی اولاد میں روحانیت پائی جائے اور ہمارے نوجوان روحانیت کا اعلیٰ نمونہ پیش کریں کہ اصل چیز یہی ہے۔ورنہ علمی بحثوں نے مولویوں کو کوئی فائدہ نہیں دیا اور نہ یہ بحثیں ہمیں کوئی فائدہ دے سکتی ہیں۔‘‘

(اہم اور ضروری امور فرمودہ 27/دسمبر 1933ء برموقع جلسہ سالانہ قادیان، از انوارالعلوم جلد 13 صفحہ 331-332)

حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ بر موقعہ اجتماع مجلس انصار اللہ مرکزیہ

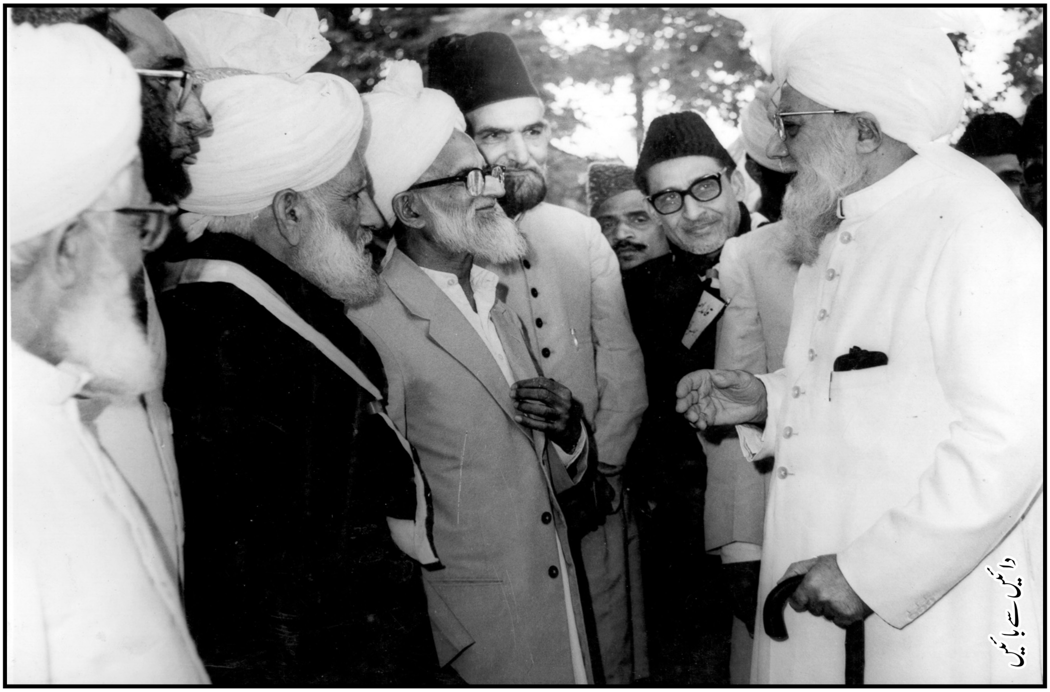

مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب، مکرم صالح محمد صاحب، مکرم مولانا عبدالمالک صاحب، حضرت مرزا عبدالحق صاحب، حضرت صوفی غلام محمد صاحب، مکرم مولانا بشارت احمد بشیر صاحب، مکرم سید احمد علی شاہ صاحب

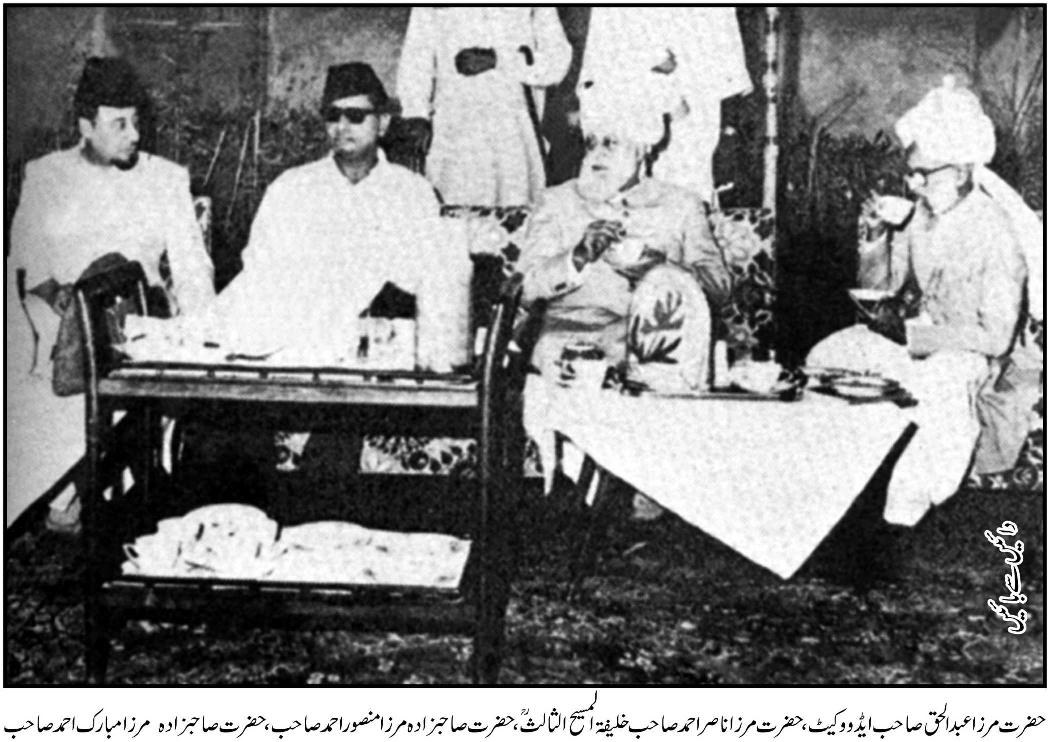

حضرت مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ، حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ، حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دورہ یورپ سے واپسی کے موقع پر

حضرت مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ، سیدنا حضرت مرزا طاہر احمدؒ (خلیفۃ المسیح الرابع)

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب، حضرت مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ، سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب، مکرم حافظ مظفر احمد صاحب (تلاوت کرتے ہوئے)

عقب میں: مکرم چوہدری غلام محمد صاحب، مکرم ناصر احمد شیر بہادر صاحب، مکرم ملک محمد خان صاحب (عملہ حفاظت خاص)

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب، حضرت مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ، سیدنا حضرت مرزا خلیفۃ المسیح الرابعؒ

عقب میں: مکرم صالح احمد بنگالی صاحب، مکرم چوہدری غلام محمد صاحب، مکرم شیر بہادر صاحب، مکرم ملک محمد خان صاحب (عملہ حفاظت خاص)

جلسہ سالانہ برطانیہ 1987ء (31/جولائی، یکم و 2/اگست) حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ خطاب فرماتے ہوئے

سٹیج پر: حضرت مرزا عبدالحق صاحب، حضرت شیخ مبارک احمد صاحب

1982ء: بیت بشارت (سپین) کے افتتاح کے بعد واپسی پر ربوہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے اعزاز میں ایک عشائیہ

حضرت صوفی غلام محمد صاحب، حضرت مرزا عبدالحق صاحب، سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، مکرم مرزا لقمان احمد صاحب

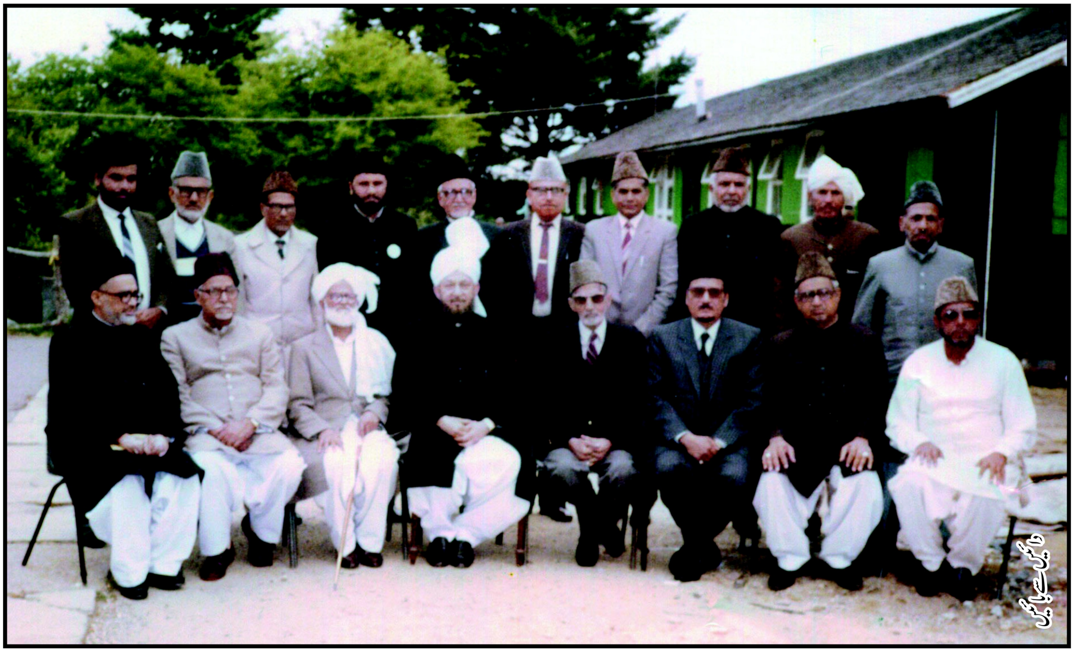

مکرم رانا محمد خان صاحب، مکرم چوہدری حمید نصر اللہ صاحب، مکرم چوہدری انور حسین صاحب، سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، حضرت مرزا عبدالحق صاحب، مکرم چوہدری احمد مختار صاحب، مکرم محمد شفیع اشرف صاحب،

ایستادہ: دائیں سے تیسرے مکرم چوہدری محمد اعظم صاحب، مکرم ڈاکٹر مبارک احمد صاحب، مکرم شیخ مظفر احمد صاحب، مکرم مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب، مکرم جہانگیر محمد جوئیہ صاحب، مکرم چوہدری غلام دستگیر صاحب،

مکرم میاں محمود احمد بشیر صاحب، مکرم مختار احمد ملہی صاحب

''مرزا عبدالحق صاحب بڑے اچھے اور کامیاب وکیل''

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اخلاص کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا:

''یہ حقیقت ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہمیں یہ بات تسلیم کرنی چاہئے کہ جامعہ احمدیہ میں صحیح (دینی) معاشرہ کا امکان امراء کی غفلت کے نتیجہ میں پیدا نہیں ہو سکا۔ پس امیروں کا فرض ہے کہ وہ اپنے ذہین بچوں کو جامعہ احمدیہ میں بھجوائیں اور اس کے مطابق ان کی تربیت کریں۔

بعض نے کی ہے مثلاً **ہمارے مرزا عبدالحق صاحب بڑے اچھے اور کامیاب وکیل ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو پیسہ بھی دیا ہے ان کا ایک بچہ☆ یہاں جامعہ احمدیہ میں پڑھتا رہا ہے آجکل بیچارا جرمنی میں ہے بیچارا میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ وہ مصیبت میں ہے اس کا آگے پڑھائی کا کام نہیں ہو رہا بہر حال وہ جامعہ احمدیہ میں اپنے خرچ پر پڑھا اور پھر جرمنی چلا گیا اب تو اس کا وظیفہ بھی مصر سے آ گیا تھا لیکن میں نے اسے ہدایت کی تھی کہ نہیں! اب تم جن تکالیف سے گذرے ہو شاید اللہ تعالیٰ کا یہی منشاء ہو کہ تم جرمن زبان اچھی طرح سے سیکھ لو اس لئے اب جرمنی میں ہی رہو اور جرمن زبان سیکھو۔ خدا کرے اس میں وہ کامیاب ہو جائے۔** زبان سیکھنے کا ملکہ بھی کسی کسی کو ہوتا ہے ہر ایک کو نہیں ہوتا۔

بہر حال ہمارے جامعہ احمدیہ میں امیروں کے بچے بھی آنے چاہئیں، متوسط طبقہ کے بھی آنے چاہئیں اور غریبوں کے بچے بھی آنے چاہئیں لیکن سارے کے سارے ذہین ہونے چاہئیں اور بڑے مخلص ہونے چاہئیں۔''

(خطبہ جمعہ 17 / جولائی 1970ء از خطبات ناصر جلد سوم صفحہ 234-235)

☆ مکرم مرزا منصور احمد صاحب جو آجکل نائیجیریا میں مقیم ہیں۔

ہمارے بزرگ حضرت مرزا عبدالحق صاحب

''ایسے لوگ جو اپنے آپ کو خدا کے سپرد کردیتے ہیں اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کے انعاموں سے حصہ لیتے ہیں اور آخرت میں بھی انشاء اللہ حصہ لیں گے''

''اللہ تعالیٰ جماعت میں آئندہ بھی ایسے علم وعرفان اور وفا سے بھرے ہوئے وجود پیدا فرماتا رہے''

خلافت سے وفا اور خلوص کا تعلق تھا

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یکم ستمبر 2006ء (یکم تبوک 1385 ہجری شمسی) بمقام بیت الفتوح لندن میں اپنے خطبہ جمعہ میں زندگی اور موت کی حقیقت بیان فرمانے کے ساتھ بعض مرحومین کا ذکر خیر فرمایا۔حضور انور نے اس خطبہ میں حضرت مرزا صاحب کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا:

خوش قسمت لوگ کون ہیں

''گزشتہ دنوں میں سلسلے کے چند بزرگوں کی وفاتیں ہوئی ہیں، یہ موت فوت کا عمل تو انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ جو اس دنیا میں آئے گا اس نے جانا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ......یعنی ہر چیز جو اس زمین پر ہے وہ فانی ہے اور آگے فرمایا کہ ......اور صرف تیرے ربّ کی ذات باقی رہنے والی ہے جو جلال اور اکرام والی ہے۔پس دنیا میں جو آیا اس نے چلے جانا ہے،کسی نے پہلے، کسی نے بعد۔کسی نے لمبی عمر پا کر، کسی نے جلدی۔پس خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو (۔) خدا سے چمٹے رہتے ہیں اور اس کی پناہ میں آجاتے ہیں۔اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور پچھلوں کے لئے بھی یہ نمونہ چھوڑ کر جاتے ہیں کہ دنیا کی فانی چیزوں کے پیچھے نہ دوڑنا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔اگر یہ تمہیں مل گئی تو تمہیں دونوں جہان کی نعمتیں مل گئیں۔وہ اپنے عمل سے اپنے پیچھے رہنے والوں کو، اپنی نسلوں کو یہ سبق دے کر جاتے ہیں کہ ہم نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کی تاکہ اللہ تعالیٰ کے اُس انعام کے

مصداق ٹھہریں جس نے فرمایا ہے کہ(۔)(البقرۃ:113) یعنی جو بھی اپنے آپ کو خدا کے سپرد کردے اور وہ احسان کرنے والا ہو تو اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے۔ پس ایسے لوگ جو اپنے آپ کو خدا کے سپرد کردیتے ہیں اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کے انعاموں سے حصہ لیتے ہیں اور آخرت میں بھی انشاء اللہ حصہ لیں گے۔ اور آخرت کا حصہ ظاہر ہے کہ مرنے کے بعد ملنا ہے۔ اس فانی دنیا سے کوچ کر جانے کے بعد ملنا ہے۔ یہ آیت جو میں نے تلاوت کی ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے اسی مضمون کو بیان فرمایا ہے کہ ہر جان کو موت آنی ہے اور موت آنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پھر تمہارا میری طرف لوٹنا ہے اور جب میری طرف لوٹو گے تو ہم اُنہیں جنہوں نے نیک عمل کئے ہوں گے ضرور بالضرور جنت میں ایسے بالاخانے دیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ پس نیک عمل کرنے والوں کا یہ ایسا عمدہ اور اعلیٰ اجر ہے کہ اس کے برابر کوئی اور اجر ہو نہیں سکتا۔ پس خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اپنے نیک اعمال کے ایسے اجر پائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرتے ہوئے اس کی جنتوں کے وارث بنتے چلے جائیں گے۔

ہمارے جو بزرگ گزشتہ دنوں فوت ہوئے ہم امید رکھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس سلوک کے مستحق ہوئے ہوں، حقدار ٹھہرے ہوں۔ اُن لوگوں نے اپنی زندگیاں اس طرز پر ڈھالنے کی کوشش کی کہ نیک اعمال بجا لائیں۔ اپنی زندگیاں اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر اور انسانیت کی خدمت میں گزاریں۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی خاطر جو بھی چھوٹی سی کوشش انہوں نے کی اس کا کئی گنا بڑھ کر اجر عطا فرمائے۔

کس کیلئے جنت واجب ہوگئی

ایک حدیث میں آتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ ایک جنازہ لے کر گزرے۔ وہاں بیٹھے ہوئے صحابہ نے ان کی تعریف کی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہوگئی۔ پھر ایک اور جنازہ گزرا، لوگوں نے اس کی برائی کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہوگئی۔ حضرت عمرؓ نے جو پاس بیٹھے ہوئے تھے عرض کیا حضور! کیا واجب ہوگئی۔ آپؐ نے فرمایا جس کی تم نے تعریف کی اس کے لئے جنت واجب ہوگئی اور جس کی تم نے برائی کی اس کے لئے دوزخ واجب ہوگئی۔ تم زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو یعنی نیکی اور بدی میں تمیز کی تم لوگوں کو توفیق دی گئی ہے۔ (بخاری کتاب الجنائز باب ثناء الناس علی المیّت)

پس کسی بھی مرنے والے کے ماحول کے لوگ جب اس کی نیکیوں کی گواہی دے رہے ہوں تو یقیناً یہ اس کے حق میں دعا ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بھی ایسے مرنے والوں کو اجر دیتا ہے۔ اللہ کرے کہ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کو جنت کے بالاخانوں میں جگہ دے۔ یہ ایسے لوگ تھے جو آخرین میں شمار ہوئے۔ پھر حتی الوسع اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے خدمات دینیہ ادا کرنے کی توفیق پائی۔ ہزاروں لوگوں نے ان کے جنازوں میں شرکت کرنے کی توفیق پائی۔ جن سے بھی

ان لوگوں کا واسطہ پڑا انہوں نے ان کے لئے تعریفی کلمات ہی کہے۔ میرے پاس مختلف لوگوں کے جن سے ان کا واسطہ تھا۔ تعزیتی خطوط آئے ہیں اور ہر ایک نے ان کی نیکیوں کے مختلف پہلوؤں کا ذکر کیا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان بزرگوں کے درجات بلند کرتا چلا جائے۔ کیونکہ بعد میں بھی ان کے لئے دعائیں کرنی ضروری ہیں۔ خاص طور پر جو فوت ہونے والے ہیں، وفات یافتگان ہیں ان کی اولادوں کو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان کی مغفرت کے لئے دعائیں کرتے رہو جو ان کے درجات کی بلندی کا باعث بنیں گی۔ پھر فوت ہونے والوں نے جن لوگوں کے ساتھ نیکیاں کیں ان کا بھی فرض بنتا ہے کہ ان کی مغفرت کے لئے دعائیں کرتے رہیں......۔

ہمارے بزرگ

حضرت مرزا عبدالحق صاحب وہ بزرگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تقریباً 106 سال کی لمبی عمر عطا فرمائی۔ آپ کی پیدائش جنوری 1900ء کی تھی۔ آپ کے بھائی اور چچا کو حضرت مسیح موعود کی زندگی میں جماعت میں شامل ہونے کی توفیق ملی لیکن آپ نے بیعت نہیں کی کیونکہ آپ چھوٹے ہی تھے۔ لیکن نیک فطرت تھے تحقیق کا مادہ چھوٹی عمر میں بھی تھا۔ جو متاثر کرنے والی بات تھی اس سے متاثر بھی ہوتے تھے۔ 1913ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (یہ حضرت خلیفہ اول کے زمانے کی بات ہے) ایک دفعہ شملہ تشریف لے گئے تو حضرت مرزا صاحب بھی ان دنوں وہیں تھے۔ ان کی عمر اس وقت صرف 14 سال تھی لیکن دینی علم کے حصول اور تحقیق کا مادہ تھا۔ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی جب شملہ گئے، جیسا کہ مَیں نے کہا یہ خلافت اولیٰ کا زمانہ تھا تو حضرت مرزا صاحب کے ذہن میں حضرت مسیح موعود کی اولاد کا کچھ اور ہی تصور تھا۔ لیکن جب خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد کی مجالس میں بیٹھے تو آپ کی نیکی اور علم کا آپ کی طبیعت پر بڑا گہرا اثر ہوا۔ مجھے بھی ایک دفعہ انہوں نے یہ سارا قصہ سنایا تھا۔ بہرحال حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وفات کے بعد خلافت ثانیہ میں حضرت مرزا عبدالحق صاحب نے حضرت خلیفہ ثانی کی بیعت کی اور اس بیعت کے رشتے کو اس طرح نبھایا کہ کوشش کی کہ اپنا حلیہ بھی وہی رکھیں جو ظاہری طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا تھا۔ چنانچہ مجھے ایک دفعہ انہوں نے خود بتایا کہ بیعت کے بعد پھر مَیں نے یہ کوشش کی کہ جو لباس حضرت خلیفۃ المسیح الثانی پہنتے ہیں اسی طرح کا لباس پہنوں۔ چنانچہ شلوار، قمیص اور کوٹ اور سر پر پگڑی ہاتھ میں سوٹی وغیرہ اس طرح رکھنی شروع کی۔ (جیسا کہ مَیں نے کہا) تا کہ میں اسی حالت میں رہوں، اس حالت میں بننے کی کوشش کروں اور وہ حالت اپنے اوپر طاری کروں کہ وہ ہر وقت یاد رہے جس کی میں نے بیعت کی ہے اور پھر جب یہ عادت پڑ گئی تو بہرحال اسی طرح ان کی زندگی ڈھل گئی۔ گو آپ خلافت ثانیہ میں جماعت میں شامل ہوئے تھے لیکن اس فکر اور کوشش میں کہ مَیں نے اب احمدیت کا صحیح نمونہ بننا ہے تقریباً (۔) رنگ اپنے اوپر چڑھا لیا تھا۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے کہنے پر لاء کا امتحان پاس کیا اور کچھ عرصہ بعد آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں زندگی وقف کرنے کی درخواست پیش کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

نے جواب دیا کہ آپ اپنی پریکٹس جاری رکھیں اور اپنے آپ کو زندگی وقف ہی سمجھیں۔ چنانچہ انہوں نے ساری ہی زندگی اس کا پاس کیا۔ گو آپ پہلے بھی علمی ذوق رکھنے والے تھے اور دینی علم کی طرف بڑی رغبت رکھتے تھے لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے اس ارشاد کے بعد تو اور بھی زیادہ کوشش کی۔ ایک دفعہ انہوں نے بتایا کہ مَیں نے تو نو سال کی عمر میں (جبکہ بچہ تھا) دینی مسائل پر غور کرنا شروع کر دیا تھا اور ماشاءاللہ جب حضرت مسیح موعود کی فوج میں داخل ہوئے تو آپ کے علم و عرفان کو چار چاند لگ گئے۔ چنانچہ آپ کے جلسہ سالانہ پر بڑے علمی خطابات ہوتے تھے۔ کئی کتابیں لکھی ہیں۔ بڑے علمی کام کئے ہیں۔ قرآن کریم کی تفسیر بیان کرتے رہے، سرگودھا میں ان کے کئی شاگرد ہیں۔

قبولیت الٰہی

مجھے الفضل سے پتہ لگا کہ جب صداقت حضرت مسیح موعود پر آپ کی کتاب شائع ہوئی تو ایک بزرگ نے مرزا صاحب کو لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بتایا ہے کہ یہ کتاب مَیں نے اپنے حضور قبول کی، میرا خیال ہے کہ یہ کتاب بھی صداقتِ حضرت مسیح موعود پر اُن کی جلسہ سالانہ کی ہی تقریر تھی۔ بہرحال آپ کی شخصیت ایک گہرے علمی اور دینی ذوق رکھنے والی تھی۔ بغیر تیاری کے بھی کسی مضمون پر بولنا شروع کرتے تھے تو خوب حق ادا کر دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ جماعت کو ایسے علمی اور روحانی افراد عطا فرماتا رہے جو ہمیشہ سلطان نصیر ثابت ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار خلفاء کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ آخر تک اللہ کے فضل سے ذہنی طور پر بالکل ایکٹو (Active) تھے۔ اور آپ نے ہمیشہ کامل اطاعت اور فرمانبرداری سے کام کیا۔ میرے ساتھ بھی آخری دم تک انہوں نے وفا اور اطاعت کا نمونہ دکھایا۔ اپنے خطوط میں ہمیشہ اس بات کا احساس کراتے تھے کہ انجام بخیر ہونے کے لئے دعا کریں۔ تقریباً ہر سال جلسے پر یہاں آیا کرتے تھے۔ گزشتہ سال بھی آئے تھے اور انتہائی محبت اور پیار اور خلوص کا اظہار فرماتے رہے۔ خلافت سے جو وفا اور خلوص کا تعلق تھا وہ تو تھا ہی لیکن اس ناطے کہ مرکزی عہدیدار خلیفہ وقت کے مقرر کردہ ہیں ان عہدیداروں کی بھی نہایت عزت اور احترام فرمایا کرتے تھے۔ مَیں جب ناظر اعلیٰ تھا، جب بھی کسی کام کے لئے ربوہ تشریف لایا کرتے تھے تو صحت کی پرواہ کئے بغیر اور باوجود کمزوری صحت کے اور میرے کہنے پر بھی کہ جہاں آپ ٹھہرے ہوئے ہیں وہیں رہا کریں مَیں ملنے کے لئے وہیں آ جاتا ہوں خود دفتر تشریف لایا کرتے تھے اور ایک عہدیدار کے لئے ان کی آنکھوں سے احترام چھلک رہا ہوتا تھا۔ یہ جو مَیں نے کہا ہے کہ ان کی جو کمزوری تھی اس کے باوجود بھی ان کی یہ بڑی خوبی تھی کہ آخری سالوں میں جو پچھلے چند سال گزرے ہیں، خلیفۂ وقت نے جن کمیٹیوں کا بھی ان کو ممبر بنایا تھا جو کمیٹیاں ان کے سپرد تھیں ان میں ہمیشہ خرابی صحت کے باوجود بھی شامل ہوا کرتے تھے۔ سرگودھا سے سفر کر کے آتے تھے اور آخر تک جیسا کہ مَیں نے کہا ماشاءاللہ دماغی طور پر بڑے ایکٹو (Active) رہے۔ بڑے صائب الرائے تھے لیکن دوسروں کی رائے بھی بڑے حوصلے سے سنتے تھے اور اس کی قدر کرتے تھے۔

آپ تقریباً 84 سال تک جماعتی خدمات کی توفیق پاتے رہے اور خوب توفیق پائی

1988ء میں یہاں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے زکوٰۃ کے مسائل اور خاص طور پر زمینداروں کے مسائل پر ایک کمیٹی بنائی تھی تو مجھے بھی اس کا ممبر بنایا تھا اور مرزا صاحب اس کے صدر تھے۔ جب بھی آپ میٹنگ پر تشریف لاتے تو ہر ایک کو موقع دیتے کہ اپنی رائے کا اظہار کرے اور پھر اس رائے کو وزن بھی دیتے تھے۔ بحث کرنے کا کھل کے موقع دیتے تھے۔

پھر جب ایک جھوٹے مقدمے میں جو میرے خلاف ہوا تھا کہ مَیں نے ربوہ کے بس اڈے پر ایک بورڈ پر لکھی ہوئی قرآنی آیت کو برش پھیر کر یا کوچی کر کے مٹایا ہے۔ اس میں جب مجھے ملوث کیا گیا اور کافی دنوں کی بحث کے بعد جب آخر پہلے سے کئے ہوئے فیصلے کے مطابق عدالت نے مجھے مجرم بنا دیا تو اگلے دن جب ہم تھانہ ربوہ سے چنیوٹ جا رہے تھے تو مَیں نے دیکھا کہ ہماری گاڑی کے قریب سے حضرت مرزا صاحب کی گاڑی گزری ہے اور ان کے چہرے سے پریشانی ٹپک رہی تھی۔ خیر چنیوٹ عدالت کے صحن میں مرزا صاحب سے ملاقات ہوگئی، ہماری گاڑی میں آ کر بیٹھ گئے۔ اس وقت بھی بیمار تھے، مَیں نے کہا آپ نے کیوں تکلیف کی۔ فرمانے لگے اس وقت مجھے اپنی کوئی تکلیف نہیں ہے۔ بہرحال لمبا وقت بیٹھے رہے۔ گو بظاہر ہمیں تسلیاں بھی دیتے رہے اور ہم بھی ان کو کہتے رہے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن ان کے چہرے پر اس وقت بڑی فکرمندی کے آثار تھے اور مستقل وہاں بیٹھے ہوئے دعاؤں میں مصروف رہے، دعائیں اور باتیں ساتھ چلتی رہیں۔ غرض ان کی زندگی کے بیشمار واقعات ہیں۔ ان کو یہ بھی بہت بڑا اعزاز حاصل تھا کہ 1922ء سے، جب سے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے باقاعدہ شوریٰ کا نظام جماعت میں قائم فرمایا آپ کو شوریٰ میں شمولیت کرنے کی توفیق ملی۔ آپ تقریباً 84 سال تک جماعتی خدمات کی توفیق پاتے رہے اور خوب توفیق پائی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند سے بلندتر فرمائے۔

حضرت مرزا صاحب کی ایک اور بات بھی ان کے کسی عزیز نے لکھی کہ ہم ان سے ملنے کے لئے گئے۔ آپ بیمار تھے۔ بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ تو باہر لوگوں کا رش تھا۔ بستر پر لیٹے ہوئے ہی لوگ آ رہے تھے اور مل رہے تھے۔ یہ دوپہر سے پہلے یا بعد کا وقت تھا مَیں نے ان سے کہا کہ یہ تو ملاقات کا وقت نہیں ہے۔ لوگوں کو بھی کچھ خیال کرنا چاہئے کہ وقت پر آیا کریں اور آپ کو اس حالت یعنی بیماری میں آ کر نہ ملیں تو فرمانے لگے کہ امیر کے لئے کوئی وقت نہیں ہوتا۔ اگر امارت کی ذمہ داریاں سنبھالنی ہیں پھر ہر وقت ہر ایک کا حق ہے کہ آئے اور اپنے مسائل بیان کرے۔ تو یہ دوسرے امراء کے لئے بھی بڑا سبق ہے۔ **اللہ تعالیٰ جماعت میں آئندہ بھی ایسے علم و عرفان اور وفا سے بھرے ہوئے وجود پیدا فرماتا رہے۔** ان کی اولاد کو بھی توفیق دے کہ ہمیشہ احمدیت اور خلافت سے وفا کرنے والے رہیں۔"

(خطبہ جمعہ یکم ستمبر 2006ء بحوالہ خطبات مسرور جلد چہارم صفحہ 429 تا 434)

عشق الٰہی وسّے مونہہ پر ولیاں ایہہ نشانی

(مکرم حافظ مظفر احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ پاکستان)

احمدیت کے سپوت حضرت مرزا عبد الحق صاحب نابغہ روزگار وجود اور اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ موّحد اور حق کو انسان۔ عاشقِ خدا ایسے کہ عشق الٰہی وسّے مونہہ پر ولیاں ایہہ نشانی، عاشق رسول ﷺ ایسے کہ من تو شدم کا مضمون یاد آئے۔

سچا عشق

امام وقت سے بھی ایسا ہی عشق تھا۔ خلافت ثانیہ کا نصف صدی کا بھرپور زمانہ پایا۔ اور اپنے معشوق اور مطاع حضرت مصلح موعود سے ایک بار جو عہد بیعت باندھا تو عمر بھر وفا کر کے دکھایا۔ اور خلیفہ وقت کی اطاعت کی ایسی کامل تصویر بن گئے کہ لباس، وضع قطع اور حلیہ بھی وہی اختیار کر لیا۔ سفید لباس کے اوپر ویسا ہی لمبا کوٹ اور عمامہ پر سفید پگڑی اور ہاتھ میں عصا۔ گویا آپ کا مسلک تھا کہ:

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید

یعنی اگر مرشد کہے تو مصلّےٰ کو بھی شراب سے تر کر دو۔

عین جوانی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں اپنے آپ کو وقف کے لیے پیش کر دیا۔ حضور نے فرمایا کہ آپ اپنے کو وقف ہی سمجھیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں پھر انھوں نے ساری ہی زندگی اس کا پاس کیا۔

حضرت مرزا صاحب ایک فرشتہ خصلت انسان تھے۔ آپ کی معصومیت نورانی چہرے سے خوب عیاں ہوتی تھی۔ بظاہر دبلا پتلا نحیف سا جسم مختصر سا وجود مگر چہرہ سچائی اور نیکی کے نور سے روشن اور رعب خداداد سے بھرپور قوت جسمانی و روحانی کا مرقع۔

آپ سیدنا حضرت مصلح موعود کے عاشق صادق تھے۔ انھیں کے ارشاد پر تقسیم ملک کے بعد سرگودھا میں ڈیرہ لگایا تھا۔ پھر بطور امیر ضلع ایک لمبے عرصہ تک نہ صرف اس ضلع کی جماعتوں کو سنبھالنے میں اہم کردار ادا کیا بلکہ بطور صوبائی امیر پنجاب بھی ایک عرصہ تک کام کرتے رہے۔ مرکز میں بھی آپ کو خلافتِ ثانیہ کے آغاز سے ہی خدمات سلسلہ کی توفیق ملی۔ دراصل تو آپ سیدنا حضرت مصلح موعود کی نظر انتخاب کا کرشمہ اور آپ ہی کے فیض صحبت کے تربیت یافتہ تھے۔

علمی ذوق

علوم ظاہری و باطنی سے پُر اسی وجود کے محبت و عشق کا ہی پَرتو تھا کہ حصول علم و معرفت کے لئے بظاہر آپ کی ناتواں جان نے وہ مجاہدے کئے کہ شاید و باید۔ قرآنی علوم کا میدان ہو یا مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ان کی مشکل عربی عبارات حل کرنے کا کام، جتنی محنت اور جانفشانی آپ نے اس راہ میں کام کیا اس کی نظیر کم ملتی ہے۔ آپ کے علم و عرفان کا اندازہ آپ کے درسوں اور تصانیف سے خوب ہوتا ہے۔ آپ کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بجا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جماعت میں آئندہ بھی ایسے

علم وعرفان اور وفا سے بھرے ہوئے وجود پیدا فرماتا رہے۔

علمی ذوق کی آبیاری کے ساتھ ساتھ کئی طرح کی انتظامی ذمہ داریاں بھی حضرت مرزا صاحب نے خوب نبھائیں۔جس سے آپ کی کثیر الجہت شخصیت اور متنوع صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔

ذوقِ عبادت

آپ انتہائی عبادت گزار، متوکل علی اللہ، مقام ولایت پر فائز دعا گو اور صاحب رؤیا وکشوف بزرگ تھے۔مگر عاجزی اور انکساری بھی بہت تھی۔جب بھی آپ کو دعا کے لیے خط لکھا، ہمیشہ اپنے ہاتھ سے جواب دیتے۔جماعتی دورے پر سرگودھا جانا ہوتا تو آپ کی صحبت صالحہ اور دعا لینے کی خاطر گھر پر حاضری دینے کی کوشش ہوتی۔بعض دفعہ ربوہ سے بطور خاص آپ کی ملاقات کے لیے جانے کی سعادت بھی ملی۔ایک دفعہ ایک اہم امر میں استخارہ کے لیے بھی درخواست کی اور آپ نے از راہِ شفقت دعا کے بعد اس معاملہ کے بابرکت ہونے کا عندیہ دیا اور پھر ایسا ہی ظہور میں آیا۔فجزاہ اللہ۔

قیام عبادت میں آپ کا نمونہ لائق تقلید تھا۔فرماتے تھے کہ پچاس سال سے نماز باجماعت کبھی نہیں چھوڑی۔انتہائی مصروف اور معمور الاوقات انسان ہوکر بھی سفر وحضر میں یہ اہتمام غیر معمولی تھا۔حتیٰ کہ فضائی سفر میں بھی ذاتی ڈرائیور کو اس نیک ارادہ سے ساتھ رکھتے تھے کہ جہاز کے طویل دورانیہ کے سفر میں نماز باجماعت ادا کرسکیں۔ربوہ میں آپ کی آمد کا پتہ بیت المبارک میں آپ کی موجودگی سے آ ساتی ہوجاتا تھا کیونکہ آپ کا قیام صدر انجمن احمدیہ کے گیسٹ ہاؤس سرائے محبت میں ہوتا تھا اور نمازیں باقاعدگی سے اکثر وبیشتر بیت مبارک میں ادا کرنے کی سعی فرماتے۔یا پھر گاہے میٹنگ کی جگہ پر دارالضیافت میں نماز باجماعت کا اہتمام کرواتے۔تب صفوں پر گدّے ضرور بچھواتے یوں آپ کی اس طبعی نفاست سے آپ کے رفقائے کار بھی مستفیض ہوجاتے۔جب نماز ظہر کے معاً بعد کوئی میٹنگ ہوتی یا سفر پر روانہ ہونا ہوتا تو اپنے کسی ساتھی وغیرہ کو ہمراہ لے کر الگ بیت المبارک کی گیلری میں جاکر نماز عصر بھی جمع کر کے ساتھ ہی باجماعت ادا کر لیتے۔

نمازتہجد کے ذوق وشوق کا یہ عالم تھا کہ اپنی صحت کا راز آدھی رات کی یہی ورزش بتلایا کرتے۔اور فرماتے تھے کہ جوانی اور بڑھاپے میں کبھی تہجد میں ناغہ نہیں کیا۔جب تک کوئی محبت اور عشق الٰہی سے سرشار نہ ہو۔اس وقت تک یہ اہتمام کہاں نصیب ہوتا ہے۔زہے نصیب!

انتظامی ذمہ داریاں

حضرت مصلح موعود کی بیماری کے زمانہ میں جب اہم جماعتی فیصلوں کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح کی نیابت میں ایک بورڈ تشکیل دیا گیا۔آپ بھی کچھ عرصہ اس بورڈ کے صدر رہے۔جس کے ممبران میں حضرت مرزا ناصر احمد صاحب، حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب وغیرہم جیسے بزرگ شامل تھے۔1982ء سے مجلس افتاء کے رکن کے طور پر آپ کی معیت کی سعادت ملی۔حضرت مرزا صاحب اس مجلس کے بزرگ ارکان میں تھے بلکہ آپ تو 1952ء میں ہماری پیدائش سے بھی پہلے مجلس افتاء کے رکن بن چکے تھے۔بعد میں آپ مجلس افتاء کے صدر بھی ہوئے۔اس پورے عرصہ میں آپ کے علمی مزاج اور باریک بینی کو بہت قریب سے دیکھنے اور مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔اس عاجز کے ساتھ حسن ظن کی بناء پر آپ کا سلوک مشفقانہ رہا۔اکثر کسی سب کمیٹی میں شامل فرمادیتے تھے۔اور یہ بات ہماری مزید علمی تربیت کا

مکرم مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب، ......، حضرت مرزا عبدالحق صاحب، سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

عقب میں: دوسرے نمبر پر مکرم مولانا محمد اسماعیل صاحب منیر

جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر ایک پروقار تقریب

مکرم ابراہیم نونن صاحب، مکرم عطاء المجیب راشد صاحب، مکرم رفیق احمد حیات صاحب، سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، مکرم افتخار ایاز صاحب، حضرت مرزا عبدالحق صاحب

22/اپریل 2003ء خلافت خامسہ کے انتخاب کے موقع پر بیت الفضل لندن میں

مکرم صاحبزادہ مرزا القمان احمد صاحب، حضرت مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ، مکرم نسیم احمد باجوہ صاحب، مکرم ناصر احمد صاحب (عملہ حفاظت)، سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

صاحبزادہ مرزا فضل احمد صاحب، میجر محمود احمد صاحب (افسر حفاظت)، مکرم عطاء المجیب راشد صاحب، مکرم محمود احمد بنگالی صاحب، مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب

مکرم چوہدری منیر احمد صاحب، مکرم قریشی محمود احمد صاحب، مکرم اسلم شاد منگلا صاحب، صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب، حضرت مرزا عبدالحق صاحب

حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الخامس) مکرم نواب مودود احمد خان صاحب، مکرم عبدالرشید سماٹری صاحب، مکرم ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب

مئی 1999ء: ڈسٹرکٹ جیل جھنگ میں

حضرت مرزا عبدالحق صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ (اسیر راہ مولیٰ) سے محو گفتگو، عقب میں مکرم کرنل ایاز محمود خان صاحب (اسیر راہ مولیٰ)

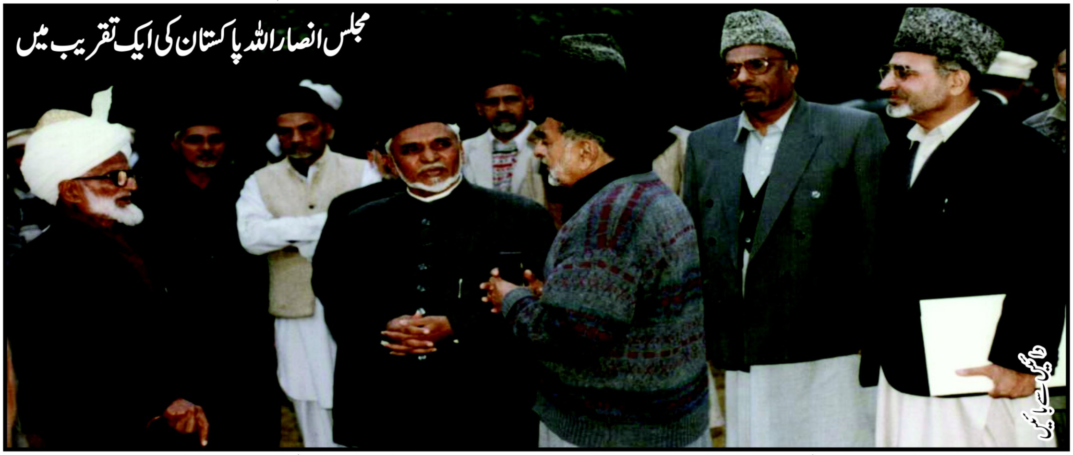

مکرم محمد اسلم منگلا صاحب، مکرم پروفیسر منور شمیم خالد صاحب، مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب (ناظر اعلیٰ)، مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب، مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب

مکرم قریشی محمد عبداللہ صاحب، مکرم شیخ بشارت احمد صاحب، حضرت مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ

مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب، حضرت مرزا عبدالحق صاحب، صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب، مکرم ملک خالد مسعود صاحب، ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب

1968: برہمن بڑیا بنگلہ دیش میں

جلسہ سالانہ ربوہ 1968ء: صدارت کرتے ہوئے

مقرر: مکرم مولانا عبدالمالک خان صاحب

موجب بنتی رہی۔تدوین فقہ کمیٹی میں بھی آپ کی زیر پرستی کام کرنے کا موقع ملا۔آپ نے اس کی سب کمیٹی کے کنوینر کی ذمہ داری اس عاجز پر ڈال دی۔اور یوں آپ کے ساتھ خدمت کی مزید توفیق ملی۔

ایک لمبے عرصہ تک آپ صدر قضاء بورڈ بھی رہے۔اس شعبہ میں بھی آپ کے ساتھ بطور قاضی سلسلہ کام کرنے کا موقع ملا۔آپ بطور صدر قضاء بورڈ ہر سال قاضیانِ سلسلہ کے ساتھ بھی میٹنگ کرتے۔انھیں قضاء کے آداب اور طریق کے بارہ میں تفصیلی راہنمائی فرمایا کرتے تھے۔بطور قاضی سلسلہ عرضی دعویٰ، جواب دعویٰ اور تنقیحات وضع کرنے کے من جملہ امور آپ سے سیکھنے کا موقع ملا۔آپ کا بیان واضح اور آسان فہم ہوتا تھا اور بظاہر مشکل قانونی نکتے آسان اور عام فہم انداز سے سمجھاتے تھے۔بعد میں بطور ممبر قضاء بورڈ بھی آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا اور بہت کچھ سیکھا۔

مرزا صاحب سے اکتسابِ فیض

ہماری خوش قسمتی کہ حضرت مرزا صاحب جیسے بزرگ وجود سے تعارف بچپن میں ہی ہوگیا تھا۔جب آپ بطور امیر ضلع سرگودھا ہماری ایک جماعت خوشاب شہر کے دورہ پر تشریف لایا کرتے تھے۔اس دوران بعض دفعہ مجھے آپ کا خطبہ جمعہ دینا بھی یاد ہے۔جس کا موضوع اکثر تعلق باللہ اور باہمی اخوت ہوتا تھا۔آپ کی آواز اگرچہ طبعاً پست اور باریک تھی مگر زبان میں سچائی کی غیر معمولی تاثیر تھی۔بات دل سے نکلتی اور دل پر اثر کرتی تھی۔مجھے یاد ہے کہ وقفِ زندگی کا جذبہ پروان چڑھنے میں حضرت مرزا صاحب کی بعض تقاریر و خطبات کو بھی دخل ہے۔

میٹرک کے بعد خاکسار کا جامعہ میں داخلہ ہوا تو آپ نے بطور امیر ضلع اس وقت کے حالات پر نظر فرماتے ہوئے جامعہ کے تعلیمی وظیفہ کے علاوہ ضلع سرگودھا کی طرف سے بھی کچھ امدادی وظیفہ مقرر کیا جس سے آپ کی باریک بینی اور واقفینِ زندگی کیلئے شفقت اور ہمدردی کا اندازہ ہوتا ہے

جامعہ میں داخلہ سے پہلے خوشاب سے بعض جماعتی اور تنظیمی ضلعی سطح کے پروگرام کے لیے بھی سرگودھا آنے کا موقع ملا اور وہاں آپ کی تقاریر اور نصائح سے فیضیاب ہوتے رہے۔خلافتِ ثالثہ کے آغاز میں جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سرگودھا میں مرزا صاحب کی کوٹھی پر تشریف لائے تھے۔اس موقع پر ضلع بھر کی جماعتوں سے احباب ملاقات کے لیے آئے ہوئے تھے۔ہمیں بھی یہ سعادت عطا ہوئی۔حضرت مرزا صاحب کی خوش بختی تھی کہ حضور نے ان کے گھر تشریف لاکر اسے برکت بخشی بلکہ ضلع بھر کے احباب جماعت کو بھی شرف ملاقات عطا فرمایا۔اس سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی مرزا صاحب کے ساتھ شفقت اور ان کے خلیفۃ المسیح سے ذاتی خادمانہ تعلق کا بھی خوب اندازہ ہوتا ہے۔جامعہ میں تعلیم کے زمانہ میں خاکسار کو اپنی کلاس میں اول پوزیشن آنے کے علاوہ جامعہ کے دیگر علمی مقابلوں،تقاریر اردو و عربی وغیرہ اور مقابلہ مضمون نویسی میں بھی نمایاں اعزاز حاصل ہوتا رہا۔

جامعہ کے آخری سال 1976ء میں حضرت مرزا صاحب تقسیم انعامات کے لیے جامعہ تشریف لائے تو انھوں نے اپنے ضلع کے ایک نوجوان کو بہترین طالبعلم کا اعزاز لیتے ہوئے نہ صرف خوشی محسوس کی بلکہ خوب حوصلہ افزائی فرمائی۔اس طرح آپ سے تعلق رفتہ رفتہ ذاتی تعلق کے ذریعہ مضبوط ہوتا چلا گیا۔جامعہ کے زمانہ طالبعلمی میں اور اس کے بعد بھی خاکسار کو الفضل میں مضامین لکھنے کا موقع ملتا رہا۔اس حوالہ سے بھی آپ عند الملاقات اکثر حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔اسی سال سے خدام الاحمدیہ کی مرکزی

عاملہ میں خدمت کی توفیق ملنے لگی اور ضلع سرگودھا کے دوروں اور اجتماعات وغیرہ میں حضرت مرزا صاحب سے ملاقات اور ان کی صحبت سے فیضیاب ہونے کے مواقع میسر آئے۔

1991ء سے خدام الاحمدیہ اور نظارت دعوت الی اللہ میں خدمت کے دوران جب جماعتی دورے زیادہ کرنے کی توفیق ملی۔ یوں حضرت مرزا صاحب کے ساتھ بطور امیر ضلع سرگودھا رابطے بڑھ گئے۔ اور دوروں میں مزید ملاقاتیں ہونے لگیں۔ ان رابطوں اور ملاقاتوں میں آپ کو خلیفہ وقت کے نمائندوں کا غیر معمولی احترام کرتے دیکھا۔

سادگی اور بے تکلفی

آپ سادہ اور بے تکلف انسان تھے۔ 1986ء میں جب امریکہ کے سفر میں پیٹ کا آپریشن کروا کے واپس تشریف لائے۔ خاکسار نے احوال پرسی کی تو فرمانے لگے وہاں کے ڈاکٹروں نے پیٹ کھول کر دیکھا تو بے اختیار کہا کہ بچے کی طرح اندر سے صاف ستھرا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ گویا امریکن ڈاکٹروں نے بھی گواہی دے دی کہ آپ کا ظاہر و باطن ایک ہے۔ یہ تبصرہ سن کر خوب محظوظ ہوئے۔

باوجود بزرگانہ سن رسیدگی کے اپنے رفقاء کار سے بھی آپ کی بے تکلفی خوب تھی۔ وقت کی پابندی آپ کی ایسی عادت تھی کبھی کسی مجلس یا میٹنگ میں آپ کو تاخیر سے آتے نہیں دیکھا بلکہ ہمیشہ پہلے سے مجلس میں موجود پایا۔ مجلس مشاورت میں بھی شروع ہونے سے چند منٹ قبل ہی ہال میں تشریف لایا کرتے تھے۔ اور اس کے لیے چند منٹ کا وقفہ رکھ کر اپنی قیامگاہ سے روانہ ہو جاتے تھے۔ ایک مشاورت کے موقع پر دیگر بعض مہمان بھی آپ کے ساتھ سرائے محبت میں مقیم تھے۔ جن میں مکرم چوہدری اعجاز نصر اللہ صاحب ایڈووکیٹ لاہور اور مکرم مجیب الرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ راولپنڈی وغیرہ بھی شامل تھے۔ آپ نے ناشتہ کی میز پر ان کے تاخیر سے آنے کا سبب پوچھا تو انھوں نے عذر کیا کہ بس نہانے دھونے میں دیر ہوگئی۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ آخر ہم بھی تو نہا کر ہی آئے ہیں۔ اس پر مکرم چوہدری صاحب کی حس مزاح پھڑکی کہ وہ ٹھہرے دراز قد اور مجیب الرحمٰن صاحب عظیم الجثہ۔ ازراہ تفنن چوہدری صاحب موصوف اپنے مخصوص انداز میں کہنے لگے کہ مرزا صاحب! آپ اپنے اور ہمارے جسمانی رقبہ کے تفاوت کو بھی تو دیکھیں۔ اس حاضر جوابی پر حاضرین نے بے ساختہ قہقہہ لگایا خود مرزا صاحب بھی خوب محظوظ ہوئے۔

گوناگوں خوبیوں کے مالک

الغرض آپ گوناگوں صفات اور خوبیوں کے مالک تھے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ادا کرنیوالے ایک مرد درویش۔ طویل عمر پائی اور آخر عمر تک جسمانی لحاظ سے مستعد اور ذہنی لحاظ سے خوب حاضر دماغ رہے۔ اس کی وجہ ان کی با اصول زندگی تھی جس میں کمال اعتدال تھا۔ جو تعلق باللہ، عبودیت، کامل اطاعت اور اسوہ رسول ﷺ کے رنگ میں رنگین ہونے اور خلافت کے گہرے وفا کے تعلق سے عبارت تھی۔ جبھی تو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے انھیں یہ عظیم الشان سند عطا فرمائی کہ آپ نے ہمیشہ کامل اطاعت اور فرمانبرداری سے کام کیا۔ میرے ساتھ بھی آخر دم تک انھوں نے وفا اور اطاعت کا نمونہ دکھایا۔ (خطبات مسرور جلد چہارم صفحہ 429 تا 434)

اور یوں اللہ تعالیٰ کے حضور ان کے انجام بخیر کی وہ دعا بھی لائق قبول ٹھہری جو وہ اکثر خلیفۃ المسیح کی خدمت میں عرض کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ آمین۔

سوانحی خاکہ

□ولادت و بچپن:

آپ جنوری 1900ء میں اپنے آبائی وطن جالندھر میں پیدا ہوئے۔والد صاحب کا نام قادر بخش شاد تھا۔بچپن کا زیادہ حصہ شملہ میں گزارا۔ جہاں آپ کے چچا اور دیگر اعزہ گورنمنٹ دفاتر میں ملازم تھے۔

□دو سال کی عمر میں والد صاحب کی وفات ہوگئی جو اہلحدیث تھے۔سات سال کی عمر میں والدہ صاحبہ کا انتقال ہوگیا۔

□بعدہ شملہ میں اپنے بڑے بھائی بابو عبدالرحمٰن صاحب کے زیر پرورش رہے۔ بابو صاحب آپ سے بیس بائیس سال بڑے تھے۔

□خاندان میں احمدیت:

مکرم بابو عبدالرحمٰن صاحب کو خاندان میں احمدیت قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی جنھوں نے دور مسیح موعودؑ میں بیعت کی۔بعد میں آپ کے چچا نے بھی احمدیت قبول کرلی۔

□1913ء:

خلافت اولیٰ کے زمانہ میں 1913ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب بابو عبدالرحمٰن صاحب کی دعوت پر شملہ تشریف لائے جہاں آپ حضرت صاحبزادہ صاحب کی دو تین گھنٹے باتیں سن کر بہت متاثر ہوئے۔

□1914ء:

حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا مطالعہ کیا جو دو سال جاری رہا

□بیعت 1916ء:

1916ء میں گھر والوں کو بتائے بغیر بیعت کا خط لکھ دیا۔

□1917ء:

□دعوت الی اللہ کا باقاعدہ آغاز کردیا۔

□1917ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا

□احمدیہ ہاسٹل لاہور (دیال سنگھ کالج کے عقب میں) میں داخلہ لیا جہاں زیادہ تر طلباء قادیان کے رہنے والے تھے۔دوران تعلیم آپ یہیں مقیم رہے۔

□زیارت قادیان: 1917ء میں پہلی دفعہ قادیان کا جلسہ دیکھا۔

□1918ء:

فرسٹ ایئر تک پینٹ اور ٹائی پہنی اور سینما جانے کی عادت رہی لیکن ایک دوست کی بدولت 1918ء سے لے کر تا زیست یہ عادت چھوڑ دی۔

□1919ء:

ایف ایس سی تک میڈیکل کی تعلیم حاصل کی۔بعدہٗ لاء کی تعلیم حاصل کی۔

□1921ء:

□1921ء میں اسلامیہ کالج لاہور سے بی اے کیا جس

میں ساتویں پوزیشن حاصل کی۔

☐ بی اے کے ساتھ ہی شملہ میں ملازم ہو گئے۔

☐ 1922ء:

مجلس مشاورت کے آغاز پر اسکے ممبر بنے۔ آپ اس وقت شملہ میں جماعت کے سیکرٹری مال تھے اور نمائندہ بن کر قادیان آئے اور 1922ء سے 2006ء تک مستقل نمائندہ رہے (ماسوائے 1971ء اور 2001ء کے)

☐ دورانِ ملازمت گورداسپور سے ایک ہزار سے زائد مرتبہ قادیان گئے جہاں ویک اینڈ گزار کر آتے اور اکثر سائیکل اور گھوڑے پر جاتے۔ یہ معمول سالہا سال جاری رہا۔

☐ 1923ء: پہلی شادی ہوئی۔

☐ 1924ء:

جماعت کی طرف سے ہر جاری تحریک میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ شدھی کی تحریک پر لوگ ہندو ہونے لگے۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے تحریک فرمائی کہ لوگ 2-3 مہینے کیلئے وقف کر کے جائیں اور ان لوگوں کو مومن بنائیں۔ اس دور میں آپ کو خدمات کا موقع ملا۔

☐ بیت الفضل لندن کی مالی تحریک میں بھی حصہ لینے کی سعادت حاصل ہوئی۔

☐ 1925:

☐ قادیان میں احمدیہ ہائی سکول میں ساٹھ روپے ماہوار پر بطور استاد انگریزی پڑھائی۔

☐ حضور کے ارشاد پر ایل ایل بی کا بطور پرائیویٹ امیدوار امتحان پاس کیا۔

☐ دسمبر 25ء کے اواخر میں حضور کے ارشاد پر گورداسپور تشریف لے گئے جہاں 2 جنوری 26ء کو بطور وکیل دیوانی مقدمات میں پریکٹس شروع کر دی۔

☐ 1926:

1926ء میں ہی حضور نے آپ کو مجلس مشاورت کیلئے نمائندہ خصوصی مقرر فرمایا۔

اسی سال آپ گورداسپور کے امیر مقرر ہوئے اور قیام پاکستان تک امیر رہے۔

☐ 1926ء میں جب پریکٹس کیلئے گورداسپور جانا پڑا تو اس پیشہ میں جھوٹ اور بے ایمانی دیکھ کر حضور سے اجازت چاہی کہ وکالت چھوڑ کر صرف جماعتی کام کریں مگر حضور نے حکم دیا کہ آپ ضرور گورداسپور جائیں۔

☐ 1927:

☐ دوسری شادی کی۔

1927ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ساتھ ڈلہوزی میں پندرہ بیس دن گزارنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

☐ 1928:

ماہ رمضان المبارک قادیان میں گزارا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے درس میں شامل ہونے کی سعادت پائی۔

☐ 1932:

پونڈری ضلع کرنال کے مسلمانوں کے حقوق کیلئے کام کی توفیق ملی۔

☐ 1933:

جلسہ سالانہ قادیان 27 دسمبر 1933ء کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہٗ نے بعض مخلص نوجوانوں کا

ذکرِ خیر کیا۔جس میں آپ بھی شامل تھے۔

□1940:

چالیس سال کی عمر تک پہنچے تو خیال آیا کہ کمزور ہو گئے ہیں اس لئے ٹینس کھیلنی شروع کی اور ستر سال کی عمر تک کھیلتے رہے۔

□ فرماتے تھے پھر میں نے اپنی غذا پر بھی قابو پایا۔انسان کم کھانے سے نہیں بلکہ زیادہ کھانے سے مرتا ہے۔

□1947:

حضور کے ارشاد کی تعمیل میں قادیان سے آخری قافلہ کے ہمراہ 16 نومبر 1947ء کو پاکستان آئے۔

□1948:

تقسیم ملک کے بعد 1948ء میں سرگودھا کے امیر چوہدری عزیز احمد صاحب باجوہ سول جج کے تبادلہ کے بعد امیر ضلع مقرر ہوئے اور تا وفات امیر رہے۔

□1949:

سیدنا حضرت مصلح موعود بھیرہ تشریف لے گئے۔سرگودھا میں حضور نے آپ کے مکان پر قیام فرمایا۔

□1951:

1951ء میں صوبائی امارت کے قیام پر آپ پہلے صوبائی امیر پنجاب مقرر ہوئے اور اس کے اختتام (1998ء) تک امیر صوبائی رہے۔

□ حضور نے آپ کو صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا ممبر بنایا۔

□1952:

مجلس افتاء کے ممبر مقرر ہوئے۔1969ء تا 1975ء اور پھر 1993ء تا وفات اس مجلس کے صدر رہے۔

□1961:

1961ء کی مجلس مشاورت میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی علالت کے وجہ سے نگران بورڈ کا قیام عمل میں آیا جس کے صدر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے مقرر ہوئے۔بطور ممبر اس بورڈ کے سیکرٹری کے فرائض آپ کے سپرد کئے گئے۔حضرت صاحبزادہ موصوف کے اواخر 1963ء میں وصال کے بعد 1964ء کی مجلس مشاورت میں حضرت مرزا صاحب اس بورڈ کے صدر منتخب ہوئے اور خلافت ثالثہ کے قیام تک اس پر کام کرتے رہے۔

(سوانح مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ طبع دوم، ص116)

□1969:

نومبر 69ء: حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے آپ کو مجلس افتاء کا صدر مقرر فرمایا۔

□1974:

1974ء میں فسادیوں کی ایک یلغار آپ کے گھر پر بھی ہوئی۔کچھ سامان لوٹ لیا گیا،کچھ توڑ پھوڑ کی گئی۔

□1976:

وکالت کو خیر باد کہہ دیا۔

□1980:

جنرل ضیاء الحق نے کمشنر کی معرفت آپ کو اقلیتوں کیلئے صدارتی مشیر مقرر کرنا چاہا مگر آپ نے صاف انکار کر دیا۔

□1984:

جماعت احمدیہ پاکستان کے خلاف 84ء میں ظالمانہ آرڈیننس کے اجراء کے بعد آپ پر بھی مختلف اوقات میں تین چار مقدمات ہوئے۔بفضلہٖ تعالیٰ آپ تمام مقدمات

میں بری ہوئے۔

□1985:

□ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی انگلستان ہجرت کے بعد پہلی دفعہ حضور کے ارشاد پر انگلستان تشریف لے گئے جہاں جلسہ برطانیہ کے ایک اجلاس کی صدارت بھی کی۔

□ 1985ء کے بعد 1989ء اور 2001ء کے علاوہ تا وصال جلسہ سالانہ برطانیہ کے بقیہ جلسوں میں شرکت کی۔

□1986:

آپ پورٹ لینڈ امریکہ تشریف لے گئے جہاں آپ کا پیٹ کا اپریشن ہوا۔

□1988:

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آپ کو زکوۃ کمیٹی کا صدر مقرر فرمایا۔

□1989:

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع منعقدہ ربوہ کی افتتاحی تقریر کی وجہ سے آپ پر ایک مقدمہ دائر کیا گیا جس میں بالآخر آپ بری قرار دیئے گئے۔

□1992:

آپ موسم گرما میں کوئٹہ تشریف لے گئے۔

□1998:

چکوال کا دورہ کیا۔

□2002:

انگلستان تشریف لے گئے جہاں کئی اخبارات میں آپ کے باتصویر انٹرویوز شائع ہوئے۔ جس میں آپ نے اپنی معمولات زندگی نیز کامیاب زندگی کے بارہ میں اہم نکات اخبار نویسوں کو بتائے۔ جنہیں اخبارات نے نمایاں کوریج دی۔

□2005:

□ یو اے ای کا دورہ کیا۔

آخری مرتبہ جلسہ سالانہ لندن میں شرکت کیلئے انگلستان تشریف لے گئے۔

□2006:

26راگست 2006ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے یکم ستمبر کے خطبہ میں آپ کا ذکر خیر فرمایا۔

□ **متفرق خدمات سلسلہ**

□ آپ پہلے قادیان اور پھر ربوہ میں 50 سال تک صدر انجمن احمدیہ کے ممبر رہے۔

□ 35 سال تک صدر قضاء بورڈ رہے۔

□ 44 سال تک جماعت کی فنانس کمیٹی کے ممبر رہے۔

□ دو سال تک صدر وقف جدید رہے۔

□ تدوین فقہ کمیٹی کے صدر رہے۔

□ انٹرنیشنل رشتہ ناطہ کمیٹی کے صدر رہے۔

متفرق:

□ آپ کو امریکہ، کینیڈا، برطانیہ، ہالینڈ، جرمنی، فرانس، سپین ناروے، سویڈن، سوئٹزرلینڈ، مصر، سپین، بیلجیم، بنگلہ دیش اور متحدہ عرب امارات وغیرہ ممالک کی سیاحت کرنے کا موقع ملا۔

(مدیر)

سوانح حضرت مرزا عبدالحق صاحب

(مکرم محمد محمود طاہر صاحب، مکرم فخر الحق شمس صاحب)

حضرت مرزا عبدالحق صاحب جنوری 1900ء میں اپنے آبائی وطن جالندھر میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد صاحب کی وفات کے بعد اپنے بڑے بھائی بابو عبدالرحمٰن صاحب کے پاس شملہ میں رہے۔ آپ کے چچا اور بھائی کو اللہ تعالیٰ نے احمدی ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ آپ نے 1916ء میں ایک خط کے ذریعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیعت کی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشاد پر 2/جنوری 1926ء کو آپ نے گورداسپور میں وکالت کی پریکٹس شروع کر دی۔

حضرت مرزا صاحب کو خدا تعالیٰ نے فہم قرآن اور تحقیق و تدقیق کا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر آپ کے خطابات، متفرق تقاریر، شائع شدہ مضامین اور تحقیقی کتب وغیرہ آپ کی محنت کا نچوڑ ہیں۔

قرآن سے والہانہ عشق

قرآن کریم سے آپ کو والہانہ عشق تھا۔ دور طالبعلمی سے ہی قرآن کریم کی بعض آیات کو لکھ کر اپنے کمرے میں لٹکا لیتے۔ ایک روز حضرت خلیفۃ المسیح الثانی آپ کے کمرے میں تشریف لائے تو قرآنی آیات دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ 1921ء میں بی اے کرنے کے بعد آپ نے قرآن کریم حفظ کرنا شروع کیا اور ایک مہینہ میں 15 پارے حفظ کر لئے۔ اس کے بعد آپ کی توجہ تفسیر کی طرف ہوئی اور خدا تعالیٰ کے فضل سے دس سالوں میں اوسطاً چار گھنٹے روزانہ وقت دے کر قرآن کریم کی تفسیر جمع کی اور الفاظ کے معانی لغتوں سے نوٹ کئے اور یہ سب کچھ آپ نے 40 سال کی عمر سے پہلے ہی مکمل کر لیا تھا۔

1985ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشاد پر آپ نے ویسٹ کرائیڈن میں رمضان المبارک کے دوران درس قرآن کریم دیا اور حضور انور کے ارشاد کے مطابق ایم ٹی اے کیلئے نو پاروں کا درس ریکارڈ کروایا۔ آپ نے سرگودھا میں قرآن کریم کی کلاس ہمیشہ جاری رکھی اور ایک وقت میں پانچ سے دس طلباء کو تمام قرآن کریم ترجمے کے ساتھ اور کسی قدر تفصیل اور گرامر کے ساتھ پڑھاتے رہے۔

حضرت مسیح موعودؑ سے عشق

آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی تمام کتب کو بشمول عربی کتب اور آپ کے جملہ ملفوظات جو اخبار الحکم اور بدر میں چھپتے تھے جمع کیا اور پڑھا۔ حضور کا کوئی ایک لفظ جو آپ کی زندگی میں کہیں شائع ہوا آپ کی نظر سے اوجھل نہ رہا۔ عربی کتب کے مشکل الفاظ کو بھی پورے طور پر حل کیا۔ وکالت کے آغاز سے ہی آپ کا یہ معمول تھا کہ ہفتہ کو قادیان چلے جاتے اور چھٹیوں کا اکثر حصہ قادیان میں ہی گزرتا۔

حضرت مصلح موعود سے محبت کے سلسلے

آپ کو بیعت کرنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ساتھ بہت سے مواقع پر رہنے کی توفیق حاصل ہوئی۔ متعدد سفر ساتھ کئے۔ 1927ء میں ڈلہوزی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ساتھ پندرہ بیس دن گزارنے کی سعادت حاصل

ہوئی۔حضور کے ساتھ چائے اور کھانا تناول فرماتے اور سیر کے لئے تشریف لے جاتے۔حضور جہاں بھی سفر پر جاتے آپ وہاں پہنچ جاتے۔آپ کا ایک بستر بندھا ہوا پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کے دفتر میں رکھا ہوتا تھا۔جب حضرت صاحب سفر پر تشریف لے جاتے تو آپ کا بستر بھی ساتھ چلا جاتا اور آپ اطلاع ملنے پر گورداسپور سے وہاں پہنچ جاتے۔ اس طرح آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں بار بار حاضر ہونے کا موقع ملتا رہا۔

قیام پاکستان کے بعد سرگودھا آئے ہوئے حضرت مرزا صاحب کو تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اچانک سرگودھا تشریف لے آئے۔حضور نے فرمایا کہ میں اس لئے آیا ہوں تا کہ دیکھ سکوں کہ آپ کی رہائش کا کام صحیح ہوگیا ہے یا نہیں۔آپ کا حضور کے ساتھ عقیدت و محبت کا ایسا گہرا تعلق تھا کہ حضور کی وفات کے بعد آپ کو خواب میں ہر ہفتے زیارت ہوتی رہی۔جہاں مجلس لگاتے وہاں کسی نہ کسی رنگ میں حضور کا ذکر خیر ہوتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سے عقیدت

حضرت مصلح موعود کی وفات کے وقت حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے آپ کے ربوہ پہنچنے پر خاص طور پر آپ کو حضرت مصلح موعود کا چہرہ مبارک دکھایا۔خلافت ثالثہ کی مجلس انتخاب میں آپ نے بطور صوبائی امیر شرکت کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ساتھ بھی آپ کے قریبی مراسم رہے۔حضرت صاحب خلافت کے بعد کئی مرتبہ سرگودھا تشریف لائے۔جماعت احمدیہ کی مجالس شوریٰ میں شرکت کا ایک منفرد اعزاز بھی صرف آپ کے حصہ میں ہی آیا۔یعنی آپ جماعت کی پہلی مجلس مشاورت 1922ء میں شریک تھے اور تادم زیست ایک دو سال (بوجہ بیماری) تمام مجالس مشاورت میں شرکت کی توفیق پائی۔

ذاتی کتب خانہ

علم اور کتاب کے ساتھ آپ کا گہرا دوستانہ اور پرانا تعلق رہا۔ذاتی کتب کی خرید آپ کا شروع سے ہی شوق تھا۔اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کا ایک کمرہ ذاتی لائبریری پر مشتمل ہے جس میں نو دس بڑی الماریاں نادر اور قیمتی کتب سے بھری ہوئی ہیں۔اس کے علاوہ بہت سا علمی خزانہ اور اخبارات و رسائل آپ خلافت لائبریری ربوہ کو عطیہ کے طور پر دے چکے ہیں۔آپ کے کتب خانہ میں تفسیر، حدیث، تاریخ، بزرگان سلف کی کتب اور سلسلہ عالیہ کی تقریباً تمام کتب موجود ہیں۔اس کے علاوہ ایک خاص بات یہ کہ آپ کے پاس اخبار الحکم، بدر قادیان، الفضل قادیان و ربوہ، ریویو آف ریلیجنز، تشحیذ الاذہان، خالد اور الفرقان کا مکمل ریکارڈ مجلد صورت میں موجود تھا جو آپ نے خلافت لائبریری ربوہ کو دے دیا۔حضرت مسیح موعود کی طبع اول کی بیشتر کتب بھی آپ نے خلافت لائبریری کو دے دیں۔

قیام پاکستان کے بعد کے حالات

قیام پاکستان کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے آپ کو قادیان سے لاہور آخری قافلے میں آنے کی اجازت دی۔ جہاں آپ کو ٹیمپل روڈ پر ایک کوٹھی الاٹ کردی گئی۔سرگودھا آئے تو یہاں آپ نے ملنے والی کوٹھی کا سارا سامان واپس کردیا اور 2رجنوری 1948ء کو سرگودھا میں بطور سرکاری وکیل چارج لیا۔

سرگودھا میں قیام کی پہلی گرمیاں اور روزے آپ نے اس طرح گزارے کہ فرش پر ریت بچھا کر اس کے اوپر پانی چھڑک دیا، اس کے اوپر چارپائیاں بچھالیں اور ان

چارپائیوں پر ہاتھ میں پنکھا پکڑ کر گزارا کیا۔

آپ آغاز سے ہی اولڈ سول لائن سرگودھا میں رہائش پذیر رہے۔ تیرہ کنال رقبہ میں چار کوٹھیاں بنائیں۔ ان میں سے پہلی کوٹھی آپ کی بڑی صاحبزادی محترمہ عزیزہ بیگم صاحبہ، دوسری کوٹھی آپ کی بیٹی محترمہ منصورہ بیگم صاحبہ کی ہے۔ تیسری کوٹھی آپ کے صاحبزادے محترم مرزا سعید احمد صاحب کی ہے اور چوتھی کوٹھی میں آپ خود رہائش پذیر تھے۔ آپ وہاں ایسے رنگ میں رہتے تھے کہ جب چاہتے بچے ساتھ ہوتے اور جب چاہتے الگ رہتے۔ آپ نے اپنی کوٹھی میں ایک بیت الذکر جس کا نام بیت المبارک ہے بھی تعمیر کروائی۔ جہاں آپ کے بچے اور قریبی حلقہ کے احمدی باجماعت نماز ادا کرتے ہیں۔

حضرت مرزا صاحب نے اپنے اوپر افضال الٰہی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جب میری عمر چالیس سال کی ہوئی تو میں نے سوچا کہ اب تو میں بڑھاپے میں داخل ہو جاؤں گا اور میں کچھ بھی جمع نہیں کرسکا۔ بلکہ سارا خرچ کر دیتا رہا ہوں۔ پھر میں نے یہ دعا کرنی شروع کی کہ یا اللہ اس وقت تک تو تُو نے بڑا فضل کئے رکھا ہے اور زندگی میں بڑی آسانی رہی ہے اور تو نے مجھے مالی طور پر کبھی محتاج نہیں ہونے دیا۔ اب آئندہ بھی فضل ہو تو بات بنے گی ورنہ نہیں۔ اس دعا کے بعد مجھے خواب میں بتایا گیا کہ میں اس سے زیادہ تیری حفاظت کروں گا جو اس سے پہلے تھی۔ اس کے بعد نہ میں کبھی غیر معمولی بیمار ہوا۔ نہ مجھے کبھی مالی تکلیف ہوئی یعنی مجھے آج تک ایک پیسے کی بھی تکلیف یا تنگی نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل فرمایا ہے کہ جو بیان سے باہر ہے۔ بچوں پر بھی خرچ کرتا ہوں، بچوں سے لیتا کبھی کچھ نہیں۔ خدا تعالیٰ نے ایسا فضل فرمایا کہ میری ساری ضرورتیں پوری ہوگئیں بہت آسانی سے یہ سارا سلسلہ چل پڑا۔

(ماخوذ از انٹرویو حضرت مرزا عبدالحق صاحب، دسمبر 2001ء، شائع شدہ الفضل 23 تا 25 جنوری 2002ء)

(بقیہ از صفحہ 67) کمزوری اور طبیعت کی خرابی کی وجہ سے اسلام آباد تشریف نہ لا سکے۔ عاجز شادی کے بعد اپنی اہلیہ کے ہمراہ آپ سے ملنے سرگودھا گیا۔ مجھ سے پوچھنے لگے کہ نواب شاہ سندھ میں کیسے شادی ہوئی۔ میری اہلیہ مکرم عبدالقادر ڈاہری صاحب نواب شاہ کی بیٹی ہیں۔ میں نے کہا کہ جماعت نے رشتہ پیش کیا تھا۔ مکرم حافظ مظفر احمد صاحب نے والد صاحب سے کہا اور بتایا کہ مکرم ناظر اعلیٰ صاحب (حضرت مرزا مسرور احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ) نے تجویز کیا تھا۔ میری شرط صرف اچھا احمدی ہونا تھا سو قبول کرلیا۔ اس پر بتانے لگے کہ ان کی عزیزہ کا بھی اسی طرح رشتہ آیا لیکن تحقیق پر پتا چلا کہ لڑکا نمازیں بھی نہیں پڑھتا۔ باپ کہنے لگا آپ کی بیٹی سے شادی کے بعد ٹھیک ہو جائے گا آپ فرمانے لگے کہ میں نے بہرحال انکار کر دیا کہ ایسی تربیت شادی کے بعد ممکن نہیں۔ آپ نے اس دن مجھے اور میری اہلیہ کو آنے پر خود جوس کے گلاس پیش کئے اور پینے کے بعد خود ہی گلاس لے کر باورچی خانہ کی طرف چلنے لگے میں نے بہت روکا لیکن خود ہی لے کر چل دیئے۔ میری بیگم حیران ہوئی کہ ایک سو تین سال کے بزرگ کیسے خود کام کرتے اور مہمانوں کا خیال رکھتے ہیں۔

ملاقات کے دوران آپ سے پوچھنا چاہا کہ آپ کو چار خلفاء کی رفاقت نصیب ہوئی اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ تو عمر میں آپ سے پچاس سال چھوٹے ہیں۔ ابھی سوال پورا ہی نہیں ہوا تھا تو کہنے لگے کہ **دراصل میں وقف ہوں اور خلافت کا غلام ہوں جو بھی خدمت کا حکم ملے گا وہ انشاء اللہ کرتا رہوں گا۔**

حیات وخدماتِ حق

(مکرم چوہدری رشیدالدین صاحب)

حضرت مرزا عبدالحق صاحب ایک نابغہ روزگار وجود، وفادار خادم سلسلہ اور ممتاز قانون دان تھے۔علمی اور دینی حلقوں میں اپنے تبحر علمی اورتقویٰ وطہارت کی وجہ سے، عدالتی اور قانونی حلقہ میں اپنی قابلیت، قانونی مہارت اور ذہنی جدت کی بدولت مقبول اور ممتاز تھے۔آپ کی اعلیٰ صفات کی وجہ سے اپنے اور بیگانے آپ کا احترام اورعزت کرتے تھے۔اپنی پریکٹس کے زمانہ میں جب آپ بارروم سرگودھا میں رونق افروز ہوتے تو صحیح معنوں میں آپ ہی رونقِ محفل ہوتے۔سب وکلاء آپ کی باتوں کوتوجہ اورغور سے سنتے۔یوں معلوم ہوتا کہ کوئی محترم دانشور پروفیسر اپنے شاگردوں سے مخاطب ہے اوران کے دامن کوعلم ودانش کے موتیوں سے بھر رہا ہے۔کوئی آپ سے مشکل قانونی مسائل دریافت کررہا ہے اورکوئی کسی علمی نکتہ کی وضاحت کا طالب ہے اور آپ ہیں کہ روانی سے ہر مسئلہ اورنکتہ پر مکمل روشنی ڈالتے ہوئے ہرمشکل گتھی کوسلجھا رہے ہیں۔ایسے وجودروز روز دنیامیں نہیں آتے۔

قانونی علم کے ساتھ ساتھ آپ دینی علوم کے بھی ماہر تھے۔خداتعالیٰ نے آپ کوتحقیق اورتدقیق کا وافر ملکہ عطافرمایا تھا اورآپ نے اپنا یہ جوہر قرآن مجید اورکتب حضرت مسیح موعود کے مطالعہ میں خوب خوب استعمال کیا۔جلسہ سالانہ پرآپ کی علمی نکات سے پُر تقاریر اوررسائل واخبارات میں چھپنے والے تحقیقی مضامین اس پر شاہد ناطق ہیں۔حیرت ہے کہ عدالتی اور پھر جماعتی بے پناہ مصروفیات کے باوجود آپ نے درجن بھر کتب بھی تصنیف فرمادیں جوآپ کی علمی وسعت اور ادبی مہارت کی یادگار رہیں گی۔

حضرت مصلح موعود سے آپ کوخاص تعلق اورعشق تھا۔ایل ایل بی کرنے کے بعد حضور کے حکم سے ہی آپ نے گورداسپور (انڈیا) میں پریکٹس شروع کی۔تقسیم ملک تک آپ یہیں مقیم رہےاور جماعتی مرکز قادیان کےقریب رہ کر حضور کی راہنمائی میں جماعت کی خدمات بجالاتے رہے۔پاکستان بننے کے بعد آپ نے نئے مرکز ربوہ کے قریب سرگودھا میں رہائش اختیار کی۔یہ بھی حضور کےارشاد کی تعمیل میں ہی تھا۔یہاں بھی آپ کوبھرپور خدمت سلسلہ کی توفیق ملی۔

ضلع سرگودھا میں رہنے والے ہم لوگوں کا آپ سے تعلق اس دور میں ہوا جب آپ سرگودھا میں تشریف لائے تو اس وقت مکرم چوہدری عزیز احمد صاحب باجوہ امیر جماعت تھے۔چند ماہ بعد ہی ان کا تبادلہ ہوگیا تو نئے انتخاب میں حضرت مرزا صاحب امیر شہروضلع بن گئے۔ان کی شخصیت اورمحنت سے جماعتوں میں بیداری پیدا ہوئی اور دن بدن ترقی ہوتی گئی۔آپ جماعتوں کے عہدیداران کا اجلاس باقاعدگی سے منعقد کرتے اورکام کا جائزہ لیتے۔پھر خود بھی جماعتوں کا دورہ کرتے۔احباب کی تقریبات میں شامل ہوتے اس سے باہمی محبت اورالفت کوفروغ ملتا اور جماعتی

کاموں پر بھی اچھا اثر پڑتا۔ ہمارے والد مکرم چوہدری جلال الدین صاحب چک نمبر 37 جنوبی ضلع سرگودھا سے آپ کا خاص تعلق رہا۔ جماعتی تقریبات کےعلاوہ آپ ازراہ نوازش ہمارے ہاں شادی وغیرہ کی تقریبات پر بھی تشریف لاتے اور شفقت اور تعلق کا اظہار فرماتے۔ ایسی ہی ایک تقریب (خاکسار کی ہمشیرہ کی شادی) پر گاؤں کے ایک شخص نے مناظرہ کی طرح ڈال دی جو ساری رات جاری رہا۔ حضرت مرزا صاحب بھی اس میں شامل تھے۔ آپ تمام رات جاگتے رہے اور مرکز سے آنے والے دوسرے بزرگان سلسلہ کے ساتھ آپ نے بھی اس میں حصہ لیا اور اعتراضات کے مسکت اور مدلل جوابات دیئے۔ حضرت مرزا صاحب بیشمار خوبیوں کے مالک تھے۔ انہوں نے اپنے سارے جوہر خدمت سلسلہ میں صرف کئے۔ قریباً اسی سال تک انہیں امتیاز کے ساتھ سلسلہ کے کام کرنے کی توفیق ملی۔ لمبا عرصہ وہ ممبر صدر انجمن احمدیہ اور صدر قضاء بورڈ رہے۔ وہ ایک عظیم خادم سلسلہ تھے۔

ابتدائی حالات

حضرت مرزا عبدالحق صاحب کا آبائی وطن جالندھر تھا۔ یہیں جنوری 1900ء میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ آپ کے والد صاحب کا نام قادر بخش شاد تھا۔ وہ شریعت کے احکام کی پابندی کرنے والے ایک دیندار شخص تھے۔ پڑھے لکھے تھے اور شعر بھی کہتے تھے۔ اپنے خاندان میں انہیں خاص مقام حاصل تھا۔ لیکن وہ احمدیت سے محروم رہے اور جلد فوت ہوگئے۔ تاہم آپ کے بڑے بھائی مکرم بابو عبدالرحمٰن صاحب آپ سے بائیس سال بڑے تھے اور چچا محترم بابو محمد یوسف صاحب کو حضرت مسیح موعود کے بابرکت زمانہ میں ہی بیعت کی توفیق مل گئی۔ یہ دونوں بزرگ شملہ میں ملازم تھے۔ 1914ء میں جماعت میں اختلاف کے وقت بدقسمتی سے آپ کے بھائی غیر مبائعین میں شامل ہوگئے اور اسی حالت میں 1952ء میں راولپنڈی میں وفات پائی لیکن آپ کے چچا محترم بابو محمد یوسف صاحب پورے اخلاص کے ساتھ آخر عمر تک خلافت سے وابستہ رہے۔ آپ نے قادیان میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔

حضرت مرزا صاحب کو بچپن میں یتیمی کے مشکل حالات سے واسطہ پڑا۔ آپ نے یہ زمانہ صبر و تحمل سے اللہ تعالیٰ کی دستگیری میں گزارا۔ آپ ابھی اڑھائی سال کے تھے کہ 1903ء میں آپ کے والد بزرگوار فوت ہوگئے اور سات سال کی عمر میں آپ کی والدہ ماجدہ بھی داغ مفارقت دے گئیں۔ والدین کی وفات کے بعد آپ اپنے بڑے بھائی مکرم بابو عبدالرحمٰن صاحب کے پاس شملہ چلے گئے۔ انہوں نے آپ کی پرورش محبت اور شفقت سے کی اور دلی فراخی سے ہر ضرورت کا خیال رکھا۔

قبول احمدیت

1914ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وفات پر جماعت میں اختلاف پیدا ہوا تو آپ کے پرورش کنندہ بھائی غیر مبائعین میں شامل ہوگئے۔ اختلافی مسائل پر ان کے ہاں بحث ہوتی رہتی تھی۔ مکرم مرزا صاحب اس وقت آٹھویں جماعت میں پڑھتے تھے۔ دین میں دلچسپی کی وجہ سے آپ یہ باتیں غور سے سنتے رہے۔ دسویں جماعت میں پہنچے تو آپ کا دل پورے طور پر خلافت کی طرف مائل ہوگیا۔ آپ نے

خاموشی سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ دیا۔آپ کے بھائی صاحب کو اس کا علم نہ تھا۔میٹرک کے بعد کالج میں داخلہ لینے کے لئے آپ لاہور آئے تو ابتداء میں اپنے بھائی صاحب کی ہدایت کے مطابق کچھ دن مولوی صدر دین صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور (جو بعد میں امیر جماعت غیر مبائعین ہوئے) کے ہاں رہائش رکھی۔ایک دن تانگہ پر جاتے ہوئے آپ کو دیال سنگھ کالج کے قریب ایک کوٹھی پر احمدیہ ہوسٹل کا بورڈ نظر آیا۔اس کا ذکر پہلے بھی سن چکے تھے۔چنانچہ آپ تانگہ سے اترے اور ہوسٹل کے اندر چلے گئے۔وہاں مقیم لڑکے بہت محبت اور اخلاق سے پیش آئے۔اکثر لڑکوں نے داڑھیاں رکھی ہوئی تھیں اور وہ دیندار اور مخلص نظر آتے تھے۔آپ کو یہ دینی ماحول بہت پسند آیا۔آپ نے احمدیہ ہوسٹل میں داخلہ لے لیا اور اسی روز اپنا سامان وغیرہ وہاں لے آئے۔معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تربیت کے لئے یہ ایک الٰہی سامان تھا جو خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کو میسر آگیا۔ہوسٹل میں لڑکے نماز باجماعت کی پوری پابندی کرتے تھے۔فجر کی نماز کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کرتے۔دینی علوم کی طرف رغبت رکھتے اور لغویات سے پرہیز کرتے تھے۔اس نیک ماحول میں آپ کالج کی تعلیم اور دینی علوم کے حصول میں پوری دلجمعی سے مصروف ہو گئے۔دسمبر میں قادیان جا کر جلسہ سالانہ میں شامل ہوئے اور جماعتی نظام اور مسائل سے واقفیت حاصل کی۔

آئندہ سال گرمیوں کی چھٹیوں میں جب آپ اپنے بھائی صاحب کے پاس شملہ گئے تو اس وقت تک انہیں آپ کی بیعت کا علم ہو چکا تھا۔انہوں نے تبادلہ خیالات کے ذریعہ آپ کی رائے بدلنے اور لاہوری جماعت میں شامل کرنے کی کوشش کی۔لیکن آپ اپنے عقائد اور ایمان پر ثابت قدم تھے اور اس بحث کے لئے تیاری کر کے گئے تھے۔مہینہ بھر کی بحث کے بعد جب وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے تو انہوں نے ناراضگی کا برملا اظہار کیا اور دباؤ ڈالنے کی کوشش کی۔لیکن آپ پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔آپ نے ارادہ کر لیا کہ کالج کی تعلیم چھوڑ کر ملازمت حاصل کر لیں۔تا کہ بڑے بھائی صاحب کے زیر احسان نہ رہیں۔آپ کے اس ارادہ کا علم جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو ہوا تو حضور نے آپ کو ہدایت فرمائی کہ کالج کی تعلیم جاری رکھیں۔آپ کے اخراجات کا میں خود ذمہ دار ہوں گا۔

کچھ دیر بعد آپ کے بھائی صاحب نے جب دیکھا کہ یہ اپنے عقائد میں پختہ ہیں اور اس سلسلہ میں کسی دباؤ کو خاطر میں نہیں لاتے تو انہوں نے آپ سے صلح کر لی اور تعلیمی اخراجات مہیا کرنا پھر شروع کر دیئے۔1921ء میں بی اے کا امتحان پاس کر کے آپ شملہ چلے گئے اور وہاں ملازمت اختیار کر لی۔جماعت کی طرف سے آپ کو سیکرٹری مال مقرر کر دیا گیا۔

1922ء میں آپ نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور لاء کالج لاہور میں داخل ہو گئے۔لیکن یہاں بھی آپ کا اکثر وقت قرآن مجید اور دینی کتب کے مطالعہ میں ہی صرف ہوتا۔کالج کی تعلیم کی طرف کم ہی توجہ ہوتی۔اس دور میں آپ دنیا سے بے نیاز صرف خدا تعالیٰ اور اس کے دین کی محبت میں سرگرداں نظر آتے ہیں۔آپ نے اپنے کورس کی ہر کتاب پر حضرت مسیح موعود کے ایسے اشعار لکھ رکھے تھے۔جن سے دنیا اور اس کے مال و متاع سے بے رغبتی اور خدا تعالیٰ کے عشق و محبت میں مگن اور فنا ہونے کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کی ان دنوں پڑھائی کی طرف توجہ نہ تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے سال کے امتحان میں فیل ہو گئے۔ دل برداشتہ ہو کر شملہ واپس چلے گئے اور وہاں پھر ملازمت اختیار کرلی۔ لیکن اب کے ایک اور لگن دل میں لگ گئی۔ قادیان اور اس کے مکین اعلیٰ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی محبت۔ آپ کا دل چاہتا کہ اڑ کر وہاں پہنچ جاؤں۔ بس روکھی سوکھی کھاتے اور اپنی تازہ الفت میں آنسو بہاتے رہتے۔ اپنی اس دوری اور مجبوری سے تنگ آ کر آپ نے ملازمت اور دیگر سب تعلقات کو تیاگ دیا اور قادیان کے لئے رخت سفر باندھ لیا۔ وہاں اللہ کی دستگیری سے جلد ہی آپ کو احمدیہ سکول میں انگریزی ٹیچر کے طور پر ملازمت مل گئی۔ آپ مطمئن ہو گئے کہ مچھلی اپنے دلپسند پانیوں میں پہنچ گئی۔ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی آپ کو ایل ایل بی کرنے کی طرف توجہ دلاتے رہے۔ چنانچہ آپ کو اس طرف توجہ کرنی پڑی اور 1925ء میں یہ امتحان پاس کرلیا۔ اس کے بعد بھی آپ کی طبیعت پریکٹس کی طرف مائل نہ تھی۔ آپ زندگی وقف کرنا چاہتے تھے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ آپ گورداسپور جا کر پریکٹس کریں۔ چنانچہ آپ نے 2 جنوری 1926ء کو گورداسپور میں وکالت کا کام شروع کر دیا۔ ظاہری حالات کے لحاظ سے آپ کو کام چلنے کی امید نہ تھی۔ تاہم خداتعالیٰ نے فضل فرمایا اور پہلے مہینہ سے ہی اچھے گزر اوقات کی صورت بن گئی اور پھر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نصرت آپ کے شامل حال رہی۔

1926ء میں ہی حضور نے آپ کو مجلس مشاورت کے لئے نمائندہ خصوصی مقرر فرمایا۔ اس وقت سے آپ ہمیشہ مجلس مشاورت میں شامل ہوتے رہے اور کئی دفعہ سٹیج پر حضور کی معاونت کی توفیق پائی۔ گورداسپور جانے کے جلد بعد نئے انتخاب میں آپ کو صدر جماعت منتخب کرلیا گیا۔ پھر یہ صدارت امارت میں بدل گئی۔ کچھ دیر بعد امارت ضلع بھی قائم ہوگئی۔ یہ سب کام آپ کے ہی سپرد رہے۔

گورداسپور میں مستقل قیام کے وقت بھی آپ کے دل میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور قادیان کے لئے اتنی کشش تھی کہ ہر ہفتہ کٹھن راستہ طے کر کے قادیان پہنچ جاتے۔ یہ اٹھارہ میل کا فاصلہ تھا۔ کچھ راستہ پختہ تھا اور کچھ کچا اور ناہموار۔ ان دنوں ابھی بٹالہ سے قادیان ریل جاری نہیں ہوئی تھی۔ آپ ہفتہ کے روز کچہری کا کام ختم ہوتے ہی سائیکل پر سوار ہو کر روانہ ہو جاتے اور دو گھنٹہ میں قادیان پہنچ جاتے۔ اتوار کا دن وہاں گزار کر سوموار کی صبح کو گورداسپور واپس آجاتے۔ قادیان کی اس ہفتہ وار زیارت میں آپ ناغہ نہ ہونے دیتے۔ قادیان میں آپ کو حضور کی مبارک صحبت، سلسلہ کے کام اور بزرگوں سے ملاقات کے مواقع میسر آتے۔ حضور اگر قادیان سے باہر سفر پر ہوتے تو مرزا صاحب وہاں پہنچ جاتے۔ آپ کا ایک بستر دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں بندھا پڑا رہتا تھا۔ حضور جہاں تشریف لے جاتے تو دوسرے سامان کے ساتھ آپ کا بستر بھی چلا جاتا اور مرزا صاحب گورداسپور سے سیدھے وہاں پہنچ جاتے اور حضور کی مجلس اور ملاقات سے فیض یاب ہوتے۔ اس طرح دن بدن آپ کا حضور سے تعلق اور قرب بڑھتا گیا۔ انہی دنوں حضور نے ایک رویا دیکھا جو اس تعلق کو مزید بڑھانے کا موجب ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے آپ کے نام اپنے

خط محررہ 31؍اکتوبر 1926ء میں اس رؤیا کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

''پرسوں میں نے خواب میں دیکھا کہ میں (بیت) مبارک کے اس حصہ میں کھڑا ہوا جو حضرت مسیح موعودؑ کا بنایا ہوا ہے۔ محمود اللہ شاہ صاحب اور ایک اور شخص جو یاد نہیں رہے وہاں کھڑے ہوئے ہیں اور ہم اس قدر پاس کھڑے ہیں کہ قریباً قریباً بغلگیر ہونے کی حالت ہے۔ میں نے سید محمود اللہ شاہ صاحب کے کندھے پر ہاتھ رکھا ہوا ہے۔ انہوں نے دوسرے آدمی کے۔ اس تیسرے آدمی اور میرے درمیان جگہ خالی ہے۔ اتنے میں آپ آ کر اس جگہ کھڑے ہو گئے ہیں اور اس قدر قریب ہو کر اس حلقہ میں داخل ہو کر میرا بازو یا سینہ اس طرح چھونا شروع کیا ہے جس طرح کوئی محبت سے چھوتا ہے۔ اس پر میں نے بھی محبت سے اپنا ہاتھ اٹھا کر آپ کے دائیں کان کا گوشت ہاتھ میں پکڑ کر اس طرح ملنا شروع کیا ہے جس طرح پیار اور سرزنش دونوں مدنظر ہوتے ہیں اور باپ اپنے بچہ کو محبت سے تنبیہ کرتا ہے۔ اس پر آپ بھی مسکرا پڑے ہیں اور میں بھی مسکرا رہا ہوں''۔

(سوانح حیات مؤلفہ ملک صلاح الدین صاحب ص 1)

آپ کی محبت اور خدمت سلسلہ کے نتیجہ میں حضرت مصلح موعود کی شفقت بڑھتی رہی اور اعتماد ترقی پذیر رہا۔ یہاں تک کہ کسی سفر کے موقع پر یا کسی جماعتی کام کے سلسلہ میں حضور خود آپ کو طلب فرما لیتے اور آپ کو حضور کی راہنمائی اور مقدس صحبت میسر آجاتی۔ 1927ء کے موسم گرما میں مکرم مرزا صاحب ڈلہوزی چلے گئے۔ وہاں ایک دن آپ کو پتہ چلا کہ حضور ڈلہوزی تشریف لا رہے ہیں۔ دیگر احباب کے ساتھ آپ بھی استقبال کے لئے چلے گئے۔ حضور تشریف لائے تو ملتے وقت دریافت فرمایا کہ آپ کب آئے۔ آپ نے تفصیل عرض کر دی۔ حضور نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہمیں جو کوٹھی ملی ہے وہ اچھی بڑی ہے۔ آپ بھی وہاں آجائیں۔ آپ اسی روز حضور کی کوٹھی میں چلے گئے اور بیس دن تک وہیں قیام کیا۔ کھانا اور چائے حضور کے ساتھ ہی ہوتے۔ سیر میں بھی ساتھ ہی جاتے۔ اس طرح ہر روز آپ کو دس بارہ گھنٹے حضور کی معیت حاصل رہتی۔

ایک دفعہ آپ نے تعطیلات شملہ میں گزارنے کا پروگرام بنایا اور روانہ ہونے والے تھے کہ ڈلہوزی سے حضور کا فون آ گیا۔ فرمایا کہ چھٹیاں شروع ہو چکی ہیں۔ آپ ابھی تک ڈلہوزی کیوں نہیں پہنچے۔ مرزا صاحب نے عرض کیا کہ اس دفعہ شملہ جانے کا ارادہ ہے اور جلد روانہ ہونے والا ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ ڈلہوزی بھی تو پہاڑ ہے۔ آپ یہیں آجائیں۔ کچھ ضروری مشورے بھی کرنے ہیں''۔ چنانچہ آپ اسی روز ڈلہوزی چلے گئے۔ حضور کے ہاں ہی قیام کیا اور آپ کی پدرانہ شفقت کا مورد بنے رہے۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضور مالیر کوٹلہ تشریف لے جا رہے تھے۔ رستہ میں حضور نے بیاس ریلوے ریسٹ ہاؤس میں کچھ دیر قیام فرمانا تھا۔ مرزا صاحب سے یہ پروگرام طے تھا کہ وہ گورداسپور سے سیدھے وہاں پہنچ کر حضور کے قافلہ میں شامل ہو جائیں۔ آپ کو کسی وجہ سے دیر ہو گئی اور مقررہ وقت سے تین گھنٹہ بعد عشاء کے وقت وہاں پہنچے۔ یہ تمام وقت حضور نے صرف آپ کے انتظار میں کاٹا اور پھر شفقت اور احسان کا یہ کمال کہ ذرہ بھر ملال کا اظہار نہ فرمایا۔ آرام

سے آپ کو کھانا کھلایا گیا۔رات گہری ہوچکی تھی تاہم حضور سفر پر روانہ ہوگئے۔مکرم مرزا صاحب کہتے ہیں کہ حضور نے کار میں مجھے اپنے ساتھ بٹھالیا۔رات بھر ہم باتیں کرتے رہے اور علی الصبح مالیر کوٹلہ پہنچ گئے۔

حضور آپ سے بے تکلف تھے اور مزاح بھی کر لیتے تھے اور مزاح سے محظوظ بھی ہوتے۔اسی سفر کا ذکر ہے۔واپسی کے وقت کار میں حضور کے ساتھ مرزا صاحب اور محترم صاحبزادہ مرزا داؤد احمد صاحب بیٹھے تھے۔رستہ میں ایک جگہ ہرنوں کی ایک ڈار نظر آئی۔حضور نے مرزا صاحب اور صاحبزادہ صاحب کو ارشاد فرمایا کہ ہم یہاں رکتے ہیں آپ دونوں جائیں اور ہرن شکار کرلائیں۔یہ بندوقیں لے کر گئے اور فائر بھی کئے لیکن ہرن بھاگ گئے اور کچھ ہاتھ نہ آیا۔ جب سر جھکائے واپس حضور کے پاس پہنچے تو حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا:۔

”مرزا جی سلام۔ہرن گھر جا کر ضرور مر جائے گا“۔اس پر سب ہنس پڑے اور کار میں بیٹھ کر روانہ ہوگئے۔

ایک دفعہ حضور کشمیر گئے تو مرزا صاحب بھی پیچھے وہاں پہنچ گئے۔سری نگر میں حضور کا قیام ہاؤس بوٹ میں تھا۔آپ حضرت خلیفہ نورالدین صاحب (جمونی) کے ہاں قیام پذیر ہوگئے۔دن کا اکثر وقت حضور کی معیت میں گزرتا۔ ایک دن حضور نے آپ کو اور حضرت خلیفہ صاحب کو کھانے پر بلایا۔جب گئے تو حضور ایک قالین پر تشریف فرما تھے۔یہ ذرا ہٹ کر بیٹھ گئے۔حضور نے فرمایا کہ آپ میرے ساتھ قالین پر بیٹھ جائیں۔مکرم مرزا صاحب تو خاموش بیٹھے رہے۔حضرت خلیفہ صاحب نے جواباً کہا ”حضور ایک مسند پر ایک خلیفہ ہی سجتا ہے۔خلیفہ صاحب کے اس جواب پر حضور بہت محظوظ ہوئے۔

حضرت مصلح موعود سے تعلق، قرب اور محبت محترم مرزا صاحب کا خاص وصف تھا۔آپ حضور کی معیت اور حضور کے احکام کی تعمیل میں وقت گزارنے کو نعمت عظمیٰ سمجھتے تھے اور حضور کے عشق و محبت میں اتنے محو تھے کہ اپنے لباس اور وضع قطع میں بھی حضور کی کامل پیروی کرتے۔

دینی کاموں میں مصروف رہنا آپ کا شغف تھا۔ابتداء سے ہی آپ نے یہ اصول بنا رکھا تھا کہ جتنا وقت دنیوی کام میں مصروف ہو اس سے دوگنا وقت دین کے کاموں میں صرف کیا جائے۔آپ عمر بھر اس اصول پر قائم رہے۔اس کے باوجود اللہ تعالیٰ آپ کی ضروریات کو بافراغت پورا کرتا رہا اور کسی کی محتاجی سے محفوظ رکھا۔جماعتی چندہ جات بھی آپ کھلے دل سے ادا کرتے تھے۔آپ کی وصیت تو 1/10 حصہ کی تھی لیکن عملاً اس سے بہت زیادہ ادائیگی کرتے رہے۔ آپ کو پس انداز کرنے کی عادت نہ تھی۔ماہ بماہ آمد سے ہی گزراوقات ہوتی تھی۔تقسیم ملک کے وقت حالات مخدوش میں کام بند ہوگیا تو آمد بھی بند ہوگئی۔یہ مشکل وقت تھا۔ان دنوں پہلے تو آپ حضور کے حکم کے مطابق گورداسپور میں مسلمانوں کو پاکستان بھجوانے میں مدد دیتے رہے۔پھر حضور نے ارشاد فرمایا کہ قادیان پہنچ جائیں اور جماعتی کام کریں۔ چنانچہ آپ ان خطرناک حالات میں تین ماہ تک قادیان میں خدمات سلسلہ بجالاتے رہے۔اس دوران میں بڑے خوفناک لمحات بھی آئے لیکن آپ نے بے خوف ہوکر کمال دلیری سے ان کا سامنا کیا۔بالآخر حضور کے ارشاد کی تعمیل میں آخری قافلہ کے ساتھ پاکستان آئے۔ان دنوں کوئی ذریعہ آمد نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس عرصہ کیلئے پہلے سے

انتظام کر رکھا تھا اور وہ یوں کہ آپ نے قادیان میں مکان کیلئے کچھ زمین خرید رکھی تھی۔ 1946ء میں اس میں سے ایک کنال چار ہزار روپے میں فروخت کر دی کہ اس میں کچھ اور رقم ملا کر بقیہ زمین پر مکان تعمیر کریں گے۔ یہ روپیہ آپ نے خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں جمع کروایا تھا۔ تقسیم ملک کے وقت چار پانچ ماہ کی بیکاری کے عرصہ میں یہ روپیہ آپ کے اور اہل وعیال کے کام آیا اور کسی مالی پریشانی سے دوچار نہ ہونا پڑا۔ ابھی آپ قادیان میں ہی تھے کہ حضور نے آپ کو تحریر فرمایا کہ پاکستان آنے پر آپ سرگودھا یا جھنگ میں پریکٹس کریں۔ ہمارا مرکز تو جھنگ کے ضلع میں ہوگا۔ تاہم یہ جگہ سرگودھا کے زیادہ قریب ہوگی۔

لاہور آ کر آپ نے سرگودھا میں کام شروع کرنے کا ارادہ کرلیا۔ آپ کو خدشہ تھا کہ اس اجنبی علاقہ میں شاید پریکٹس کامیاب نہ ہو۔ پھر یہ کہ کام چلنے کے لئے کچھ وقت چاہئے اور مالی لحاظ سے انتظار کی گنجائش نہ تھی۔ اسی فکر میں تھے کہ آپ کی ملاقات جسٹس کیانی صاحب سے ہوئی وہ کچھ عرصہ گورداسپور میں ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج رہ چکے تھے اور مرزا صاحب سے دوستانہ مراسم رکھتے تھے۔ حالات معلوم ہونے پر انہوں نے کوشش کر کے آپ کو سرگودھا میں سرکاری وکیل مقرر کروا دیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شکر کرتے ہوئے جنوری 1948ء میں سرگودھا آ کر سرکاری وکالت کا چارج لے لیا۔ کچھ وقت بعد ساتھ ہی دیوانی کام بھی شروع کر دیا۔ یہاں آپ کی زندگی کا نیا دور شروع ہوا اور آپ ایک دفعہ پھر مرکز کے قریب رہ کر حضرت مصلح موعود کی ہدایات کے مطابق پہلے سے بڑھ کر خدمات سلسلہ میں مصروف ہو گئے اور یہ بابرکت کام وفات تک جاری رہا۔

جن دنوں خاکسار ربوہ میں ناظم دارالقضاء تھا میں نے حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں درخواست کی کہ وہ کسی روز دارالقضاء میں تشریف لا کر قاضی صاحبان کی راہنمائی کے لئے تقریر فرمائیں۔ چنانچہ آپ تشریف لائے خطاب اور سوال و جواب کے بعد جب چائے آئی تو خاکسار نے گزارش کی کہ حضرت ایک سوال باقی ہے اور وہ یہ کہ آپ کی صحت کا راز کیا ہے؟ فرمایا کوئی راز نہیں۔ میں عام لوگوں کی طرح ہی زندگی گزارتا ہوں۔ میں نے عرض کی کہ اچھا آپ صرف اپنے ایک دن کا معمول بیان فرما دیں۔ اس سے ہی راہنمائی حاصل ہو جائے گی۔ آپ نے فرمایا کہ میرے دن کی ابتداء نماز تہجد سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد میں چائے پیتا ہوں اور اس کے ساتھ ابلے ہوئے دو دیسی انڈے کھاتا ہوں۔ پھر نماز فجر کے لئے چلا جاتا ہوں۔ فجر کی نماز کے بعد جب حالات اچھے تھے تو سیر کے لئے باہر نکل جاتا تھا۔ پھر عام ناشتہ کر کے اپنے معمول کے کاموں میں مصروف ہو جاتا ہوں۔ دوپہر اور رات کے کھانے میں جو گھر میں پکے کھا لیتا ہوں۔ خاکسار نے کہا کہ پھر عام لوگوں سے فرق تو صرف صبح کی چائے اور دو انڈوں کا ہی رہ جاتا ہے۔ محظوظ ہوئے اور فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ میں تھوڑی مقدار میں مرغوب کھانا کھاتا ہوں۔ ادھر ادھر کی زائد اشیاء سے پرہیز کرتا ہوں اور دراصل حقیقت اچھی صحت اللہ تعالیٰ کی نوازش ہے۔

آپ پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہی تھا کہ آپ نے اچھی صحت کے ساتھ لمبی عمر پائی اور اس طرح بھرپور خدمت دین کی توفیق ملی۔ تاہم بہت کچھ کرنے کے باوجود ان میں عاجزی اور انکساری کا پہلو نمایاں تھا۔

باکمال اور فعال زندگی گزارنے والے

(مکرم حافظ عبدالحلیم صاحب)

ایک باکمال، بامقصد اور فعال لمبی زندگی گزار کر اپنے مولا کے حضور حاضر ہونے والی ہستی حضرت مرزا عبدالحق صاحب کے بعض خصائل کا تذکرہ مقصود ہے۔ابتداء میں خوشاب اور قرب و جوار کے دیہات اور شہر ضلع سرگودھا ہی کا حصہ تھے۔ بچپن میں ہم لوگ چک TDA 2 ضلع سرگودھا میں ہی شامل تھے۔اس حوالہ سے مکرم حضرت مرزا صاحب کا ذکر نہایت محبت اور عقیدت کے ساتھ گھروں میں ہوتا رہتا تھا۔ ہمارے بزرگوں میں سے کوئی نہ کوئی ہر دوسرے تیسرے روز آپ کی کوٹھی ضرور آتا جاتا اور بحیثیت امیر صاحب ضلع آپ کی کوئی نہ کوئی بات اور مرکزی ہدایت آپ کے توسط سے ہمارے گاؤں پہنچتی رہتی تھی اس لئے بہت بچپن سے ہی آپ کے نام نامی سے نہایت قلبی احترام اور عقیدت کے ساتھ شناسائی تھی۔پھر 1974ء کے پُرآشوب دنوں میں سرگودھا شہر میں جس طرح احمدیوں کو ابتلا کی بھٹی سے گزرنا پڑا کس طرح آگیں لگیں اور کس طرح مکرم امیر صاحب کی قیادت اور رہنمائی میں صبر و شکر کے ساتھ یہ دور گزرا اس کی بھی بہت ساری یادیں ذہن میں محفوظ ہیں۔ان دنوں خود ہمارے گاؤں میں بھی اس یورش کی وجہ سے بہت سارے خطرات تھے۔مجھے یاد ہے ہمارے گاؤں سے ہمارے ذمہ دار عہدیداران مکرم امیر صاحب ضلع سے ہدایات لینے آتے جاتے تھے۔اس کے مطابق ہی ساری تدابیر کو عملی جامہ پہنایا جاتا تھا۔

آپ کے ساتھ مزید تعارف جامعہ احمدیہ میں آپ کی بعض کُتب کے مطالعہ سے ہوا جیسے روح العرفان اور تنویر القلوب وغیرہ۔جن کے مطالعہ سے آپ کی عاجزی، انکساری، علمی بلند مرتبی اور تقویٰ و طہارت کا بھی پھوٹ پھوٹ کر اظہار ہوتا تھا۔

جامعہ احمدیہ میں ہمارے پرنسپل مکرم سید میر محمود احمد صاحب گاہے بگاہے بزرگان سلسلہ کو جامعہ احمدیہ میں مدعو فرمایا کرتے تھے۔اس طرح بھی ایک سے زیادہ مرتبہ آپ سے ملاقات اور فیض صحبت اور خطابات سننے کا موقع ملا۔آپ ایک مخصوص وضع کے حامل وجود تھے۔تیکھے نقوش، منحنی جسم مگر کلاہ والی پگڑی اور گرمیوں سردیوں کی مناسبت سے گرم یا سردکوٹ آپ کی شخصیت کو خوب نکھارتے تھے۔دسیوں، بیسیوں دفعہ آپ کو قریب سے دیکھا ہمیشہ یہی تاثر رہا ہے کہ آپ نے لباس میں سفید کپڑے کو ضرور شامل کیا۔پگڑی تو سفید تھی ہی عموماً کپڑے بھی سفید اور خوب نکھرے اور دھلے ہوئے ہوتے۔چلتے اتنے خوبصورت انداز سے تھے کہ کہیں زمین کو تکلیف نہ ہو۔عبادالرحمٰن کی ایک علامت خدا تعالیٰ نے قرآن میں اسطرح بیان فرمائی کہ وہ زمین پر انکساری سے چلتے ہیں۔(سورہ الفرقان)اس صفت سے آپ کو خوب خوب حصہ ملا تھا۔عملی زندگی میں خاکسار کو مدرسۃ الحفظ میں بھی چند سال قرآن حفظ کروانے کی سعادت حاصل رہی ہے۔جہاں تک مجھے یاد ہے تقریباً ہر سال ہی سالانہ تقریب میں معزز مہمانوں میں آپ سرفہرست ہوتے

تھے۔ ایک دفعہ ہمارے اُستاد مکرم سید طاہر احمد صاحب (جب ناظر تعلیم تھے) نے مجھے کہا کہ حضرت مرزا صاحب کے ساتھ جاؤ اور چائے پیش کرو۔ ان دنوں مدرسہ کے صحن سے لان میں جانے کے لئے دیوار کے ساتھ چند اینٹوں پر مشتمل چھوٹا سا راستہ تھا میں نے آپ کا بازو تھام لیا بہت خوش ہوئے اظہار تشکر ان کے چہرے سے تو پھوٹ ہی رہا تھا ہونٹوں پہ آنے لگا تو میں نے بھانپتے ہوئے کہا حضرت یہ جو میں نے آپ کا بازو تھاما ہوا ہے اس لئے ہے کہ میں کہیں گر نہ پڑوں۔ اس چہرے کا تبسم ہنسی میں بدل گیا اور فرمانے لگے آپ نے خوب بات نکالی۔ پھر میرا تعارف پوچھنے لگے۔ میں نے کہا ہم آپ کے ضلع سرگودھا سے تعلق رکھتے ہیں۔ بس آپ نے ہمیں خوشاب ضلع بنا کر الگ کر دیا۔ خیر اس طرح ہی بے تکلفانہ انداز میں چک T.D.A 2 ضلع خوشاب کا ذکر کر دیا۔ ہمارے گاؤں کی جماعت چونکہ ایک بڑی جماعت شمار ہوتی تھی اسی لئے سن کر یکدم رک گئے اور متعجبانہ انداز میں فرمانے لگے اچھا وہاں کے ہیں آپ؟ پھر میں نے اپنے ابا مرحوم چوہدری عبدالکریم کاٹھ گڑھی مربی سلسلہ اور دادا جان مکرم صوفی عبدالعزیز کاٹھ گڑھی کا ذکر کیا تو اتنی اپنائیت کا اظہار فرمایا کہ میں حیران رہ گیا۔

جامعہ احمدیہ میں تعلیم کے دوران مکرم برادرم نصیر احمد صاحب انجم کے ساتھ دو تین دفعہ مکرم مرزا صاحب سے ملاقات کیلئے سرگودھا جانے کا موقع ملا۔ نماز ہم نے آپ کے پیچھے پڑھی۔ انجم صاحب کو فرمانے لگے صبح ناشتے پر آئیں۔ مکرم انجم صاحب نے اپنے گھر مجھے ٹھہرایا اور صبح ہم نماز میں شامل ہوئے۔ نماز کے بعد آپ نے اپنی سیر کا ٹریک بتایا جو گھر ہی میں تھا۔ فرمانے لگے میں یہاں اتنی دیر تیز سیر کرتا ہوں اتنے چکر لگانے سے تین میل کا فاصلہ بن جاتا ہے۔ پھر ہم نے آپ کے ساتھ ناشتہ کیا کوئی لمبی چوڑی باتیں وعظ و نصائح نہیں فرمائیں۔ بس آپ کی قربت سے بہت ساری کثافتیں دور ہو گئیں۔

پھر تو یہ با قاعدہ معمول ہو گیا کہ جب بھی اپنی زمین پر جانا ہوتا تو ٹائمنگ اس طرح سیٹ کرتا کہ نماز جمعہ مکرم مرزا صاحب کے ساتھ پڑھوں۔ آپ بہت ہی خوبصورت انداز میں حالات حاضرہ پر سیر حاصل گفتگو کرتے اور احباب جماعت کی راہنمائی کرتے۔ نماز جمعہ کے بعد تیزی سے جاتے بھی کئی دفعہ دیکھا مگر رش کی وجہ سے مصافحہ تو نہ ہوتا مگر دیدار خوب ہو جاتا۔ آپ نے طویل عمر ہی نہیں بلکہ خلفاء کی اطاعت میں طویل عمر پائی۔ پھر بہشتی مقبرہ میں تدفین کا شرف بھی حاصل ہو گیا۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

قائداعظم کے سابق ایڈوائزر

پاکستان کے معمرترین اشخاص میں سے ایک بہت ہی مشہور مذہبی شخصیت و مذہبی سکالر آج بریڈفورڈ کا دورہ کر رہے ہیں۔ تاکہ وہ دینی تعلیمات کے فلسفہ سے آگاہ کریں اور ان پر عمل کرنے کے فوائد بتائیں۔

مرزا عبدالحق صاحب جن کی عمر ایک سو دو سال ہے اور جو بانی پاکستان محمد علی جناح کے سابق ایڈوائزر رہ چکے ہیں۔ وہ آج احمدیہ بیت ٹاکٹن روڈ میں سات بجے تقریر کریں گے۔ سابقہ وکیل نماز اور دین حق کے مقصد کی طرف لوگوں کی توجہ مرکوز کروائیں گے اور اس کے ساتھ اپنی لمبی اور صحت مند زندگی کا راز بھی کھولیں گے۔

(Birmingham Evening Mail Wednesday ,October 2,2002)

زندۂ جاوید بزرگ

کیا بات اس کے کفر میں پوشیدہ تھی
ایک کافر کیوں حرم والوں کو یاد آیا بہت

(مکرم عبدالسمیع نون صاحب مرحوم)

لاریب یہ حقیقت ہے کہ موت زندگی سے بھی زیادہ یقینی ہے مگر یہ حقیقت اتنی تلخ ہے کہ اس کو تسلیم کرنا کوئی آسان بات نہیں بلکہ جب دنیا سے کوئی پیارا وجود اٹھ جاتا ہے تو وہ پیچھے رہ جانے والوں کی زندگی کا ایک حصہ بھی ساتھ لے جاتا ہے اور یوں ایک طرف قبروں کے گڑھے بھرے جارہے ہیں تو دوسری طرف پسماندگان کے دلوں میں بھی ایسے گڑھے پڑجاتے ہیں جس کا علاج نہ کسی ماہر ڈاکٹر کے پاس ہے نہ حالیہ دور کی سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی ان کا کوئی مداوا کر پاتی ہے۔

بڑی شبھ گھڑی تھی جب سرگودھا میں مستقل طور پر آکر پیشہ وکالت اختیار کرنے سے قریباً چار سال قبل مجھے حضرت مرزا عبدالحق صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ باوجود اپنی کم علمی اور کوتاہ فکری کے اسی پہلی ملاقات میں ہی میں بھانپ گیا تھا کہ یہ شخص مقربان الٰہی میں سے ہے اور صالحین کی جماعت میں سے ہے اور صاحب کشش و جذب بزرگ ہے اور میں نے دیکھا کہ

بس ایک ہی دھن ہے کہ کریں خود کو تصدق
راضی ہو کسی طرح سے محبوب ہمارا

پھر تو ملاقاتیں کسی نہ کسی بہانے زیادہ ہونے لگیں۔ بالآخر 1954ء میں جب میں نے وکالت شروع کی تو حضرت ممدوح کو قانون کے محاذ پر ڈٹ کر پُراثر بحث کرتے دیکھ کر انہیں ہی اپنا استاد بنانا چاہا جسے موصوف نے خوشی سے قبول فرمایا اس طرح مجھے آپ کے تلمیذ ہونے کا اعزاز خصوصی بھی عطا ہوا۔ پیر فضل شاہ گجراتی کے الفاظ میں دعا مانگی۔

ربّا لگ رکھیں میرا در نیواں
اُڈھاں والیاں نال پیار لائے
میں جیری ہوئی چادر اپنی نوں
بناں ویکھیاں پیر پیار دتا

استاذی المحترم مرزا صاحب کی صحبت صالح کے پہلے چالیس سال تو زرّیں انمول اور بیشمار مواقع ملے آپ کی قیادت میں ہر دوسرے ہفتے ضلعی جماعتوں کے دورہ پر خاکسار کے علاوہ برادرم مکرم حافظ ڈاکٹر مسعود احمد صاحب اور برادرم قریشی محمود الحسن صاحب (مرحوم) اور برادر مکرم شیخ محمد اقبال صاحب پراچہ بھی ہمرکاب ہوتے تھے اور ہمیں سب کو یہ بھی فخر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ہم چاروں کو مرزا صاحب کی فیملی کہا کرتے تھے۔ اول تو موٹر کار نہیں ہوتی تھی تو بھائی اقبال پراچہ صاحب جو ایثار و وفا کے پتلے تھے اپنی کوئی نئی بس ہی نکلواتے اور ہم پانچ کس اس بس میں سوار ہو کر کچے راستوں پر دھول دھپے کی پرواہ کئے بغیر عشق احمدیت اور اطاعت امیر میں مست و سرشار

رہتے پھر میں نے ایک کار خریدی تو اس نے چند سال ناقہ کا کام دیا اور پھر پیارے بھائی حافظ ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کے استعمال کے لئے ان کے عزیز بھائی وود احمد صاحب نئی بڑی فورڈ کار لندن سے لائے تو مستقل طور پر نئی سواری میسر آئی اور اس میں سفر بے حد آرام دہ ہو گیا۔

ہم لوگ جس جماعت میں جاتے وہاں اگر کوئی اجتماعی مسئلہ ہوتا یا تربیت کے لحاظ سے کسی دیہی جماعت کی کوئی چول ڈھیلی نظر آتی تو حضرت امیر صاحب ہمیشہ خطاب فرمایا کرتے تھے اور وہ شخص خود قول سے بڑھ کر عمل کا نہ صرف قائل تھا بلکہ عملی زندگی میں اعمال صالحہ کا بہترین نمونہ تھا۔ ایسے شخص کی بات دل سے نکلتی اور سیدھی دل پر اترتی جاتی تھی۔ برخلاف دنیاوی واعظین مقامی جماعت کے دوستوں کی بہترین تربیت کے مواقع تو ہوتے ہی تھے ہم لوگوں کو بھی اپنے اپنے گریبانوں میں جھانکنے اور اپنی اپنی اصلاح کرنے کے لئے نہایت عمدہ موعظت نصیب ہوتی اور جب حضرت امیر صاحب حضرت مصلح موعود کا ذکر کرتے اور اکثر اپنی تقاریر بلکہ گفتگو میں بھی حضور کے اقوال زریں کا حوالہ دیا کرتے تھے تو اس وقت آپ کی حالت دیدنی ہوتی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ یہ شخص اپنے آقا کی مجلس خاص میں حاضر ہے اور آقا کی نگاہیں انہی پر جمی ہوئی ہیں اور یہ اس کیف کے مزے لے رہا ہے اور طرہ یہ کہ ہم کو بھی اس حظ روحانی میں شریک کرنے کی سعی فرما رہے ہیں۔ میں اس حصہ بیان کی کیفیت اور ماہیت بیان کرنے سے یکسر قاصر ہوں۔

وہ روح پرور لمحے میرا وجدان گواہی دیتا ہے کہ وہ میرے حافظے کے گلدان میں آج بھی تازہ ہیں اور تفاصیل یاد نہ بھی ہوں تو تحت الشعور میں ان خوشگوار یادوں کی مہک محسوس کرتا ہوں۔ ہم سب کے لئے یہ نہایت عمدہ درسگاہ ہوتی تھی جس میں قرآن کریم کی آیات کی تلاوت بھی ہوتی تھی۔ حدیث شریف کے حوالے بھی اور حضرت مسیح پاک کی نثر کے مفہوم اور اشعار اردو میں بھی، فارسی میں بھی بڑے دلنشین انداز میں سناتے تھے۔ آپ کو حافظ قرآن نہیں تھے مگر قرآن کریم کے ساتھ عشق و محبت کے نتیجے میں آپ کو بہت سے حصے قرآن مجید کے یاد تھے اور تقریر کرتے ہوئے تو فرفر قرآن کریم کے حوالے ایسے انداز میں دیتے تھے کہ سننے والا جانتا کہ یہ حافظ قرآن مجید ہیں۔

عشقِ قرآن

اوپر میں نے آپ کے عشق قرآن کا ذکر کیا ہے یہ محض کوئی خوش عقیدتی نہیں ہے نہ مبالغہ کا بیان بلکہ یہ اس شخص کا ذکر کر رہا ہوں جس نے عین عالم شباب میں روزانہ 4 گھنٹے مسلسل دس سال تک قرآن کریم کے معانی و مفہوم کے سمجھنے میں صرف کئے اور فرمایا کرتے تھے اس میں کوئی ناغہ نہیں ہوا اور ایک اوپری لے میں حضرت مسیح موعود (اپنے آقا) کا فارسی کا یہ شعر پڑھتے کہ ؎

من ندارم مایہ کردار ہا
عشق جوشید و از و شد کارہا

کہ میں کردار کی پونجی نہیں رکھتا بس اندرونی عشق نے جوش مارا اور اس سے سارے کام ہو گئے۔

آپ کے فارسی کا شعر پڑھنے سے یاد آیا ایک اپنے آقا و مرشد کا یہ شعر بھی آپ کو بے حد عزیز تھا۔ ؎

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی
دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند

(ترجمہ) تو دیوانہ بنا کر ہر دو جہاں بخش دیتا ہے مگر مولا تیرا دیوانہ دو جہانوں کو کیا کرے گا اسے تو تُو مطلوب ہے۔

قرآن کریم کا ساری عمر درس جاری رہا کہ تدریس قرآن میں ان کی صحت کا بھی راز پوشیدہ تھا۔قرآن کریم کے نوٹس حضرت مسیح پاک کی تفاسیر سے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے درس سے اور پھر خود حاضر ہو کر کمال مداومت کے ساتھ حضرت مصلح موعود کے درس قرآن اور تفسیر سے پوری طرح استفادہ کیا اور پھر اس نعمت کو تقسیم کرنے اور ان خزائن کو بانٹنے میں اپنی متاع جان صرف کردی ۔کمال یہ تھا کہ سامعین کے فہم وادراک کی سطح پر اتر کر سمجھاتے تھے۔ مجھے چار خلفاء عظام کی اقتداء میں نمازیں پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ان کی تو بات ہی الگ ہے وہ تو خدا تعالیٰ کی چنیدہ اور منتخب ہستیاں ہوتی ہیں۔ میں اپنے جان و دل کو گواہ رکھ کر یہ عرض کرتا ہوں خلفائے کرام کے بعد جولذت اور سرور حضرت مرزا عبدالحق صاحب کی اقتدا میں نماز ادا کرنے میں نصیب ہوتا تھا وہ کہیں اور نہ ملا۔تلاوت کرنے کا آپ کا انداز منفرد تھا اس میں جذب بھی تھا کشش بھی۔ ترتیل بھی تھی مگر اس میں ہرگز تصنع یا بناوٹ کا شائبہ نہیں ہوتا تھا۔مقتدی اور سامعین بھی اپنی اپنی بساط کے مطابق لطف اندوز ہوتے تھے یہاں اپنے موضوع سے بھٹک جانے کا الزام لینے کو تیار ہوں مگر برادرم حافظ ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کی تلاوت کے انوکھے طریق اور دلربا انداز کا ذکر نہ کروں تو ناشکرے پن کا مجرم ہوں گا۔وہ شیرینی وہ حلاوت اور وہ مستی خود حافظ صاحب میں اور پھر سامعین اور مقتدیوں میں بھی منتقل ہوتی دیکھی کہ کہیں اور باید و شاید۔اے کاش پھر ربوہ میں جلسہ سالانہ کا سٹیج ہو اور پھر حضرت خلیفہ وقت کے پاس کھڑے ہو کر میرے پیارے بھائی حافظ ڈاکٹر صاحب تلاوت کر رہے ہوں اور یہ عاجز وہیں قدموں میں بیٹھا سن رہا ہو اور لاکھوں سامعین مسحور ہو جائیں۔

ع لوٹ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

کاش سورہ مومن کے پہلے رکوع کی حافظ صاحب کی تلاوت جو انہوں نے 83ء کے جلسہ سالانہ پر کی تھی ایک بار پھر میری سماعتوں کو نصیب ہو۔اے کاش!

ایک اور واقعہ قراءت قرآن کریم کا شاید اسے بھی برمحل نہ سمجھا جائے مگر دیوانے کا کیا ہوتا ہے اس نے تو ہر حال میں اپنی قلبی واردات کا ذکر کرنا ہوتا ہے۔ 1983ء کی ایک شام میرے غیر از جماعت دوست دوائی لینے کے لئے مجھے ربوہ ہمراہ لے گئے۔ نام تھا ان کا سردار جاوید اختر خان بلوچ ایڈووکیٹ۔جب واپس آنے لگے تو مغرب کی نماز حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی اقتداء میں پڑھنے کے لئے میں بیت مبارک میں چلا گیا جن لوگوں نے حضور کی اقتدا میں نمازیں پڑھی ہیں وہ جانتے ہیں کہ نمازوں میں گویا اپنے خالق و مالک کے حضور حاضر ہو کر اس کا کلام پڑھ رہے ہوتے اور ایک پُرکشش لحن اور سوز تلاوت آیات قرآنی کا ہوتا تھا۔میرا یقین میرے مشاہدے پر مبنی تھا کہ میرے دوست جاوید اختر خان نے کبھی بھی کہیں نماز نہیں پڑھی تھی۔ میں نے نماز ختم ہونے پر سلام پھیرا تو کیا دیکھتا ہوں جاوید اختر صاحب میری پچھلی صف میں بیٹھے ہیں جب فارغ ہو کر بیت کے گیٹ پر آئے جہاں موٹر کھڑی تھی تو میں نے پوچھا کہ خان صاحب آپ کب اور کیونکر نماز میں شامل ہوئے تو انہوں نے کہا کہ نہ میرا وضو تھا نہ نماز میں شامل ہونے کا کوئی ارادہ۔جب مرزا صاحب کی قرأت میں نے سنی تو کسی غیبی طاقت نے مجھے اٹھا کر بیت میں کھڑا کر دیا اور میں قراءت سن کر مست ہو گیا اور پھر وہ دہراتے رہے کہ ایسی دل میں گھر کر جانے والی قرأت پہلے کبھی نہیں سنی۔اصل میں پڑھنے والے کا قرآن کے ساتھ تعلق خاطر اس کے لحن کو سنوارتا اور نغمگی اور جذب و کیف کو

ابھارتا ہے اور یہ صفات حضرت مرزا صاحب کی قراءت میں بھی موجود تھیں۔

مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ

فرمایا کرتے تھے کہ اردو فارسی یا عربی کا کوئی لفظ حضور انور کے قلم سے نہیں نکلا جسے میں نے پڑھا نہ ہو اور عربی کے حضور کے کلام نثر اور نظم کو لغات عربی سے حل کیا بلکہ ترجمہ کیا جو خود خلفائے کرام نے پسند فرمایا۔

آپ کی متعدد تصانیف مطالعہ کیں۔ ایک کتاب غالباً صداقت حضرت مسیح موعودؑ مجھے 1956ء یا 1958ء میں مجھے دی جب میں لندن جارہا تھا کہ محترم ڈاکٹر پروفیسر عبدالسلام صاحب کی خدمت میں پیش کروں۔ جو انہوں نے بڑی عقیدت، کمال ادب اور ساتھ ہی میرے شکریے سے وصول فرمائی۔ میں نے تو فضائی سفر کے دوران ہی ساری پڑھ لی تھی اور آپ کی تالیف ''روح العرفان'' ایک ایسا روحانی مائدہ ہے کہ کئی بار پڑھ چکا ہوں چونکہ حضرت مسیح موعودؑ کی تصانیف کے اقتباسات ہیں عجیب لذت دیتے ہیں عربی عبارات کے ترجمے بھی ساتھ ہیں۔ سوچتا ہوں کہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے کتنے اوقات عطا فرمائے تھے اور ان اوقات کا کس قدر بابرکت اور صحیح استعمال کیا کہ قرآن کریم اور حدیث شریف اور کتب حضرت مسیح موعود کا رو بخدا شخص ''عاشق صادق'' اور ''حافظ'' بھی ہو گیا اور جو محنت کر گئے ہیں وہ احمدیت کی کئی نسلوں کو کام دے گی۔

وقت کی پابندی

انسان حیران ہو جاتا ہے جب آپ کے وسعت مطالعہ قرآن کریم، حل لغات عربی اور مطالعہ کتب و اشتہارات حضرت مسیح موعودؑ کا خیال کرتا ہے مگر یہ وہ شخص تھا جو وقت کی قدر و قیمت کو جانتا اور پہچانتا تھا تبھی تو اس کے اوقات میں برکت پڑی ورنہ یہاں تو وقت کا ضیاع ایک فیشن کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ جتنا بڑا دنیا کے لحاظ سے شخص ہوتا ہے اتنے ہی گھنٹے دیر سے وقت مقررہ سے پہنچ کر اپنی اہمیت جتلاتا ہے۔ ایسے لوگ کوئی بڑا کام نہیں کر سکتے۔ حقیقت میں بڑے لوگ وہی ہیں جو وقت کی قدر کرتے ہیں اور حضرت مرزا صاحب اس میدان میں بھی ایک منفرد حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کی زندگی کا سارا نظام گھڑی کی سوئیوں کی پابندی کرتا تھا۔ جہاں جانا ہو تقریب کوئی ہو حتیٰ کہ ٹینس کھیلنے جایا کرتے تھے تو عین مقررہ وقت پر کلب میں پہنچ جاتے۔ راستے میں چودھری قائم الدین صاحب قائم مقام ڈی سی کی کوٹھی پڑتی تھی۔ ان کے بیٹے کہتے تھے ہم اپنی گھڑیاں آپ کے مقررہ وقت سے ملا لیا کرتے تھے۔ ہم جب دوروں پر جاتے تو کیا مجال جو کوئی بھی حتیٰ کہ پراچہ صاحب محترم بھی ایک منٹ کی بھی تاخیر کریں۔ ایک دفعہ مغرب کی نماز کے وقت کوٹ مومن جانا تھا میری اور میری کار کی ڈیوٹی تھی۔ ہمارے ساتھیوں نے ایک ''سازش'' کی بھی چائے کے عادی تھے (سوائے جناب محترم حافظ صاحب کے کہ وہ مخالفین چائے میں سے تھے) کہ جانے سے پہلے میرے گھر پر پئیں گے اور وہاں سے اکٹھے کوٹ مومن کے لئے روانہ ہوں گے۔

ہم جب اکٹھے ہو چکے اور چائے تیار ہو رہی تھی تو میں نے اپنے بیٹے عبدالبصیر کو بھیجا کہ وہ حضرت مرزا صاحب کو یہاں ہمارے گھر لائے۔ بصیر گیا تو حضرت موصوف نے گھڑی دیکھی اور فرمایا کہ ''بیٹا ڈیڑھ منٹ لیٹ ہو''۔ اس نے ادب سے معذرت کر لی۔ گھر آئے تو پوچھا یہ کیا میں نے عرض کیا کہ چائے یہاں نوش فرمالیں ہم پی لیتے ہیں کوٹ مومن والوں کو کیا تنگ کرنا ہے فرمایا ''دیر ہو جائے گی'' میں نے کہا کہ آرام سے آپ چائے پی لیں انشاءاللہ

74ء میں غازیوں کی ایک یلغار آپ کے گھر پر بھی پڑی کچھ سامان لوٹ لے گئے کچھ توڑ پھوڑ کی حتیٰ کہ کسی نادان بدنصیب نے آپ کی جیب سے پارکر کا پن بھی چھین لیا

وقت پر پہنچ جائیں گے۔ کچھ گاڑی بھی اچھی تھی کچھ اپنا بھی جوانی کا گرم خون۔ بہت تیز گاڑی دوڑائی اور کوٹ مومن سے باہر تھانے کے پاس پہنچے تو میں نے عرض کیا کہ وہ دیکھ لیں سورج سرخ گولے کی صورت نیچے افق میں اترنے کی تیاریوں میں ہے اور کسی کے بیت احمدیہ میں پہنچنے کا منتظر ساکت و جامد کھڑا ہے۔ بہر حال ہم بخیریت وقت سے پہلے بیت احمدیہ کوٹ مومن میں پہنچ گئے۔

اندازِ تربیت

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے زمانے میں حضور نے یہ طریق اختیار فرمایا تھا کہ کسی مرکزی مربی سے کسی دیئے گئے موضوع پر علمی تقریر کرواتے اور پھر پاکستان کی جماعتوں میں اسی موضوع پر تقریر کرنے کا ہر جماعت کو ارشاد فرمایا کرتے مرکز میں مجھے یاد ہے حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کی تقریر تھی مجھے معلوم تھا کہ مجھے سرگودھا میں اسی موضوع پر تقریر کرنے کا حکم ملنا ہے۔ میں بیت مبارک ربوہ میں حاضر ہوا مضمون مشکل تھا حضرت خالد احمدیت کی تقریر سن کر ان سے نوٹس بھی لے لئے اور تقریر تیار کرلی۔ جب میں سرگودہا آ کر تقریر کر رہا تھا تو آپ نے فرمایا ''ایک منٹ باقی ہے''۔ میں نے عرض کیا جناب جب آپ جلسہ سالانہ پر تقریر کر رہے ہوتے ہیں۔ جب آپ کو وقت کا الٹی میٹم ملتا ہے تو آپ فرماتے ہیں اچھا وقت پر ختم کردوں گا ''باقی چھپ جائے گی'' میری تو باقی چھپنی بھی کہیں نہیں۔ اس پر آپ نے قہقہہ لگایا اور اجازت دی کہ اچھا تم اپنا مضمون مکمل کرلو۔

مٹی کے پیالوں میں چائے کی پیشکش

1974ء میں غازیوں کی ایک یلغار آپ کے گھر پر بھی پڑی کچھ سامان لوٹ لے گئے کچھ توڑ پھوڑ کی حتیٰ کہ کسی نادان بدنصیب نے آپ کی جیب سے پارکر کا پن بھی چھین لیا۔

ملک محمد اقبال صاحب ایک معروف اور نامور فوجداری کے ماہر وکیل تھے۔ آپ کے دوست تھے رمضان کا مہینہ تھا دوسرے روز سہ پہر کو اپنے وکیل نوجوان بیٹے کے ساتھ احوال پرسی کے لئے آپ کے گھر گئے۔ تو آپ نے فرمایا ملک صاحب آپ ذیابیطس کے مریض ہیں شاید روزہ نہ ہوگا۔ اگر ایسا ہی ہے تو میں چائے پیش کروں مگر اس معذرت کے ساتھ کہ ہمارے گھر میں کراکری نام کی کوئی چیز باقی نہیں بچی۔ ہم نے مٹی کے پیالے گھر میں رکھ لئے ہیں۔ اگر محسوس نہ کریں تو چائے انہی مٹی کے پیالوں میں پیش کرسکتا ہوں۔ ملک صاحب نے شکریہ ادا کیا۔ ملک صاحب نے دوسرے روز مجھے بتایا کہ میرے بیٹے نے واپسی پر مجھے کہا کہ ابا یہ کیا بات ہے کہ یہ 75 سالہ بوڑھا ہے گھر میں سامان حتیٰ کہ پرچ پیالی تک بھی نہیں بچی ہے۔ وہ خود روزے سے ہیں آپ جوان اور میں نوعمر ہمارا دونوں کا روزہ نہیں ہے پھر بھی وہ کافر اور ہم؟

حضرت خلیفہ ثالثؒ نے کچھ رقم بھیجی۔ اس دن 68 دکانوں مکانوں کو نقصان پہنچا تھا۔ حافظ بھائی کا مکان کلینک کار وغیرہ سب کچھ نذر آتش، کچھ بھی نہ بچا۔ حضرت مرزا صاحب کا بھی نقصان کافی تھا۔ مگر ان دونوں بزرگوں نے اس رقم میں سے کچھ بھی نہ لیا باوجود ہمارے اصرار کے کہ یہ

تبرک ہے۔ ہم نے حضرت صاحب کی خدمت میں رپورٹ کردی تو حضور نے فرمایا میں ان کے لئے الگ سے خاص طور دعا کر رہا ہوں انہیں مجبور نہ کریں وہ نہیں لیں گے دوسروں میں تقسیم کردیں۔

حضرت مصلح موعود کے ساتھ خصوصی تعلق

اس آقا و مطاع اور اس جاں نثار غلام کے تعلقات کی گہرائی کو تو اللہ ہی جانتا ہے۔ حضرت مصلح موعود کے ساتھ یکرنگی اور ہم آہنگی اور اطاعت شعاری حضرت مرزا صاحب کی اپنے کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ ہر ہفتے اپنے آقا کی خدمت میں پہنچنے کی دلی تمنا کو مالک الملک خوب پوری کرنے کے اسباب بھی مہیا فرما دیتا تھا۔

آقا وہ جس کی پیدائش سے بھی تین سال قبل مصور حقیقی نے بڑی تفصیل کے ساتھ اس کے خدوخال اور رنگ نقشہ بیان فرمادیا تھا جس میں اس کو حاصل ہونے والے کمالات روحانی اور دینی کا ذکر بھی تھا اس کی فتوحات کا تذکرہ بھی تھا اس کے حسن و جمال اور اولوالعزم ہونے کی پیش خبری بھی تھی۔ سماوی تائیدات اور نصرتوں کے وعدے بھی نمایاں تھے۔ پھر بندہ نوازی اور چاکر پروری اور عشق و وفا کے مظاہرے کرنے میں تو یہ سارا مقدس خاندان ہی ایک بلند مینار کی مانند کھڑا نظر آتا ہے اور سب کے ماتھے کے جھومر خود حضرت مسیح و مہدی اور حضرت مصلح موعود بھی نے اس حضرت مہدی کے راج دلارے کو پہچانا لیکن شناخت شناخت میں بھی فرق ہوتا ہے پھر حضور انور کے ساتھ حضرت مرزا صاحب نے اطاعت فرمانبرداری اور محبت بھی ایسے رنگ میں کی کہ ہزاروں رشک کرتے تھے۔ آج ہم اس بے مثال آقا اور اس کے ساتھ بے مثل اطاعت کرنے والے غلام کا ذکر تمام کیسے کرسکتے ہیں۔

حضرت مصلح موعود کے ہی مبارک الفاظ بزبان حضرت مرزا صاحب کچھ یوں بیان کرسکتے ہیں اور شاید یہ ہی مختصر مگر جامع بیان عاشق و معشوق کے درمیانی احوال کا ہو۔ ؎

شکر خدا گزر گئی راز و نیاز میں ہی عمر
مجھ کو بھی ان سے عشق تھا ان کو بھی مجھ سے پیار تھا

حضرت مرزا صاحب فرماتے تھے کہ ایک حضور کا (ذاتی یا جماعتی) ضروری مقدمہ درپیش تھا۔ حضور نے مجھے فرمایا یہ میری قمیص کل پہن کر عدالت جانا ہے انشاءاللہ کامیابی ہوگی اور مرزا صاحب وہ اپنے قد سے لمبی قمیص پہن کر گئے اور قادر کریم نے کامیابی بخشی **وھو علی کل شئی قدیر**۔

اب اس عاجز کے پاس قمیص تو حضور انور کی کوئی نہیں تھی البتہ حضرت سیدہ آپا جان مہر آپا صاحبہ نے جو ازراہ غلام نوازی مجھے "بھائی" کہتی تھیں حضور مصلح موعود کا ایک گرم پاجامہ عطا فرمایا اس پر سرٹیفکیٹ اپنے دست مبارک سے لکھا کہ حضور کا مستعملہ گرم پاجامہ ہے۔ اپنے بھائی کو تحفہ دیتی ہوں۔ نیچے تاریخ درج فرمادی میرا بھی ایک ذاتی مقدمہ تھا جو میرے لئے بہت اہمیت رکھتا تھا۔ اب کس طرح پہنوں شلوار کے نیچے پہننا تو تبرک کے ادب کے خلاف ہے مجھے یہ ترکیب سوجھی کہ اپنی قمیص کے نیچے اور بنیان کے اوپر گلے میں ڈال لیا۔ مجھے بھی حضور کی برکتوں سے وافر حصہ ملا اور میں بھی مقدمہ جیت گیا۔ الحمدللہ۔

بات کہاں سے کہاں چلی گئی دراصل حضرت مصلح موعود کا ذکر چھڑ جائے تو میرے دل کی دھڑکنیں باگیں تڑا کر میرے قابو میں نہیں رہتیں اور باغی ہوجاتی ہیں اور میں اس حالت کو پسند بھی بہت کرتا ہوں چاہتا ہوں کہ آج کے زمانے سے پینتالیس پچاس برس پہلے کے فرحت بخش اور روح پرور زمانے میں کہیں کھو جاؤں شاید کہیں خواب میں

ہی وہ من موہنی شکل وہ اللہ کا محبوب اور میرا مطلوب نظر آجائے۔اے کاش! ؎

ہر شب اسی امید میں سوتا ہوں دوستو
شاید ہو وصل یار میسر مگر کہاں

ان دنوں میں ایک ''زندہ آدمی'' تھا اور میرا دل ایک پھول کی مانند اپنی شگفتگی اور تروتازگی کی وجہ سے کچھ کام کا بھی تھا۔ مگر اب دل صد چاک کا جو حال ہے وہی جو سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے ان اشعار میں بیان فرمایا ہے۔ ؎

دل کا کنول جو روز و شب
رہتا شگفتہ تھا سو اب
اس کا یہ ابتر حال ہے
اک سبزۂ پامال ہے
اک پھول کملایا ہوا
سوکھا ہوا بکھرا ہوا
روندا پڑا ہے خاک پر

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کے وصال کی خبر مجھ پر بجلی کی طرح گری اور ایک رات پہلے مجھے آواز آئی تھی کہ ''دلدار فوت ہوگیا ہے'' دوسری صبح زیارت چہرہ اور جنازے میں شرکت کے لئے تیار ہوگیا۔ اللہ اللہ کر کے نصف شب کو لاہور کے فضائی مستقر پر پہنچے وہاں پر جماعت لاہور نے ریفریشمنٹ کا انتظام کیا ہوا تھا حضرت مرزا صاحب کو سلام عرض کیا۔ آپ بہت ہی غمزدہ تھے حیران ہوئے کہ تم نے بھی ہمت کر لی۔ آپ درست ہی فرمارہے تھے۔ کیونکہ چند ماہ قبل میں نے دل کی اوپن سرجری کروائی تھی۔ ہنوز نقاہت باقی تھی ہم اکٹھے لاؤنج میں جا کر بیٹھے میں نے عرض کیا یہاں غسل خانے وغیرہ بہت صاف ہیں نہ معلوم جہاز میں کیا حال ہو اگر مناسب سمجھیں تو یہاں ایک دفعہ فراغت ہوجائے فرمایا ہاں یہ ٹھیک ہے اور پھر میں دروازے پر کھڑا تھا مجھے آپ کی طبیعت کا بہت عرصہ سے پتہ تھا کہ آپ کسی کا استعمال شدہ تولیہ خواہ بظاہر کتنا صاف ہی ہو استعمال نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ میں نے انہیں اپنی چادر اس ان لکھے سرٹیفکیٹ کے ساتھ پیش کی کہ یہ بالکل صاف ہے۔ اسے استعمال فرماویں مسکرا کر پوچھا کہ آپ نے یہ چادر کس لئے رکھی ہوئی ہے میں نے کہا حضرت مامور زمانہ کے تتبع میں۔ حضور نے فرمایا تھا ع

دوش پر میرے وہ چادر ہے کہ دی اس یار نے

چنانچہ یہ عاجز گرمیوں میں لون کی اور سردیوں میں گرم چادر سفر میں ہمراہ ضرور رکھتا ہے۔ جہاز میں بیٹھے طویل سفر تھا۔ جہاز تھا کہ خالی پڑا ہوا تھا چار چار سیٹوں والی ساری قطاروں پر ایک ایک دو دو آدمی بیٹھے تھے میں نے درمیانی ڈنڈے اٹھا کر بستر بنالیا اور سرہانے تین چار اکٹھے رکھ کر آرام کرلیا لیکن جونہی مجھے تکان سے آرام محسوس ہوا۔ حضرت مرزا صاحب کا خیال آیا آپ کے ساتھ ایک آدمی مسلسل باتیں کرتا آرہا تھا میں نے اسے پچھلی نشست لینے کو کہا اور حضرت امیر صاحب کو اپنی طرح بستر تیار کردیا اور پگڑی میں نے سنبھال کر وہیں رکھ دی جہاں اپنی سلیمانی ٹوپی رکھی تھی لیکن مرزا صاحب سوئے نہیں کوئی اور عقیدت مند آگیا اور اٹھ کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کمر سیدھی کر کے میں بھی حضرت مرزا صاحب کے پاس جا بیٹھا۔ فرمایا اس سانحہ عظیمہ پر کچھ شعر سناؤ۔ چنانچہ میں نے یہ شعر سنائے تو آپ نے پسند فرمائے۔

کلک الم طراز ذرا دیکھ بھال کر
کس سانحے کا ذکر ہے اتنا خیال کر

سن تو بھی ہم نشین ذرا دل سنبھال کر
کاغذ پہ رکھ رہا ہوں کلیجہ نکال کر
پرواز کون کر گیا پر تولتا ہوا
خاموش ہو گیا ہے چمن بولتا ہوا

فرمایا یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے بارے میں ہی کسی نے کہے ہیں۔

23؍اگست کی شام میں بمع اپنے بیٹے ملاقات کو گیا تو میں آپ کی حالت دیکھ کر ڈر گیا بہت نحیف سی آواز جو سمجھی نہیں جاتی تھی۔ مجھ سے پوچھا کیسے آئے ہو میں نے مختصراً گزارش کر دی فرمایا ''دیکھوں گا'' رات دس بجے مجھے فون کرایا کہ صبح دس بجے آجاؤ۔ 24؍اگست کو حاضر ہوئے تو فرمایا کام ہو گیا ہے مطمئن رہو۔ 26 تاریخ اپنے خالق حقیقی کے پاس خوشدلی سے پہنچ گئے۔ بجا کہ آپ نے طویل عمر پائی مگر سچ جانیئے ابھی تشنگی باقی تھی آپ کی قرار واقعی ضرورت تھی جواب مسلسل محسوس ہو رہی ہے۔ سوچتا ہوں کہ مجھے چھوڑ جانے والے میرے بزرگ میرے محسن اور میرے محبوب کرم فرما اور میرے عزیز اور پیارے جنہیں بستر سے گھر سے اٹھا کر سپرد خاک کر آئے ہیں۔ وہ میرے دل سے رخصت کیوں نہیں ہوتے۔ دل میں موجود ایک کاری زخم کی صورت میں رہتے ہیں میں نے اس پر غور کیا آخر میں سمجھ آئی کہ ان کا علم و عمل اور ان کی محبت و شفقت ان کا فیض عام ان کا اعلیٰ کردار اور اس پر مستزاد ان کی دل نواز مسکراہٹ یہ صفات کوئی مٹی میں دفن ہونے والی ہیں؟ آپکے بارے میں کچھ نہ کچھ لکھ دیا ہے مگر حق ادا نہیں ہوا۔ وہ شخص دیانت اور امانت کا اعلیٰ نمونہ تقویٰ کی باریک راہوں کی تلاش کرنے کے بعد انہیں راہوں کا راہی۔ عاشق قرآن، حقیقی معنوں میں عشق رسول ﷺ میں مگن رہنے والا مسیح و مہدی کے ساتھ گہری وابستگی اور محبت او روفا کا پتلا۔ خلفاءِ کرام کا اطاعت شعار اور مؤدب ساتھی۔ ایسے شخص کو میرے جاگتے سوتے الفاظ یا کھردری عبارتیں کب اور کیونکر بیان کر سکتی ہیں۔ بیماری کے دوران جب بھی ملنے گئے تو ہر بار یہی محسوس ہوا کہ جنت کے مسافر سے ملاقات ہوئی ہے۔ اللہ جزائے خیر دے ڈاکٹر نوری صاحب کو جنہوں نے آپ کا علاج حد درجہ ہمدردی سے کیا اور ان کے راولپنڈی میں قیام پذیر ہونے کے باعث ایک فرشتہ سیرت طبیب حاذق قادر کریم نے سرگودھا کو عطا کیا ہوا ہے۔ اس نے ہمہ وقت آپ کی طبیعت کے مطابق اور پھر جرنیل صاحب موصوف سے مسلسل مشورے کر کے علاج کیا۔ جب بھی ہم گئے وہ آپ کے پاس موجود ہوتے یعنی ڈاکٹر محمد محمود صاحب شیخ۔ ہر دو ڈاکٹر صاحبان کا سارے سرگودھا کی جماعت پر یہ احسان ہمیشہ یادگار رہے گا۔ ہم ان کے احسانوں کا بدلہ تو نہیں دے سکتے لیکن دعائیں مسلسل ان کیلئے کرتے رہنا ہمارا فرض ہے۔ حضرت مرزا صاحب کو میں نے کئی بار ان کی زندگی میں لکھا کہ میرا یقین ہے کہ آپ کا وجود ہم سرگودھا والوں کے لئے ایک تعویذ کی حیثیت رکھتا ہے نامعلوم کتنی بلائیں آپ جیسے بزرگ اور خدا نما وجود کے صدقے ہمارے سروں سے ٹل جاتی ہیں۔

شفقت کے کئی روپ

آپ کی شفقت کے کئی روپ تھے ہر پہلو بے کنار ہر گوشہ بے لوث اور یہ سب رحمت ایزدی کا ہلکا سا عکس تھا۔ اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوتا ہے وہ شخص جس نے انسانی فکر و شعور کو نئی جہتیں دیں قرآنی علوم کو فروغ دیا۔ اسے خوب پڑھا اور بہت خوب پڑھایا۔ حضرت مرزا صاحب کے بارے میں

لکھتے ہوئے دل کی بیقراری محرومیوں کے احساس سے بڑھ جاتی ہے اور قلم لرزنے لگتا ہے۔اس شخص دعا گو ایثار پیشہ خلافت حقہ کے جاں نثار عاشق کے زیر زمین چلے جانے سے سرگودھا کی یہ نگری خالی ہورہی تھی۔اندر کا شیشہ ترخ گیا ہے ۔روح جیسے مجروح ہوگئی ۔من مصروف ماتم ہوگیا ۔گرمیوں میں دھکتی دھوپ اور تپتی راتیں کیسے گزریں گی۔پھر آگے سردیوں کی طویل راتیں ظالم ٹھنڈ اور بے کیف شاموں میں کس کی دعائیں ہوں گی جو سرگودھا والوں کیلئے خیر طلب کریں گی اور شر سے بچے رہنے کی آرزو مند ہوں گی۔شاعر نے نہ معلوم کس پس منظر میں یہ شعر کہا تھا کہ:

اب ذوقِ میکشی کی بھی عظمت نہیں رہی
اہل ریا کے ہاتھ میں پیانہ دیکھ کر

مگر پھر ذرا ہوش آیا تو خیال آیا کہ ہمارے لئے مایوسی کی تو کوئی وجہ ہی نہیں ہے۔ ہمارا شفیق اور مہربان خلیفہ برحق جو موجود ہے۔اللہ اسے ہمیشہ سلامت رکھے۔اس کی دعائیں بھی ہمیں پہنچتی رہیں گی کیا ہوا جو وہ سات سمندر پار ہے تو دعاؤں اور برکتوں کیلئے یہ دور دراز کے فاصلے تو کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔سر سلامت تو سب سلامت۔حضرت مصلح موعود نے ایسے خدشات اور خطرات کے موقع پر جو قندیل روشن فرمائی تھی وہ آج بھی روشن ہے اور تا قیامت روشن رہے گی۔

دولہا ہمارا زندۂ جاوید ہے جناب
کیا بے وقوف ہیں جو بنیں سوگوار ہم

آپ کی وفات کی خبر سن کر اپنے تو بیشمار حاضر آئے ہی تھے اور انہیں آنا ہی تھا غیر از جماعت دوستوں میں سے پانچ چھ تو فوری طور پر جن میں عزیزم چودھری سہیل چیمہ صاحب بھی تھے پہنچ گئے اور بعض بعد میں جن میں ایک ممبر پارلیمنٹ بھی تھے اس بات کی پرواہ کئے بغیر کہ ان کے ووٹروں اور حمائتیوں میں متعصب لوگ کیا کچھ نہ کہیں گے جمع ہوئے اور پسماندگان کے ساتھ تعزیت کی ۔خود عاجز راقم کے پاس بہت لوگوں نے جن میں اکثریت وکلاء کی تھی اظہار ہمدردی کیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر آزاد کا یہ شعر میرے لبوں پہ بے اختیار آتا رہا۔

کیا خبر کیا بات اس کے کفر میں پوشیدہ تھی
ایک کافر کیوں حرم والوں کو یاد آیا بہت

اے ہمیں چھوڑ کے جانے والے اللہ تعالیٰ تیرے درجات بلند سے بلند کرتا رہے تو نے بہت دینی خدمات صدی بھر سرانجام دی مگر نمود و نمائش سے ہمیشہ نفور رہا۔لوگ بن پھب کر کیمرے کی آنکھ کے سامنے ہوتے ہیں تا دنیا دیکھے مگر تجھے ایسی سستی شہرت سے کچھ غرض نہ تھی کیونکہ حقیقی بڑائی تو اس میں ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے بے ریا اعمال کو قبول فرمائے۔

آپکے احسانات کی طویل فہرست کے بوجھ ہلکا کرنے کی سعی ناتمام ہے یہ بھی میں نے اپنی معمر سوچوں کو بڑی مشکل سے یکجا کر کے ایک مضمون لکھا ہے۔ذرہ نواز آسمانی آقا کے فضل و رحم سے کیا بعید جو میری اس تحریر کو قبول فرما کر حضرت مرحوم و مغفور کی مزید بلندی درجات کا موجب بنا دے اور راقم عاصی کی مغفرت کا کچھ ذریعہ وسیلہ بن جائے!

کتنی بے ربط تھی عشق کی گفتگو
جب مرتب ہوئی داستاں ہو گئی

(بشکریہ روزنامہ الفضل ربوہ)

ایک نادر علم دوست شخصیت

(مکرم محمود مجیب اصغر صاحب)

ایک سو چھ سال کی عمر میں حضرت مرزا صاحب کا سرگودھا میں انتقال ہوا۔ ایک سے زائد مرتبہ حضرت مرزا صاحب نے امراء اضلاع پنجاب کے سہ ماہی اجلاس میں بتایا کہ وہ **جب 1994ء یا 1995ء میں جلسہ سالانہ برطانیہ پر گئے تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان سے پوچھا کہ مرزا صاحب! آپ کتنی عمر میں اب یہاں آئے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا حضور! 94 یا 95 سال کی عمر میں۔ اس پر حضور نے مسکرا کر فرمایا کہ آپ نے 96 سال کی عمر میں بھی آنا ہے، 97 سال کی عمر میں بھی آنا ہے، 98 سال کی عمر میں بھی آنا ہے اور گنتے گنتے سو سے کئی سال اوپر گن گئے۔** مرزا صاحب مسکرا کر فرماتے تھے کہ اب میری عمر کم از کم اتنی تو ہے جتنی گنتی حضور نے بتائی ہے۔ خدا کے پیاروں کے منہ سے جو بات نکلتی ہے اسے خدا سچ کر دکھاتا ہے۔ ہم سب نے اس کا مشاہدہ کیا۔

ہمارے یہ بزرگ ایک فرد واحد نہیں بلکہ ایک انجمن تھے جن کی اس دنیا میں زندگی کا دورانیہ تین چار نسلوں پر حاوی ہے۔ اتنے پرانے اور تاریخ سے واقف اور مسلسل خدمت دین کی توفیق پانے والے اور علمی اور عملی کام کرنے والے شاید ہی کوئی اور احمدی دوست جماعت احمدیہ عالمگیر میں ہوں گے۔

جانتا تو خاکسار انہیں بچپن سے ہی تھا کیونکہ صوبائی امیر ہونے کے علاوہ وہ سرگودھا ضلع کے امیر بھی تھے۔ جلسہ سالانہ ربوہ پر خلیفہ وقت سے ملاقاتوں کے دوران وہ جماعتوں اور احباب کرام کا تعارف کروانے کے لئے حضرت مصلح موعود کے ساتھ بیٹھے ہوتے تھے۔ حضرت مصلح موعود کی بیماری کے دوران کئی سال یہ ہدایت ہوتی تھی کہ مصافحہ نہیں کرنا بات نہیں کرنی اور زیارت کر کے منہ سے سلام عرض کر کے گزر جانا ہے۔ والد صاحب مرحوم کے ساتھ ہم تین بڑے بھائی بھیرہ (ضلع سرگودھا) کی طرف سے جب بھی ملاقات کے لئے جلسہ سالانہ ربوہ پر قطار میں حضرت مصلح موعود کے پاس سے سلام کر کے گزرتے تو دیکھتے کہ حضرت مرزا صاحب پاس بیٹھے ہیں۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا زمانہ آیا تو حضور کرسی پر تشریف فرما ہوتے اور ساتھ ضلع سرگودھا بلکہ پنجاب کے اضلاع کی ملاقات کے دوران حضرت مرزا صاحب ساتھ ہوتے۔

خلافت کے ساتھ وابستگی

خلافت کے ساتھ وابستگی اور خلافت کے ادارہ کو قائم ودائم دیکھنے کی تمنا کا ذکر کرتے ہوئے خلافت خامسہ کے انتخاب کے بعد ایک خط میں تحریر فرمایا:

"یہ واقعی خدا تعالیٰ کا بے انتہاء فضل ہے کہ اس نے خوف کو امن سے بدل دیا اور ساری جماعت بنیان مرصوص کی طرح ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ اس قافلہ کو پوری شان کے ساتھ رواں دواں رکھے اور پاکستان میں بھی حالات درست کرے اور خلیفہ

زندگی کے مختلف ادوار

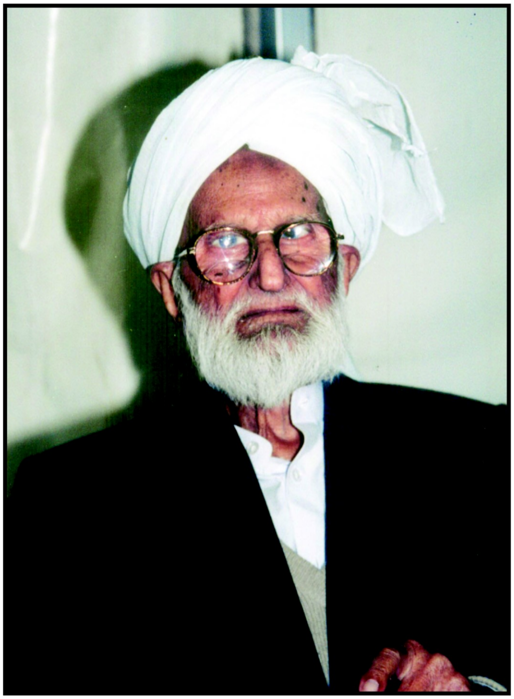

1989ء بیت اقصیٰ ربوہ میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع کا افتتاح کرتے ہوئے

سٹیج پر حضرت مرزا عبدالحق صاحب، مکرم محمود احمد بنگالی صاحب (سابق صدر خدام الاحمدیہ)

اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ ضلع سرگودھا 1992ء

مکرم سید احمد علی شاہ صاحب، حضرت مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ، مکرم سید قاسم احمد شاہ صاحب، مکرم صفدر علی وڑائچ صاحب

مکرم منیر احمد فرخ صاحب، مکرم ڈاکٹر مسعود الحسن نوری صاحب، حضرت مرزا عبدالحق صاحب، مکرم فضل الرحمٰن خان صاحب

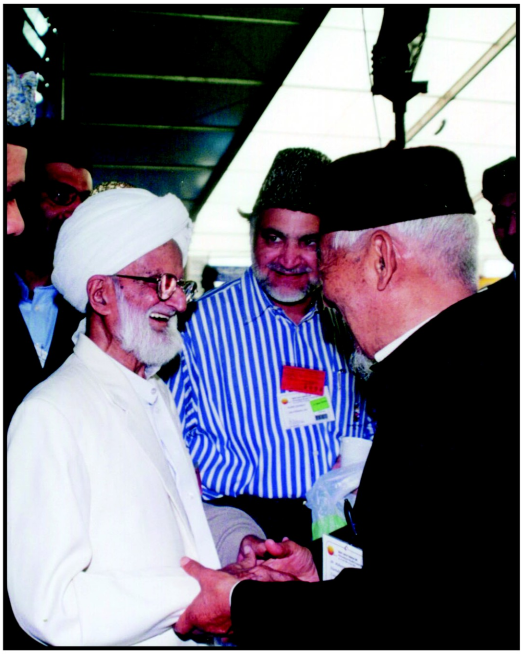

مکرم عثمان چینی صاحب سے محو گفتگو

مکرم رشید احمد چوہدری صاحب حضرت مرزا عبدالحق صاحب کے ہمراہ

حضرت مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ، مکرم فضل الرحمٰن خان صاحب

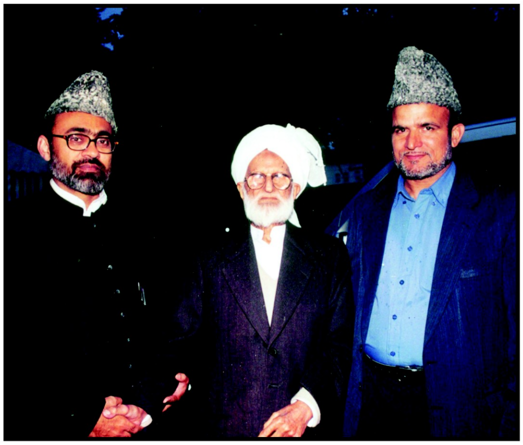

دائیں: مکرم مبارک احمد چیمہ صاحب، بائیں: مکرم نصیر احمد قمر صاحب (مدیر الفضل انٹرنیشنل)

مکرم طاہر احمد ملک صاحب (ناظم علاقہ لاہور) اور مکرم چوہدری منیر مسعود صاحب (ناظم ضلع لاہور)

مکرم نسیم احمد باجوہ صاحب، حضرت مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ

حضرت مرزا عبدالحق صاحب، مکرم نصراللہ بھلی صاحب، مکرم مبارک احمد ساہی صاحب

وقت کے یہاں آنے میں رکاوٹوں کو قادرانہ تجلّی کے ساتھ دور فرمائے۔'' (مورخہ 26 مئی 2003ء)

غیر معمولی علمی شخصیت

خاکسار اپنے محدود علم کے مطابق ان سے بعض علمی مسائل دریافت کرتا رہتا تھا۔ایک بار صفات الٰہی اور اسم اعظم کے بارہ میں استفسار کیا۔اس کے جواب میں آپ نے اپنے ایک خط میں تحریر فرمایا:

بہت سی صفات ایسی ہیں جو ایک رنگ میں بنیادی صفات میں داخل ہوتی ہیں۔درحقیقت تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہر لحاظ سے لامحدود ہونے کی وجہ سے اس کی صفات بھی لامحدود ہیں۔کیونکہ صفات ہی وجود ہوتی ہیں۔

اسم اعظم سے یہ مراد معلوم ہوتی ہے کہ جو سب سے زیادہ انسان کی دستگیری کرتا ہو کیونکہ انسان کا تعلق تو اس کی دستگیری سے ہے''۔ (مورخہ 9 جولائی 1994ء)

روح العرفان

اپنی ایک تصنیف کے بارے میں آپ نے اس عاجز کو تحریر فرمایا:

''آپ نے اس عاجز کی کتاب ''روح العرفان'' تو غالباً ملاحظہ فرمائی ہوگی۔وہ اقتباسات بھی بڑی محنت سے جمع ہوئے تھے اور پھر عربی حصوں کا ترجمہ بھی کیا جو جامعہ احمدیہ میں بھی بہت پسند کیا گیا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے بھی پسند فرمایا تھا جس کا خاص طور پر اظہار فرمایا۔کافی سالوں سے یہ کتاب ختم ہو چکی ہے۔لیکن چونکہ اس کی اشاعت پر خرچ بہت زیادہ آیا تھا اس لئے دوبارہ شائع نہیں کر سکا۔البتہ ایک دوست نے خاکسار سے اجازت لے کر اسے امریکہ میں شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے بلکہ اس کے انگریزی ترجمہ کے لئے بھی کوشاں ہیں جو بہت مشکل اور بڑا کام ہے۔محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے خاکسار کی کتاب ''تنویر القلوب'' حصہ اول کے ترجمہ کیلئے حضرت چوہدری ظفراللہ خان صاحب سے اس عاجز کی موجودگی میں خواہش کی تھی لیکن حضرت چوہدری صاحب کو اس کیلئے وقت نہ مل سکا۔اس میں جو ہستی باری تعالیٰ کے متعلق مضمون ہے اس کے ترجمہ کیلئے جاپان سے بھی بعض دوستوں نے لکھا۔بعض بنگالی دوستوں نے بھی کیا۔لیکن انگریزی ترجمہ کی کوئی صورت نہ ہو سکی''۔ (مورخہ 13 راگست 1994ء)

آپ عمر کے آخری حصے تک باجماعت نماز اور روزوں کے پابند رہے اور تہجد بھی بڑی باقاعدگی سے ادا کرتے رہے۔صرف روزوں کے سلسلہ میں ان کا ایک فقرہ پیش کرتا ہوں۔جو انہوں نے چھیانوے سال کی عمر میں اپنے ایک مکتوب میں خاکسار کو رقم فرمایا۔اللہ تعالیٰ روزے رکھنے کی توفیق دے رہا ہے۔الحمدللہ۔ (4فروری 1996ء)

مسلسل خدمت دین کی توفیق

آپ کو لمبا عرصہ مسلسل غیر معمولی خدمت دین کی توفیق ملتی رہی۔اپنے ایک خط میں آپ نے خاکسار کو تحریر فرمایا ''خاکسار کی طبیعت کبھی کبھی خراب ہو جاتی ہے لیکن پھر اللہ تعالیٰ شفا بخش کر کام کے قابل بنا دیتا ہے۔بس اس طرح رہتا ہے۔دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بقیہ زندگی بھی کام کے قابل رکھے''۔ (مورخہ 21 دسمبر 2004ء)

آپ زندگی کے آخری لمحہ تک سلسلہ احمدیہ کا کام کرتے رہے۔آخری بیماری کے دوران بھی عاملہ کی میٹنگ کی صدارت فرماتے رہے۔غرض آپ نے اپنا وقت تن من

دھن اور تمام استعدادیں خدا تعالیٰ کیلئے وقف کی ہوئی تھیں اور یہ سعادت بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔آپ نے نہایت مبارک،قابل رشک اور دین کی بے لوث خدمت سے معمور بابرکت زندگی گزاری۔خلافت احمدیہ کے تحت نظام جماعت کے تمام شعبوں میں آپ کے کارنامے سنہری حروف سے لکھے جائیں گے۔

احباب جماعت سرگودہا کی بالخصوص یہ ذمہ داری ہے کہ جس طرح حضرت مرزا صاحب نے سلسلہ احمدیہ کی اخلاص و وفا اور وقف کی روح کے ساتھ دن رات خدمت کی توفیق پائی ہماری نئی نسلیں بھی آپ کے جذبات خدمت دین کی طرح اپنے آپ کو خدمت دین میں آگے سے آگے پیش کریں۔اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ع

یہ عشق و وفا کے کھیت کبھی خوں سینچے بغیر نہ پنپیں گے۔

(بقیہ از صفحہ 79)

کہ آپ نوے سال کے ہیں اور پھر بھی پانچ سال کا ویزا مانگ رہے ہیں۔آپ نے بے ساختہ جواب دیا۔

Yes and after five years I will again come and demand another five years visa inshaallah.

جی ہاں اور پانچ سال بعد میں پھر آؤں گا اور مزید پانچ سال کا ویزا لوں گا انشاءاللہ۔آپ کے جواب پر وہ آفیسر بہت محظوظ ہوا اور آپ کو ویزہ جاری کر دیا۔

خاکسار نے اپنی چند منتشر یادوں کو سپرد قرطاس کیا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے آمین۔

زیارت مرکز کا شوق

حضرت مرزا عبدالحق صاحب بیان کرتے ہیں:

گورداسپور سے بٹالہ بیس بائیس میل کے فاصلہ پر ہے جہاں سے بارہ میل قادیان تھا۔یہ بڑا لمبا فاصلہ تھا میں نے کہا کوئی اور راستہ بتاؤ۔پتہ لگا کہ گورداسپور سے ایک پکی سڑک چار میل کے فاصلہ پر کیڑی ایک مقام تک جاتی تھی۔اس سے آگے سات میل آگے بڑی نہر تھی جہاں سٹھیالی ایک گاؤں آتا تھا وہاں سے بڑی ایک اور شاخ نکلتی تھی جو چار میل تھی۔آگے ایک گاؤں بُغر آتا تھا جہاں سے تین میل قادیان تھا۔یہ کل اٹھارہ میل ہوئے۔میں بڑا خوش ہوا۔میں نے سائیکل پکڑا اور پہلے دن ہی دو گھنٹے میں گورداسپور سے قادیان پہنچ گیا۔بڑی خوشی ہوئی۔پھر بالکل میرا یہ معمول تھا کہ ہفتہ کی شام کو قادیان،اتوار وہاں رہا اور پھر پیر کی صبح قادیان سے گورداسپور۔

برسات میں راستہ بڑا خراب ہو جاتا تھا۔میں نے اس کا علاج یہ ڈھونڈا کہ بٹر میں ایک گھوڑا رکھ لیا۔یعنی بٹر تک سائیکل پر اور وہاں گھوڑے پر سوار ہو کر قادیان چلا جاتا۔اکیس سال وہاں رہا ہوں سوائے چند دن کے قادیان جانے کا معمول رہا۔

(1994ء کے ریکارڈ شدہ انٹرویو سے ماخوذ)

عائلی تربیت کیلئے قابلِ تقلید نمونہ

بلاشبہ جس کی حیات قرآن پاک سے شروع ہو کر قرآن پاک پر ہی ختم ہو جائے۔ فرشتے اس کے لئے یہ تحفہ کیوں نہ پیش کریں

(مکرمہ سعادت جہاں آراء مظفر صاحبہ بنت حضرت مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ)

انسان اس حقیقت سے منحرف نہیں ہو سکتا کہ دنیا میں جنم لینے کے بعد جو پیار ہماری شریانوں میں زندگی بن کر دوڑنے لگتا ہے، اسے ماں کہتے ہیں۔ شعور سے اس کا تعلق نہیں ہوتا، یہ ہماری وراثت ہے، اس پر ہمارا حق ہے۔ جس طرح دنیا میں آنے والے ہر ذی روح کا خدا پر حق ہے۔ ماں کا درجہ کہاں جا ملتا ہے! بالکل اسی طرح اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، کہ شعور کی آنکھ کھولتے ہی جو پیکر ہمیں کھلے آسمان تلے ایک چھت کا تصور پیش کرتا ہے، اسے باپ کہا جاتا ہے! خدا کی عطا کردہ بے شمار نعمتوں میں سے جو نعمت سب سے افضل ہے، اسے والدین کا نام دیا جاتا ہے۔

بچپن کے تربیت پر نقوش

آج میں ابا جی کی انگلی تھام کر بچپن کے ایام میں لوٹ جانا چاہتی ہوں۔ جس آنگن میں شعور کو بینائی نصیب ہوتی ہے۔ **میں نے اپنی بچی نگاہ سے ابا جی کو جائے نماز پر کھڑے پایا، یا قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے، یا اہل خاندان کو نیک ہدایات دیتے ہوئے۔ انہی ہدایات کا نتیجہ تھا کہ نو عمری میں جو نماز ادا کرنے کی ابتدا کی، تو آج تک بفضلہٖ تعالیٰ اس کی پابندی میں کوئی خلل نہ پڑا یا جب سے قرآن کریم کی تلاوت کا آغاز کیا، کبھی کوئی غفلت آڑے نہ آئی، ہمہ وقت یہی محسوس ہوا کہ اس کے بغیر دن کے آغاز میں خیر و برکت کا عنصر موجود نہیں ہو سکتا۔**

آپ نے بچوں کو جب بھی درس دیا، اسی نکتے کو اجاگر کیا کہ خدا تعالیٰ نے اس چھت تلے تمہیں ہر عیش و آرام مہیا کر رکھا ہے، تم پر واجب ہے کہ اس ذات پاک کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کی دکھی مخلوق اور ضرورت مندوں کو مت بھولو۔ یہ بھی یاد رکھو کہ خدا اپنی دکھی مخلوق سے بہت پیار کرتا ہے۔ آزمائش کی گھڑی میں پرکھنے کے بعد انہیں کچھ اور بھی اپنے قریب لے آتا ہے۔

پھر کیا ہوا

خدا کو راضی رکھنے کا آسان راستہ بھی یہی ہے کہ اس کے بندوں سے پیار کرو۔ یہ صرف ابا جی کی ہدایات نہیں تھیں، بلکہ بذاتِ خود وہ اس کا مکمل نمونہ تھے۔ یہ تصویر کا ایک رخ تھا۔ دوسرا رخ سامنے آتا ہے تو ابا جی کا کھلکھلاتا ہوا چہرہ نگاہوں میں گھوم جاتا ہے۔ ٹینس کے بہت اچھے کھلاڑی تھے اور اکثر کلب میں میچ جیت کر آیا کرتے تھے، پھر ساری شام ان کا مزاج بہت شگفتہ رہتا۔ ایسے میں انہیں لطیفے بھی یاد آجایا کرتے تھے، جو ماں کو سنانے بیٹھ جایا کرتے تھے۔ مگر حد درجہ سادگی کے باعث اکثر لطیفے ماں جی کے سر سے گزر جایا کرتے تھے۔ لطیفہ ختم ہونے کے بعد نہایت سادگی سے

پوچھا کرتیں۔ ’’پھر کیا ہوا؟‘‘ ابا جی قہقہہ لگا کر ہنس پڑتے، پھر پیار سے کہتے۔ ’’پھر یہ ہوا کہ آپ چلو، چل کر میرے لئے کھانا تیار کرو۔‘‘

دائمی خوشی

رمضان المبارک کے دنوں میں تہجد کے وقت نوافل ادا کرتے ہوئے ابا جی سجدے میں گرے ہوئے اپنی چیخوں سمیت عرش پر جا پہنچتے تھے اور صرف دھرتی کو ہی نہیں، آکاش کو بھی یقیناً دہلا دیتے ہوں گے۔ گھر کی پوری فضا ءان کے کرب میں شریک ہوجایا کرتی تھی۔ ایک روز ماں جی نے وقت سحری ان سے پوچھا۔ ’’کیا بات ہے، آج بہت خوش دکھائی دے رہے ہیں۔‘‘ ابا جی کا نورانی چہرہ کچھ اور بھی منور ہو گیا اور وہ سحر زدہ سی آواز میں بولے۔ ’’بات ہی کچھ ایسی ہے۔ کیا بتاؤں۔‘‘ ماں جی کو شبہ ہوا۔ سرگوشی کے سے انداز میں بولیں۔ ’’خدا کو دیکھ لیا؟؟‘‘ ابا جی نے ان کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ ’’نیک بخت! ایسی باتیں اونچی آواز میں نہیں پوچھی جاتیں۔‘‘ ماں جی بہت جذباتی ہو رہی تھیں۔ ’’مگر آپ نے خدا کو دیکھ لیا۔ یہ خوشی یونہی نہیں ہو سکتی۔‘‘ ابا جی عجب شے کی سی کیفیت میں مسکرا دیئے۔ ’’ماں دیکھ لیا۔ ایک مرتبہ پھر اپنے خدا کو دیکھ لیا۔‘‘ ماں جی کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ ’’بڑے خوش نصیب ہیں آپ۔ ہر سال اپنے مولا کا دیدار کر لیتے ہیں۔ اس جلوے سے اپنی روح کو تازہ کر لیتے ہیں۔‘‘ ابا جی نے بھی اپنی آنکھیں رگڑ ڈالیں۔ ’’بہت گناہ گار ہوں، اس قابل تو نہیں، کرم ہے میرے آقا کا۔‘‘ خدا کے ساتھ قربت کا یہی رشتہ تھا، جو ابا جی کے دل سے نکلی دعائیں سیدھی عرش پر جا پہنچتی تھیں۔

پاس کیسے ہوسکتا ہوں پرچہ میں تو کچھ نہیں لکھا

چھوٹے بھائی نے میٹرک کا امتحان دیتے ہوئے، انگریزی کا پرچہ بالکل خالی ممتحن کے حوالے کر دیا اور گھر آ کر ابا جی کے آگے رو دیا۔ ’’ابا جی مجھے تیز بخار ہو گیا تھا پرچہ نہیں کر سکا۔ اب پاس کیسے ہوں گا۔‘‘ ابا جی کو اس پر ترس آ گیا، پیار کرتے ہوئے بولے۔ ’’کوئی بات نہیں بیٹا۔ میں دعا کروں گا۔ انشاء اللہ پاس ہو جاؤ گے۔‘‘ بھائی میرے پاس آ کر بولا۔ ’’پاس کیسے ہو سکتا ہوں۔ پرچے میں تو میں نے ایک لفظ نہیں لکھا۔‘‘ میں حیران رہ گئی کہ اس کا تو سال ضائع ہو گیا۔ لیکن جب رزلٹ نکلا تو وہ پاس تھا۔ پتہ کروانے پر معلوم ہوا کہ بورڈ کے چند پرچے کسی غفلت کے باعث ضائع ہو گئے تھے۔ ان رول نمبروں کو پاس قرار دے دیا گیا تھا۔ انہیں پرچوں میں سے ایک بھائی کا بھی تھا۔

آپ کو سرکاری وکیل ہونے کی حیثیت سے اکثر خطرناک مجرموں سے واسطہ پڑ جایا کرتا تھا۔ مگر خدا کے برگزیدہ تھے، خدا نے ہمیشہ انہیں اپنی پناہ میں رکھا۔ دوست احباب یا اولاد میں سے کسی کو خواب میں اشارے مل جایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ کسی دورے پر جا رہے تھے کہ میں نے ایک منذر خواب دیکھ لیا اور انہیں اپنی تشویش کے بارے میں بتا دیا، پھر جب وہ دورے سے واپس لوٹے تو مجھے بتایا کہ تمہارے خواب کی وجہ سے میں محتاط تھا، اسی لئے محفوظ رہا، ورنہ وہ لوگ اپنے مجرمانہ ارادوں میں کامیاب ہو چکے ہوتے۔ اس کے بعد ہمیشہ بچوں سے کہا کرتے کہ کوئی خواب دیکھو تو بتا دیا کرو۔ بچے معصوم ہوتے ہیں اور معصومیت خدائی اشارے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جایا کرتی ہے۔

میرے پلوٹھے بیٹے کی پیدائش میں ابھی پانچ ماہ باقی تھے مظفر امریکہ گئے ہوئے تھے کہ ایک روز مجھے پیٹ میں شدید

درد محسوس ہوا، جو کئی گھنٹے ہوتا رہا، چھوٹے سے شہر میں رات کے وقت کسی ڈاکٹر یا لیڈی ڈاکٹر سے رابطہ نہ ہو سکا۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ درد کیسا ہے اور مجھے کہاں لے جایا جائے۔ کہ اچانک کال بیل بج اٹھی۔ دروازہ کھولنے پر ایک نوجوان کھڑا پایا گیا۔ جس نے اپنا تعارف خود ہی کروایا۔ جی میں ڈاکٹر علی ہوں، مظفر میرا دوست ہے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان دنوں ان کی بیگم صاحبہ یہاں تشریف لائی ہوئیں ہیں۔ میں نے سوچا بھابی جی کو سلام کر کے آتا ہوں۔ میرے سسر کی آنکھیں نم ہو گئیں، فوراً کہا ''اندر تشریف لے آیئے۔ مظفر کی بیگم بہت بیمار ہیں پہلے آپ انہیں دیکھ لیں۔

وہ فوراً میرے سرہانے آموجود ہوئے اور میرا معائنہ کرنے کے بعد بولے۔ انہیں فوراً میو ہسپتال لاہور لے جایئے۔ فوری طور پر آپریشن نہ ہوا تو ان کی زندگی خطرے میں ہے۔'' میں نے التجا کی: ''مجھے ابا جی کے پاس سرگودھا لے جائیں، آپریشن وہیں ہو جائے گا۔'' چنانچہ فوری طور پر مجھے سرگودھا پہنچایا گیا۔

لیڈی ڈاکٹر کو فون کیا تو پتہ چلا، میری دوست میڈم فخر کی ان دنوں یہاں پوسٹنگ ہو چکی ہے۔ اس نے مجھے تسلی دی اور سرجن کو فون کیا تو معلوم ہوا، وہ اپنی فیملی کے ہمراہ ٹرین سے لاہور جا رہے ہیں۔ ان دنوں موبائل فون کی سہولت میسر نہ تھی۔ میڈم ڈاکٹر خود اسٹیشن پر جا پہنچیں۔ ٹرین چلنا شروع ہو چکی تھی، انہوں نے وہیں سے پکارا۔ ''ڈاکٹر صاحب واپس لوٹ آئیں ایک ضروری آپریشن ہے'' ڈاکٹر صاحب چھلانگ لگا کر ٹرین سے اتر آئے۔ ان کی فیملی لاہور روانہ ہو گئی۔ آپریشن تھیٹر پہنچے تو رات کے اڑھائی بج چکے تھے۔ فوری طور پر آپریشن کا آغاز کر دیا گیا۔ ڈاکٹر صاحبہ مجھے خطرات سے آگاہ کر چکی تھیں۔ دعاؤں کے سوا کوئی چارہ نہ رہا تھا۔ خدا کے فضل و کرم سے آپریشن نہایت کامیاب ثابت ہوا، ڈاکٹر صاحبہ نے مبارکباد دی کہ میرے بچے کو بھی خدا نے محفوظ رکھا ہے۔

تمام رات ابا جی آپریشن تھیٹر کے دروازے پر کھڑے دعاؤں میں مصروف رہے تھے، حالانکہ اس روز انہوں نے ایک بہت اہم مقدمہ کی پیروی بھی کرنا تھی۔ رات کا آرام ان کے لئے بہت ضروری تھا۔ آج تک یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ڈاکٹر علی کون تھے، جو فرشتہ بن کر دروازے پر چلے آئے تھے۔ مظفر ایسے کسی دوست کو نہیں جانتے تھے۔ یقیناً ابا جی کی دعائیں اس فرشتے کو کھینچ کر لائی تھیں۔ خدا شاہد ہے، بارہا ہمیں ابا جی کی دعائیں ہی زندگی کی طرف کھینچ کر لائی تھیں۔

ایک مرتبہ میرا بہت خطرناک آپریشن تھا، زندگی اور موت کا سوال تھا۔ لیکن محض ابا جی کی دعاؤں کی وجہ سے ایسا کامیاب آپریشن ہوا کہ ڈاکٹروں کی پوری ٹیم حیرت زدہ رہ گئی۔ فٹ بھر زخم میں سے محض چند بوندیں خون ٹپکا۔ اور چار گھنٹوں کی سرجری نے کامیابی کا ریکارڈ قائم کر دیا۔ یہاں تک کہ رفع درد کی دوائیں استعمال کرنے کی بھی ضرورت محسوس نہ ہوئی، چند روز کے بعد اتنی صحت مند محسوس کرنے لگی، جیسے کوئی آپریشن ہوا ہی نہ ہو۔

نانا سے دعا کی درخواست کریں

میرے بچے جب بھی بیمار پڑے، ایک ہی التجا کیا کرتے تھے کہ نانا ابو سے دعا کی درخواست کریں۔ اس کے بعد کوئی پل نہ جاتا ہو گا کہ وہ صحت یاب ہو جایا کرتے تھے۔ خواہ کتنا تیز بخار کیوں نہ ہوتا، اتر جایا کرتا تھا اور وہ اچھے بھلے بستر سے نکل کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ مظفر کے بازو پر ایک مسہ تھا، جس میں سے کبھی کبھار خون رس کر قمیض کے بازو پر لگ

جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ بیٹی کو تیز بخار آ گیا، ٹیسٹ وغیرہ کروانے کے لئے ہسپتال جانا پڑا، اچانک ڈاکٹر کی نگاہ مظفر کی قمیص کے بازو پر لگے خون کے دھبے پر جا پڑی، اس نے تفصیل پوچھی، مسہ دیکھا اور کہا کہ فوراً آپریشن کروالیں بلکہ اگلے روز آپریشن کی تاریخ لکھ دی، اتفاقاً مظفر اپنی میٹنگ میں ایسے مصروف ہوئے کہ ہسپتال جانا ہی بھول گئے۔ ڈاکٹر کا فون آیا تو بھاگم بھاگ وہاں پہنچے۔

Biopsy کروائی گئی تو پتہ چلا کہ کینسر ہے جو پھیلنا شروع ہو چکا تھا۔ دوبارہ آپریشن کیا گیا جو بفضلہٖ تعالیٰ کامیاب ثابت ہوا۔ محض ابا جی کی دعاؤں کی وجہ سے ہی وہ شفایاب ہوئے۔ چند دنوں کی غفلت بھی خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔ ایسا لگتا تھا، ابا جی کی دعاؤں نے اولاد کے گرد حصار باندھ رکھا تھا، آفات اس سے ٹکرا ٹکرا کر واپس لوٹ جاتی تھیں۔

میرے بڑے بیٹے کو میرٹ اسکالرشپ ملا، تا کہ وہ امریکہ جا کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کر سکے، لیکن بعض حالات نے سو فیصد باہر جانے کا راستہ روک دیا، صرف ابا جی کی دعا سے ہی اس کا جانا ممکن ہو سکا، بلکہ کئی برس پہلے کے طالب علم بھی اس کے ساتھ اسی سکالرشپ پر باہر جانے میں کامیاب ہوئے۔

جن دنوں ابا جی ہمارے ہاں کراچی آئے ہوئے تھے، روزانہ مظفر کے ساتھ صبح کی سیر کے لئے جایا کرتے تھے، ایک روز مظفر نے پیٹ درد کی شکایت کی اور سیر پر جانے سے منع کر دیا۔ ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ اکثر پیٹ درد کی شکایت ہو جایا کرتی ہے۔ جس کی اصل وجہ ڈاکٹر ابھی تک تشخیص نہیں کر سکے۔ ابا جی نے کہا: ”آپ تیار ہو جاؤ، انشاء اللہ اب پیٹ درد نہیں ہو گا۔“

اس کے بعد آج تک مظفر کو اس طرح کی پیٹ درد کی شکایت کبھی نہیں ہوئی۔ میں اپنی بیٹی کی وجہ سے، بہت پریشان تھی، ابا جی سے شکایت کی۔ ”میرے لئے آپ نے دعا نہیں کی ابا جی، ساری دنیا کا خیال کرتے ہیں۔“

ابا جی واپس جانے کے لئے ائیر پورٹ جا رہے تھے۔ مجھے پیار کر کے بولے۔ ”پتہ نہیں ایسا کیسے ہو گیا۔ مگر فکر نہ کرو بیٹی، انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔“ گھر پہنچ کر انہوں نے فون پر بتایا۔ ”جہاز میں تمام وقت تمہارے لئے دعا کرتا رہا ہوں بیٹی۔ انشاء اللہ بہت جلد تمہاری تکلیف دور ہو جائے گی۔“ میں بمشکل کہہ پائی: ”مگر ابا جی۔ وہ تو ان دو گھنٹوں میں ہی دور ہو گئی۔ پتہ نہیں کیسے۔ سب ٹھیک ہو گیا ہے۔“

بے شمار واقعات ایسے ہیں، جو خدا سے ابا جی کے خاص تعلق کی نشاندہی کرتے ہیں۔ سبھی کا بیان کرنا ممکن نہیں۔ مجھے بچپن سے لکھنے کا شوق تھا، بہت کم عمر تھی کہ پہلی کہانی لکھ کر ابا جی کو دکھائی، انہوں نے کہا: ”اس شوق سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ تم قرآن پاک کا ترجمہ سیکھو۔ اسے سمجھنے کی کوشش کرو، اور اخلاقیات پر مضامین لکھا کرو۔“

میں نے اپنے شوق کو وہیں دبا دیا۔ لیکن شادی کے بعد جب بچے بھی پیدا ہو گئے تو دوبارہ اس شوق نے سر ابھارا اور اہل خانہ نے اسے سراہتے ہوئے میرا ہر ممکن ساتھ دیا۔ ابا جی میری کہانیاں پڑھتے تو یہی کہا کرتے۔ ”کہیں سے بھی کہانی کا آغاز کر لے، آئے گی خدا کی ذات پر ہی۔“

میری سوچ کے مثبت پہلو کو انہوں نے ہمیشہ سراہا تھا۔ کہانیوں کے بعد کئی ناول لکھ ڈالے، مگر جانے کیوں، جھجک کے باعث ابا جی کو نہ دے سکی۔ پھر جب انہیں پتہ چلا، تو شاید بہت دیر ہو چکی تھی۔ ان کی بینائی اتنی کمزور ہو گئی تھی کہ پڑھنا دشوار ہو گیا تھا۔ اخبار وغیرہ وہ اپنے سیکرٹری سے ہی سنا

> کسی نے پوچھا۔تمہارے والد صاحب کیا کام کرتے ہیں؟ میں نے اپنے ذہن پر زور دے کر کہا۔’’ان کی کتابوں کی دوکان ہے۔‘‘

کرتے تھے۔میں کراچی سے انہیں ملنے گئی تو انہوں نے شکایتی انداز سے کہا: ’’بیٹی! تم نے مجھے اپنے ناول پڑھنے سے محروم کیوں رکھا۔ اگروقت پر دے دیتی تو میں اپنی آنکھوں سے انہیں پڑھتا۔اس کا لطف ہی کچھ اور ہوتا۔ سیکرٹری سے سن کروہ بات کہاں۔‘‘میرا دل بھر آیا۔آنکھیں نم ہوگئیں ، میں بصد مشکل کہہ پائی۔’’غلطی ہو گئی معاف کردیں۔ پتہ نہیں کیوں میں جھجک گئی تھی۔‘‘ ابا جی مجھے پیار کرتے ہوئے بولے۔’’کیوں جھجک گئی تھی تمہاری کتابوں میں تو مجھے سب کچھ وہی ملا ہے۔جس کی تربیت میں دیتا رہا ہوں۔تمہیں تو نیشنل ایوارڈ ملنا چاہئے۔‘‘میں ان کی صورت دیکھتی رہ گئی۔اللہ اللہ محبت کا یہ عالم!!

آپ کا کوئی روپ بھی اولاد سے مخفی نہ تھا، جو ایک سو چھ برس حیات رہے اور سوائے چند دنوں کی بیماری کے زندگی کا حق ادا کرتے رہے۔صرف اپنے ملک میں ہی نہیں ، غیر ممالک کے دورے بھی کرتے رہے اور اپنی زندگی کے آخری ایام تک اپنی چھڑی کے علاوہ کوئی سہارا لینے کی زحمت گوارا نہ کی۔ایئر ہوسٹیز بھی اپنی خدمات پیش کرنا چاہتیں یا وہیل چیئر پیش کرنا چاہتیں تو منع کردیا کرتے کہ میری چھڑی ہی میرے لئے کافی ہے۔سچ ہے کہ جسے خدا کا ہاتھ میسر ہو، اسے کسی اور سہارے کی ضرورت ہی کب پیش آتی ہے۔بیماریاں ہمیشہ ان سے دور رہیں اور خدائی مددان کے ساتھ۔میں بہت چھوٹی سی تھی، کسی نے پوچھا۔’’تمہارے والد صاحب کیا کام کرتے ہیں؟‘‘میں نے اپنے ذہن پر زور دے کر کہا۔’’ان کی کتابوں کی دوکان ہے۔‘‘ آپ میری اس بات سے بہت لطف اندوز ہوئے۔

میں نے شعور کی آنکھ کھولتے ہی انہیں کتابوں میں گھرے ہوئے ہی دیکھا تھا۔کمرے کی چاروں دیواروں پر شیشے کی الماریاں تھیں۔جن میں سے کتابیں جھانکا کرتی تھیں۔درمیان میں آفس ٹیبل تھا۔جس پر بیٹھ کر لکھنے پڑھنے کا کام کرتے۔میرے معصوم ذہن نے یہی نتیجہ اخذ کیا کہ وہ کتابیں بیچنے کا کام کرتے ہیں۔آج سمجھ میں آرہا ہے کہ اولاد جو کچھ بھی ہوتی ہے، خدا کے بعد والدین کی مرہون منت ہی ہوتی ہے۔اپنی ذات میں کچھ نہیں۔

رنگوں کی بارات

وفات سے ایک روز قبل سبحان اللہ کا ورد کرتے ہوئے بتایا کہ میں نے اپنی نگاہوں کے روبرو رنگوں کی بارات دیکھی ہے۔ایسے خوبصورت رنگ اس دنیا کے نہیں ہوسکتے۔تدفین کے بعد مظفر دیگر احباب کے ساتھ دعا کررہے تھے کہ انہیں مسلسل نہایت خوش الحانی کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت سنائی دیتی رہی۔دعا کے اختتام پر مظفر نے احباب سے پوچھا کہ کوئی تلاوت کررہا تھا؟! احباب نے ان کے خیال کی تردید کردی کہ کوئی تلاوت نہیں کررہا تھا۔تبھی مظفر کو احساس ہوا کہ یہ آواز تو صرف انہیں ہی سنائی دی تھی۔بلاشبہ جس کی حیات قرآن پاک سے شروع ہو کر قرآن پاک پر ہی ختم ہو جائے۔فرشتے اس کیلئے یہ تحفہ کیوں نہ پیش کریں۔آپ اب ہمارے درمیان موجود نہیں۔لیکن وہ گھنی ،ٹھنڈی ، میٹھی چھاؤں تا حیات ہمارے سروں پر قائم رہے گی، جس کی ابتداء انہوں نے کی تھی!!

(محررہ مئی 2012ء)

''آپ کی شاخیں تو دونوں طرف سے بہت مضبوط ہیں''

(مکرمہ راحت امتیاز صاحبہ)

نانا جان کی شخصیت اتنی بڑی ہے کہ میرا قلم انصاف نہیں کر سکتا۔ میں صرف انکی محبت میں ڈوب کر اپنے جذبات کا اظہار کر رہی ہوں۔ نانا جان کے ساتھ کو میں نے زیادہ وقت نہیں گزارا لیکن ان کو میں نے اپنی ماں کی آنکھوں سے بہت دیکھا۔ ہم کراچی میں مقیم تھے اور نانا جان سرگودھا سے سال میں ایک آدھ بار بیرون ملک دوروں میں جانے کے لئے کراچی ضرور آیا کرتے تھے۔

ان کا آنا ہمارے لئے ایسے تھا جیسے رمضان کی آمد ہو ہر نظر احترام سے جھک جاتی گھر پر مکمل خاموشی کا راج ہوتا۔ نانا جان کے آرام میں کسی قسم کا خلل نہ ہو۔ کھانوں میں خاص اہتمام اور وقت کی پابندی، پھر نانا جان کا مقررہ وقت پر Walk پر جانا، جماعتی مصروفیات، سیر و تفریح کا انتظام اور دادا جان (مکرم حافظ عبدالسلام مرحوم) کے ساتھ روز شام کی ملاقاتیں۔ بچپن کی یادیں ہی میرے ذہن میں ہیں۔ ہم پر ان کی بزرگی کا اتنا رعب تھا کہ مجھے نہیں یاد کہ ہم بہن بھائی سلام کے علاوہ کوئی اور بات کرتے ہوں۔

آپ کی شاخیں تو دونوں طرف سے بہت مضبوط ہیں

میرے ذہن میں تھا کہ سب کے نانا دادا ایسے ہی بزرگ ہوتے ہیں۔ اپنی اس خوش قسمتی کا بہت بعد میں پتہ چلا کہ یہ فضل ہم پر خاص ہے کہ ہم ایسے بزرگوں کی اولاد ہیں جن کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مجھ سے میری پہلی ملاقات میں فرمایا کہ ''آپ کی شاخیں تو دونوں طرف سے بہت مضبوط ہیں'' بے شک میرے یہ بزرگ میرا تعارف، میری پہچان، میرا فخر اور میرا مان ہیں۔

آپ کی شخصیت کا ایک پہلو جو ہمیشہ ہم پر حاوی رہا وہ دعا کا تھا جب بھی گھر میں کوئی پریشانی یا بیماری ہوتی امی نانا جان کو تار یا فون کے ذریعہ دعا کا کہتیں۔ خون کا تعلق اتنا گہرا ہوتا ہے کہ بعض مواقع پر خود ہی امی کو بھانپ لیا کرتے اور بنا کہے ہی امی کو تسلی دے دیا کرتے کہ ''فکر نہ کرو بیٹا میں دعا کر رہا ہوں''

بچپن کے یہی نقش لے کر جب میں بڑی ہوئی اور گھر بار کی ہوئی تو جہاں خدا نے فضلوں سے نوازا وہاں غم و پریشانی بھی حصہ میں آئی۔ جب میری بیٹی چھ سال کی تھی تو ٹانگ کے درد کی شکایت کرنے لگی۔ والد صاحب کو ڈاکٹر ہونے کے باوجود وجہ سمجھ نہ آسکی۔ تکلیف بڑھتی گئی تو میں نے پریشان ہو کر نانا جان کو فون کیا۔ معلوم ہوا وہ جلسہ پر لندن تشریف لے گئے ہیں میں نے فوراً خط ارسال کیا دس دن کے اندر اندر نانا جان کا محبت بھرا جواب میرے ہاتھوں میں تھا۔ خط کیا تھا دعاؤں کا مجموعہ تھا۔ جسے پڑھتے ہوئے گو آنکھیں نم تھیں مگر قلب پہ سکون طاری ہوتا گیا۔ میں خود کو ہلکی پھلکی محسوس کرنے لگی۔ ان دعاؤں کی تاثیر تھی کہ ایک مہینہ کے اندر اندر نہ صرف بچی کی تکلیف دور ہوئی بلکہ سرجری کے بعد خدا تعالیٰ نے کامل شفا بھی دی۔

یہ میرا نانا جان کے ساتھ پہلا ذاتی تعلق تھا۔ پھر تو یہ سلسلہ چل نکلا میں بلا جھجک اپنی اور اپنے شوہر امتیاز صاحب کی

پریشانیاں ان سے Share کرنے لگی۔میرے ہر خط کا جواب پندرہ دن کے اندر میرے ہاتھ میں ہوتا۔کبھی خط لکھنے میں تاخیر ہوتی تو شکایتی خط موصول ہو جاتا کہ بہت دنوں سے آپ کی خیر خیریت کی اطلاع نہیں آئی۔یہ تمام خطوط آج بھی میرا قیمتی سرمایہ ہیں۔

یو اے ای کا دورہ

میرے شوہر کو خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر جگہ جماعتی خدمات کرنے کا موقع ملا جب ہم العین UAE میں مقیم تھے تو ہمارا گھر جماعتی مرکز تھا۔ ہماری خواہش پر نانا جان نے اپریل 2005ء میں پندرہ دن کا UAE کا دورہ کیا۔یہ آپ کی زندگی کا آخری سفر تھا۔ایک سو پانچ سال کی عمر ہونے کے باوجود آپ نے اس دورے میں نہایت خلوص سے یو اے ای کی تمام جماعتوں کو وقت دیا۔دبئی، شارجہ، ابوظہبی کے مختصر دورے، سوال جواب کی مجالس، جماعتی ملاقاتیں اور جمعہ پڑھانے کا اہتمام سب کیا، گو آپ کی نظر اس عمر میں کافی کمزور ہو چکی تھی اور خطبہ بھی کو زبانی ہی دیا کرتے تھے لیکن آواز میں لرزش نہ تھی اور مضمون نہایت اعلیٰ اور گھنٹہ بھر پر محیط ہوتا پھر زبانی ہی اس کا لب لباب پیش کیا کرتے۔خدا کے فضل سے حافظہ نے آخری عمر تک ساتھ دیا۔

قرآن کریم کی تلاوت کے علاوہ تہجد میں بھی باقاعدگی تھی۔ اور فجر کے بعد مختصر درس بھی ہم گھر والوں کو دیا کرتے تھے۔آپ نے بتایا کہ جب میرا دھیان قرآن کریم حفظ کرنے پر آیا تو ایک ماہ میں ہی 15 سپارے حفظ کر لئے پھر تفسیر پہ توجہ دی تو حفظ مکمل نہ کر سکا۔MTA کے لئے آپ درس قرآن بھی ریکارڈ کروا رہے تھے اور یہ سلسلہ آخری وقت تک جاری رہا۔العین سے واپس جاتے وقت میرے کمرے میں بیٹھ کر لمبی دعا کی اور اپنا ایک قلم اور جوڑا مجھے تحفۃً دیا۔

میں قادیان سے آپ کے لئے ایک سویٹر لائی تھی۔میری خوشی کی خاطر وہ استعمال کرتے اور کہتے "میں تو یہی پہنوں گا" خدا سے محبت کرنا اور اس کی مخلوق میں اس کو بانٹنے کا عملی نمونہ میرے نانا تھے۔خدا کے محبوب رسول کریم ﷺ کا دیدار اور کئی نورانی تجلیات آپ کو نصیب ہوئیں۔بے شک یہ آپ کی عبادات اور خدا تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعاؤں ہی کا نتیجہ تھا۔خدا تعالیٰ ہمیں اور ہماری نسلوں کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

آپ کی اولاد

اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو اہلیہ اوّل سے آٹھ بچوں سے نوازا اور اہلیہ دوم سے چار بچوں سے نوازا۔

مکرم مرزا ناصر احمد صاحب

مکرم مرزا محمد طاہر صاحب (مرحوم)

مکرم مرزا منور احمد صاحب

مکرم مرزا نثار احمد صاحب

مکرم مرزا سعید احمد صاحب

مکرم مرزا منصور احمد صاحب

مکرم مرزا خلیل احمد صاحب

مکرمہ عزیزہ بیگم صاحبہ (م) اہلیہ مکرم مرزا حیدر علی صاحب

مکرمہ سعادت جہاں آراء اہلیہ مکرم مرزا مظفر احمد صاحب

مکرمہ منصورہ بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری سمیع اللہ وڑائچ صاحب

مکرمہ نصیرہ صاحبہ (بچپن میں وفات)

مکرمہ مسرت صاحبہ (بچپن میں وفات)

(نوٹ: اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کے پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں اور انکی اولاد کی تعداد تقریباً اسّی ہے)

باخدا اور باہمت مردِ خدا

(مکرم منور شمیم خالد صاحب، ربوہ)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت کے مخصوص روحانی ماحول کی برکتوں سے ہمیں اپنے اردگرد ایسے بلند کردار بلکہ کردار ساز بزرگ وجود چلتے پھرتے متحرک نظر آتے ہیں کہ جن کی زندگی کا ہر لحہ اس حقیقت کی صداقت کا ثبوت ہے کہ کائنات کا ایک زندہ خدا اور زندہ رسول ہے جس کے ذریعہ خدا نے قیامت تک بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لئے ایک زندہ کتاب قرآن کریم نازل فرمائی جس میں درج احکام اوامرونواہی پر عمل پیرا ہو کر انسان با اخلاق اور باخدا انسان بن کر دوسروں کیلئے ہدایت کا سامان مہیا کر سکتا ہے۔ ہمارے پیارے حضرت مرزا عبدالحق صاحب ایک ایسے ہی خدا نما صفات حسنہ کے حامل بزرگ تھے جنہوں نے اپنی ایک سو چھ سالوں پر محیط زندگی کا ایک ایک لحہ الٰہی منشائے مبارک کے مطابق گزار کر اپنے خالق حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔

حضرت مرزا صاحب بفضلہٖ تعالیٰ اپنے طالب علمی کے زمانہ میں سولہ سال کی عمر میں 1916ء میں احمدیت کی کشتی میں سوار ہوئے اور دوران تعلیم زندگی وقف کرنے کی پیشکش کی لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا کہ وہ بطور وکیل اپنا کام جاری رکھیں آپ کی زندگی وقف ہی شمار ہوگی۔ اور واقعی حضرت مرزا صاحب نے اپنی ساری زندگی اپنی خداداد صلاحیتوں کو جماعت کیلئے وقف کئے رکھا۔ اور عملاً ایک مربی سلسلہ کی طرح اپنے وجود کی مکمل نفی کرتے ہوئے ایک ایسی انتھک مسلسل محنت کی زندگی تقویٰ کی باریک راہوں کو ملحوظ رکھ کر اس انداز سے گزاری کہ جب ہم ان کی مجموعی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا مطالعہ کرتے ہیں تو واقعی حیرت واستعجاب میں ڈوب جاتے ہیں۔

سچی وکالت

بطور ایڈووکیٹ ہمیشہ سچ بول کر قانونی پریکٹس کی۔ کبھی غلط یا جھوٹا مقدمہ نہیں لیا۔ عملی زندگی میں جب پہلی بار انکم ٹیکس بیان حلفی صحیح آمدن کے مطابق جمع کروائی تو مجاز افسر نے جو ایک سکھ تھا روٹین میں اعتراض لگا کر نوٹس بھیج دیا جس پر حضرت مرزا صاحب نے اپنا موقف زوردار طریق پر پیش کرتے ہوئے کہا کہ جب میں نے اپنی آمد سو فیصد صحیح اندراجات کے ساتھ ریٹرن فارم پر کر کے نیچے دستخط کر کے بھجوائے ہیں تو پھر اعتراض لگا کر پیش کردہ کوائف کیوں اور کس وجہ سے مسترد کیا گیا؟

حضرت مرزا صاحب نے اپنا یہ سچ اور سچا بیان اتنے پُرحکمت انداز سے پیش کیا کہ متعلقہ انکم ٹیکس افسر نے آپ کی فائل پر نوٹ لکھ دیا کہ آیندہ آپ کے انکم ٹیکس ریٹرن کو ہوبہو درست تسلیم کیا جائے اور کبھی نوٹس جاری نہ کیا جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی سچائی کی دھاک بیٹھ گئی اور پھر ساری عمر آپ کو محکمہ کی طرف سے اعتراضی نوٹس کبھی جاری نہ کیا گیا۔ اور آپ کے کوائف آمدنی کو اور ادا شدہ انکم ٹیکس کو صحیح اور فائنل تسلیم کیا جاتا رہا۔ شاید اسطرح کا یہ اعزاز صرف اور صرف ایک احمدی وکیل کو ہی حاصل ہو سکتا تھا۔

ایسی سچی عملی زندگی میں آپ کو خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر شعبہ زندگی میں کامیابیاں اور نئے نئے اعزاز حاصل ہوتے رہے۔ آپ کو سلسلہ احمدیہ کے سب سے بڑے ادارے مجلس مشاورت کا رکن ہونے کا اعزاز 1922ء میں ملا تو خدا کے

فضل سے چوراسی سال آپ جماعتی شوریٰ کی کارروائیوں میں حصہ لینے کی توفیق پاتے رہے۔ آپ کو مرکز سلسلہ قادیان اور پھر ربوہ میں مختلف اداروں، انتظامیہ کمیٹیوں کے رکن یا سربراہ کے طور پر بنیادی قسم کی اہم ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی توفیق ملتی رہی۔ میٹنگز میں شرکت، تقریبات میں نمائندگی، مختلف سطحوں پر سماجی تقریبات شادیوں میں شرکت اور ان سب تقریبات میں پابندی وقت کے ساتھ شامل ہونا بلکہ عموماً دیکھا یہی کہ مقررہ وقت سے قبل حاضر ہو کر متعلقہ عہدداروں کے لئے باعث تسکین و اطمینان بنتے۔ آپ آتے بھی دوسرے شہر (سرگودھا) سے تھے لیکن کبھی بھی لیٹ نہ ہوتے تھے اس لحاظ سے یعنی پابندی وقت کے حوالہ سے حضرت سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب اور حضرت مرزا صاحب اپنی مثال آپ تھے۔

74ء میں جوانمردی کا مظاہرہ

اس مرحلہ پر ہم کچھ خاص واقعات اپنے پس منظر کے ساتھ تازہ کرتے ہیں۔ مثلاً 29رمئی 1974ء کو ربوہ ریلوے سٹیشن پر نشتر کالج ملتان کے طلباء کے فساد کے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت واقعہ کو بنیاد بنا کر قومی اسمبلی نے 7رستمبر 1974ء کو پاکستان کے احمدیوں کو ناٹ مسلم قرار دے دیا۔ پھر اسی سال کے رمضان کے آخری عشرہ میں اس وقت کے وزیراعلیٰ پنجاب حنیف رامے صاحب سیاسی جلسہ جلوس کی خاطر سرگودھا تشریف لاتے ہیں اور اپنے ہمراہ لاہور سے لاریاں بھر بھر کر اپنی پارٹی کے جیالوں کو بھی لاتے ہیں اور اُسی دن جبکہ پنجاب کی پوری انتظامیہ وزیراعلیٰ کے جلسہ کو کامیاب بنانے میں صبح سے شام تک مصروف رہی اسی عرصہ میں سرگودھا شہر کے احمدیوں کے پینتیس مکانوں اور دکانوں کو جلا کر راکھ کر دیا گیا۔ سارا دن شہر کے آسمان کو آگ اور دھوئیں سے سیاہ بنائے رکھا جو ایک ہولناک نقشہ پیش کرتا تھا۔ شام کے وقت جب وزیراعلیٰ پنجاب کے دن بھر کا پروگرام یا ایجنڈہ مکمل ہو گیا تو وہ حضرت مرزا صاحب کے خاکستر مکان پر تشریف لائے اور اپنی طرف سے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے تعاون اور مدد کی پیشکش کی۔ آپ نے حنیف رامے صاحب کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ ہمیں کسی قسم کی مدد کی ضرورت نہیں۔ یعنی الٰہی تعلیم کے مطابق صبر شکر سے صرف اللہ تعالیٰ کی مدد اور رضا کے طالب ہیں۔ گھیراؤ جلاؤ والے دن جب بپھرا ہوا ہجوم حضرت مرزا صاحب کے مکان کو آگ لگا کر اُس کے جلنے کے نظارہ سے اپنے کارنامہ کو سڑک پار کھڑے دیکھ رہا تھا تو عین اس وقت حضرت مرزا صاحب کی ایک بہو بیٹی نے جن کا تعلق فلسطین سے ہے اپنے سر پر کرمچی رنگ کا عمامہ باندھے اپنے جلتے ہوئے گھر سے باہر سڑک پر آکر سینکڑوں شر پسندوں کو للکارا اور ایسے جوش و جذبہ سے للکارا کہ اس للکار کو سنتے ہی سارا ہجوم خوفزدہ ہو کر وہاں سے تتر بتر ہو گیا۔ یہ بھی کیسا عجیب ایمان افروز نظارہ ہوگا کہ مسیح محمدی کی غلامی کا تاج سر پر سجائے ایک 74 سالہ بزرگ جوانوں کا جوان امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع سرگودھا اپنے مکان کو بھسم ہوتے دیکھتا ہے اور پھر بھی اُس کا چہرہ پُرسکون ہے اطمینان ہے اور صبر کا غیر معمولی نمونہ دنیا کو پیش کر رہا ہے اور اُس کی بہو بیٹی جس ایمان افروز جرأت کا مظاہرہ کرتی ہے وہ بھی اپنی مثال آپ اور نہایت ہی روح پرور نقشہ دل و دماغ میں اُبھارتی ہے۔

آفرین ہے حضرت مرزا صاحب پر اُنہوں نے اللہ والے بن کر اپنے عمل سے دینی تعلیم کا جو نمونہ پیش کیا اُس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ رب العالمین نے مسیح موعود کی جماعت سے منسوب ہونے والوں کا ایمان، جان، مال، مکان اور کاروبار کے نقصان سے جو امتحان لیا اس میں وہ سو فیصد کامیاب

وکامران رہے۔

ایک ''اعزاز'' کی قبولیت سے انکار

ایک فوجی آمر جنرل ضیاءالحق نے اپنی حکومت کو بظاہر باعزت بنانے کیلئے اپنی شوریٰ قائم کی تو حضرت مرزا صاحب کواس سیاسی شوریٰ کی رُکنیت قبول کرنے کیلئے ہرحربہ استعمال کیا گیا لیکن آپ نے ہرقسم کے دباؤ کا مردانہ وار مقابلہ کیااوراس ''اعزاز'' کوقبول کرنے سے انکار کیا۔بالآخر فوجی آمر کوپسپائی کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔اسی قسم کی ایک کوشش وزیراعظم بھٹو صاحب نے بھی انتظامیہ کے ذریعہ کروائی تھی کہ جماعت احمدیہ کا کوئی ذمہ دار عہدیداریا فرد اسلام آباد آکراُن سے ملاقات کرے۔وزیراعظم کی اس خواہش کی تکمیل کے لئے انتظامیہ وزارت اطلاعات وغیرہ نے بڑی کوشش کی کہ ایڈیٹرہفت روزہ لاہورثاقب زیروی صاحب سرکاری خرچ پرہوائی جہاز کے ذریعہ ایک دن کا چکر اسلام آباد کالگالیں اورمضبوط کرسی والے طاقتورحکمران سے ملاقات کرلیں۔لیکن اہل اقتدار کی یہ خواہش بھی تشنۂ تکمیل ہی رہی۔یہ مثالیں انکارقرب شاہاں! آج کے اُس دور کی ہیں جب ہرکوئی منتظر ہوتا ہے کہ کب دربار سیاست سے بلاوا آئے اوروہ بھاگا بھاگا حاضری دے آئے لیکن نئے آسمان اورنئی زمین کے ''نظام نو'' کے احمدیہ کردار کی عظمت کا کوئی جواب نہیں۔یہ فرق!یہ امتیاز!اورامتیازی شان یہ سب کچھ بفضلہ تعالیٰ مسیح موعود کی معجزانہ تاثیرات کا پرتو ہی توہے۔

صحبت صالحین کی کچھ یادیں

خوش بختی سے ایک تقریب میں حضرت مرزا صاحب کے ساتھ کچھ وقت باتیں کرنے اور سُننے کا شرف حاصل ہوُا تو آپ ایمان افروز دلچسپ باتوں سے مجھے 19ویں صدی کے دوسرے تیسرے عشرے میں لے گئے۔فرمایا کہ آپ کے تایا ڈاکٹر بدرالدین احمد صاحب حصول تعلیم کے زمانہ سے میرے دوست اور ہوسٹل فیلو تھے۔وہ کنگ ایڈورڈ کالج میں ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کر رہے تھے اور میں قانون کا طالب علم تھا اور ہم احمدیہ ہوسٹل میں رہتے تھے۔ان کے ہوسٹل کے زمانہ کا ایک واقعہ حضرت مرزا صاحب نے یوں سنایا کہ ہم طلبائے ہوسٹل نے ایک خلاف معمول خاص بات نوٹ کی کہ کچھ عرصہ سے ڈاکٹر صاحب اپنے کمرہ کواندر سے بند کرلیتے ہیں اورکئی کئی گھنٹے اپنے آپ کومقید رکھتے ہیں آخر یہ کرتے کیا ہیں؟ یہ جاننے کے لئے جب تجسس مزید بڑھا تو پھر ہم طلباء نے طے کیا کہ ہم میں سے ایک موقع پاتے ہی ڈاکٹر صاحب کے کمرہ میں داخل ہوکر چارپائی کے نیچے چُھپ جائے گا اور پتہ چلائے گا کہ کمرہ کواندر سے بند کرکے ہمارا دوست کرتا کیا ہے۔بہرحال اس تجویز کے مطابق جب ڈاکٹر صاحب اپنے کمرہ سے باہر آکر باتھ روم کی طرف گئے تو ایک طالب علم ان کے کمرہ میں داخل ہوکر حسب منصوبہ چارپائی کے نیچے چُھپ گیا۔اور پھر کیا دیکھتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب وضو کرکے کمرہ میں داخل ہوکر دروازہ کا بولٹ چڑھادیتے ہیں پھر جائے نماز بچھا کرلمبے سجدوں رُدعاؤں والی نماز ادا کرتے ہیں۔نماز سے فارغ ہوکر قرآن کریم کھول کر پڑھنا شروع کردیتے ہیں اورقرآن پڑھتے پڑھتے مغرب کاوقت ہوجاتا ہےتو پھر آپ اُٹھتے ہیں اورکسی کام کے لئے باہر نکلتے ہیں تو تب جاکر کمرہ میں چُھپا ہوا دوست چپکے سے باہر آکرہمیں اپنی جاسوسی کارروائی سے آگاہ کرتا ہے۔جس کوسن کرہم واقعی حیران رہ گئے کہ ہم کیا سمجھتے تھے اور حقیقت کیا نکلی! حضرت مرزا صاحب نے یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے مزید فرمایا کہ محترم ڈاکٹر صاحب کوجب یہ علم

ہوا کہ حضرت مصلح موعود نے قادیان میں ایک مجلس عرفان میں اپنی اس خواہش کا اظہار فرمایا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ احمدی ڈاکٹر صرف ڈاکٹر ہی نہ ہوں بلکہ حافظ قرآن ہوں تو دین کی سنہری تعلیم اسمعوا و اطیعوا پر عمل کرتے ہوئے آپ نے قرآن کریم حفظ کرنا شروع کردیا اور باہر کی مداخلت سے محفوظ رہ کر پرسکون ماحول کی خاطر آپ نے کمرہ کو بند کرنا ضروری سمجھا۔

اس موقع پر حضرت مرزا صاحب نے مزید فرمایا کہ حضرت حافظ ڈاکٹر بدرالدین احمد صاحب نے ساری عمر ڈاکٹری کے پیشہ کو خدمت خلق بے لوث خدمت کے لئے استعمال کیا۔ ابتدا میں کچھ عرصہ کے لئے کراچی میں پریکٹس کی پھر نیروبی چلے گئے وہاں سے مشرق بعید بورنیو تشریف لے گئے اور جہاں بھی رہے اعزازی مشنری کے طور پر خدمت کی توفیق پاتے رہے۔

حضرت مرزا صاحب نے مزید فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی اس خواہش کا اظہار فرمایا تھا کہ میں اُن کے "غسل" اور تجہیز و تکفین میں خود حصہ لوں اور مجھے خوشی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اُنکی اس خواہش کے مطابق خدمت کی توفیق 1962ء میں دی جب ڈاکٹر صاحب تریسٹھ سال کی عمر میں خالق حقیقی کے حضور حاضر ہوئے۔

خطوط کے بروقت جوابات

ایک اور خوش قسمتی تھی کہ حضرت مرزا صاحب اپنے اور قدردانوں کے خطوط کا جواب بہت ہی باقاعدگی سے اور اولین فرصت میں بالکل اُسی پابندی اور باقاعدگی سے ارسال فرماتے تھے کہ جس طرح حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب اور حضرت ڈاکٹر عبدالسلام صاحب اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود خطوط کا جواب ارسال فرماتے تھے۔ حضرت مرزا صاحب ہر خط کا جواب اپنے دست مبارک سے لکھتے تھے اور اُس وقت تک آپ کا یہ معمول جاری رہا جب تک کہ اُن کے ہاتھ میں قلم پکڑنے اور لکھنے کی طاقت موجود رہی۔ پھر اپنی عمر عزیز کے آخری دو اڑہائی سال کے دوران خطوط کے جوابات لکھوا کر نیچے اپنے دستخط ثبت فرماتے۔ خدا کے فضل سے آخر تک ہر خط کا پڑھکر سمجھ کر جوابات لکھواتے اور اس حوالہ سے آپ کا ذہن آپ کی سوچ اور خیالات کی روانی اور پختگی و اظہار بیان بہت واضح ہوتا اور اگر کہیں ان کے قلمی معاون فقرہ کو حسب خواہش نہ لکھ پاتے تو اُسے قلمزد کروا کے زیادہ صحیح فقرہ تحریر کرواتے۔ اور جب تسلی ہو جاتی تو پھر خطوط پر اپنے دستخط کر دیتے۔ آپ کے یہ دستخط قلم کی گرفت کی نوعیت کے اظہار کا ذریعہ بنتے لیکن پھر کچھ عرصہ بعد پورے دستخط کی بجائے مختصر دستخط ہونے لگے اور جوں جوں وقت گزرتا گیا دستخط مزید محدود، مختصر شکل اختیار کرتے گئے انجام کار قانون قدرت کے تحت ہاتھ کی کمزوری بڑھتی گئی دستخط بھی محدود تر ہوتے گئے اور اب نام کا ع تو لکھتے لیکن اسکے ساتھ ایک چھوٹی سے لائن ڈال دیتے۔ پھر آہستہ آہستہ ع بھی لائن نما دستخط کا روپ اختیار کر گیا یعنی اب دستخط صرف ایک مختصر لائن کی صورت رہ گئے اور پھر یہ دستخطی لائن بھی ایک نقطے کی شکل میں نظر آنے لگی۔ پھر بالآخر آپ ایک سو چھ سال کی عمر میں اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھا لئے گئے۔ ایسی کامیاب و کامران زندگی اپنے پیارے خالق حقیقی کے حضور حاضری پر دلی مبارکباد کا تحفہ قبول فرمائیں۔ آپ نے ساری زندگی اپنی خداداد صلاحیتوں کو انسانیت کی خدمت میں استعمال سے الٰہی منشاء کا حق ادا کیا۔ ایسی زندگی مبارک ایسا انجام مبارک سو مبارک۔

کوئٹہ اور چکوال کی یادیں

مکرم احسان الحق صاحب آف کوئٹہ تحریر کرتے ہیں:

حضرت مرزا عبدالحق صاحب مرحوم کی بزرگی اور جماعت میں اُن کے مقام سے کون واقف نہیں۔ان کے اس مرتبہ کی بنا پر خاکسار نے انہیں کوئٹہ آنے کی دعوت دی کیونکہ خاکسار نے نیا گھر بنایا تھا اور خواہش تھی کہ برکت کی خاطر کسی بزرگ کو اس گھر میں دعوت دی جائے۔کمال شفقت اور محبت سے خاکسار کی دعوت کو قبول فرماتے ہوئے حضرت مرزا صاحب 1992ء کی گرمیوں میں کوئٹہ تشریف لائے اور قریباً دو ہفتہ خاکسار کے غریب خانہ میں قیام فرمایا۔ان دو ہفتوں میں خاکسار نے حضرت مرزا صاحب کی صحبت کا بھرپور فائدہ اُٹھایا۔سب سے زیادہ جس بات نے خاکسار کو متاثر کیا وہ حضرت مرزا صاحب کی جماعت احمدیہ کے ساتھ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کے ساتھ محبت اور عقیدت تھی آپ نہایت منظم اور باقاعدہ زندگی گزارنے کے عادی تھے، دُعاؤں اور عبادتوں سے خاص شغف تھا تربیت کی خاطر کسی بھی موقع پر نصائح اور ہدایات سے نوازتے تھے۔نمازوں کو وقت پر ادا کرنا ضروری سمجھتے تھے اور بڑے اہتمام سے اس بات کا خاص خیال رکھتے۔قیام کے دوران باقاعدہ مغرب اور عشاء کی نمازیں بیت میں باجماعت ادا کرتے اور نماز کے بعد درس بھی دیتے۔جمعہ کے خطبات بھی دیئے۔درس کے سلسلہ میں ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ کی شان اور عظمت بیان کرتے ہوئے بتایا کہ انسان کے جسم میں اربوں کروڑوں سیل (Cell) ہیں اور ہر سیل کو اللہ تعالیٰ نے اپنا کام کرنے کیلئے (Feed) کیا ہوا ہے اور اگر اس کو کتاب میں لکھا جائے کہ ایک ایک سیل کے کیا کیا کام ہیں تو صرف ایک سیل کے کام اتنے ہیں کہ ان کی کتاب ڈکشنری کے برابر ہوگی۔

آپ نے بتایا کہ چونکہ آپ کی بیعت حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد تھی اس لئے دل میں ایک زبردست خلش تھی کہ اُنہوں نے براہ راست حضور کے ارشادات نہیں سنے اس لئے اس خلش کو دور کرنے کے لئے آپ نے بڑی محنت، کاوش اور خرچ سے پرانے جماعتی اخبارات اور رسائل جمع کئے اور ان کا مطالعہ کیا تاکہ حضور کے تمام ارشادات سے مستفید ہوسکیں۔حضور کی کتب کو جس محبت سے اور جس اہتمام سے پڑھا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضور کی ایک عربی زبان کی کتاب کو عربی کی لغت کی مدد سے چھ ماہ کے عرصہ میں پڑھا۔آپ کا یہ انداز بتاتا ہے کہ آپ کو حضور کے ارشادات کی اہمیت اور عظمت کس انتہا پر تھی پھر اس بات سے بھی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ نے حضور کی بعض کتب کا مطالعہ اس گہرائی سے کیا کہ ان کے انڈیکس بھی تیار کئے۔ان چند دنوں کی صحبت میں حضرت مرزا صاحب نے خاکسار کی علمی و روحانی تربیت اور رہنمائی فرمائی جس کے لئے خاکسار ان کا ممنون ہے۔

اپنا گھر تو بنالیا مگر خدا کا گھر نہیں بنایا؟

کوئٹہ کی یادوں کے حوالہ سے مکرم ناصر علی خان صاحب آف کوئٹہ تحریر کرتے ہیں:

محترم جناب مرزا صاحب 1992ء میں کوئٹہ تشریف

لائے اور محترم محمد احسان الحق خان صاحب امیر جماعت احمدیہ کوئٹہ کے ہاں قیام فرمایا ۔ مکرم امیر صاحب نے اس وقت چھاؤنی میں اپنا نیا نیا گھر بنایا تھا۔ جب مرزا صاحب کو گھر تفصیلی دکھایا گیا تو انہوں نے مکرم احسان صاحب سے کہا کہ آپ نے اپنا گھر تو بنالیا مگر خدا کا گھر نہیں بنایا ۔ کاش اس میں ایک کمرہ اس نیت سے بناتے کہ اس میں خدا کی عبادت کی جاتی پھر اُنہوں نے بتایا کہ میں نے جب اپنا گھر سرگودھا میں بنایا تو ساتھ ایک بیت الحمد بھی تعمیر کی جس میں ہم عبادت کرتے ہیں اور میں بچوں کو قرآن کریم ابھی تک پڑھاتا ہوں ۔

تجھے لمبی عمر دی جائے گی

موجودہ احمدیہ بیت الحمد کوئٹہ جو اسی جگہ ایک گھر نما شکل میں تھی موجودہ بیت ابھی تک تعمیر نہیں کی گئی تھی ایک روز نماز مغرب کے بعد مرزا صاحب چند دوستوں کے ہمراہ بیت الحمد میں تشریف فرما تھے تو ہمارے ایک مرحوم دوست مکرم شیخ نعیم احمد ابن مکرم شیخ بشیر احمد صاحب نے کہا مرزا صاحب آپ سے ایک ذاتی سوال کرنا چاہتا ہوں اجازت پر مکرم نعیم صاحب نے دریافت کیا کہ مرزا صاحب اس وقت آپ کی کیا عمر ہے؟ آپ چند منٹ خاموش ہو گئے اور بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا کہ مجھے میرے خدا نے بتایا ہے کہ تجھے لمبی عمر دی جائے گی ۔ واقعہ یوں ہے کہ جب میں بڑھاپے کی طرف بڑھ رہا تھا تو فکر لاحق ہوئی کہ اس عمر میں طرح طرح کی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں نہ معلوم کہ کیا حال ہو تو دُعا کی طرف توجہ ہوئی اور بہت دُعا کی اس دُعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے الہاماً مجھے بتایا کہ تجھے لمبی صحت والی زندگی دی جائے گی سو اس وقت میری عمر نوے سال ہے اور میں اب بھی ٹینس کھیلتا ہوں ۔ اس موقع پر مکرم اسد اللہ صاحب ابن حاجی لعل دین صاحب اور مکرم دبیر احمد صاحب ابن چوہدری طفیل محمد صاحب بھی موجود تھے اور وہ اس واقعہ کے گواہ ہیں ۔ یوں ہم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس وجود کو واقعی لمبی عمر عطاء کی اور پانچ خلافتوں کا دور پایا۔

دوالمیال میں تشریف آوری

مکرم ریاض احمد ملک صاحب. دوالمیال تحریر کرتے ہیں:

24/ اکتوبر 97ء کو گیارہ بجے مکرم مرزا صاحب دوالمیال تشریف لائے ۔ احمدیہ دارالذکر کے قریب آپ کی گاڑی رکی ۔ مکرم حاجی عبدالعزیز صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع چکوال نے آپ کو خوش آمدید کہا۔ آپ کا نورانی چہرہ سادہ لباس، آپ کا وقار اور وجاہت دیکھ کر خاکسار کے ذہن میں پرانے رفقاء کرام ، خاص کر حضرت منشی احمد علی صاحب آف دوالمیال اور حضرت عبداللہ صاحب آف دوالمیال کے چہرے گھوم گئے کہ ان بزرگوں کا اس طرح حلیہ اور لباس ہوتا تھا جو صحیح رنگ میں احمدیت کے جاں نثار تھے ۔ اور یوں ہی وہ احمدیہ دارالذکر کو رونق بخشا کرتے تھے ۔

سادگی، وضع داری اور خود اعتمادی

آپ بڑے وقار سے کار سے باہر تشریف لائے ۔ مکرم امیر صاحب نے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد آپ احمدیہ دارالذکر دوالمیال میں بڑے دروازے سے داخل ہو گئے ۔ آگے خوش آمدید کہنے والوں اور آپ کی ایک جھلک دیکھنے والے بیسیوں احباب کی ایک قطار تھی جہاں آپ نے ہم سے

دوالمیال کی خیریت دریافت کی۔

منارۃ المسیح کی طرز کا مینار رکھنے والی احمدیہ دارالذکر

پھر آپ نے احمدیہ دارالذکر دوالمیال پر ایک طائرانہ نظر دوڑائی۔جب اُن کو بتایا گیا کہ یہ وہ دارالذکر ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے جماعتِ احمدیہ کے پاس ہے اور اب تک یہ خدا کے فضل سے جماعتِ احمدیہ دوالمیال کے پاس ہے۔پھر اس مینار کے بارے میں معلومات دی گئیں کہ یہ مینار 1929ء میں دوالمیال کی جماعت نے احمدیت کے ساتھ عشق،محبت اور خلوص کو دوبالا کرنے کے لئے منارۃ المسیح قادیان کی طرز کا بنایا اور اس کی بنیادیں حضرت مسیح موعودؑ کے رفقاء نے اپنے ہاتھوں سے بھریں۔آپ نے احمدیہ دارالذکر پر ایک طائرانہ نظر دوڑاتے ہوئے اور پھر اس کے محل وقوع اور خوبصورتی کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ مخالفین سچے ہیں کہ اتنی عالیشان اور خوبصورت دارالذکر کو آپ لوگوں سے لینے پر تُلے ہوئے ہیں اور للچائی نظروں سے دیکھتے ہیں لیکن آپ کو یقین ہونا چاہئے کہ آپ خدا کے فضلوں اور برکتوں کے وارث ہیں آپ کے بزرگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صدق دل سے مانا ہے۔خدا ان کی اولادوں کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔اور یہ احمدیہ دارالذکر پیارے امام کی دعاؤں کی بدولت ہمیشہ انشاء اللہ تمہارے پاس رہے گی۔اس کے بعد آپ مہمان خانہ میں تشریف لے گئے،آپ نے چائے نوش فرمائی اور وہاں جب آپ سے عمر کے بارہ میں پوچھا گیا تو آپ نے بتایا کہ جنوری 1998ء میں انشاءاللہ 98 سال عمر ہو جائے گی۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا اس دفعہ لندن جلسہ سالانہ پر گیا تھا۔تو خدا کے فضل سے سوا ماہ ایسی جگہ رہا کہ میں نے پانچوں وقت کی نمازیں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی اقتدا میں پڑھیں۔انہوں نے مزید بتایا کہ میں نے اپنی بساط کے مطابق تقریباً ہر جگہ کے اجلاسات میں تقاریر کر کے ان کو احمدیت کے متعلق اپنے تجربات کے بارہ میں بتایا کہ میں نے جو کچھ پایا احمدیت سے پایا قربِ خلافت سے پایا۔اور اُن کی دعاؤں کے ثمر میں نے زندگی میں دیکھے۔اور فرمایا،احمدیت کے گہرے سمندر میں ڈوب کر صدف حاصل کرنے کی کوشش کرو۔آپ فرمانے لگے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مجھے فرمایا کہ اس دفعہ انگلستان والوں نے آپ کی موجودگی سے بہت فائدہ اُٹھایا۔اور MTA بھی آپ سے بہت مستفید ہوا۔

کھانا کھانے کے بعد آپ نے خطبہ جمعہ دیا۔جس میں آپ نے بتایا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو اس وقت وہ اکیلے تھے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت کے وعدے آپ کے ساتھ تھے۔پھر آپ کی جماعت ترقی پر ترقی کرتی چلی گئی اور لاکھوں اور کروڑوں تک پہنچ گئی۔پھر آپ نے فرمایا۔اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔جو اللہ پر کامل یقین رکھتے ہیں اور اُس کی تسبیح اور عبادات باجماعت ادا کرتے ہیں،اُس کو ہر وقت یاد کرتے رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اُن کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔عبادات کے ساتھ مالی قربانیاں بھی ضروری ہوتی ہیں۔

MTA کی برکات کا ذکر

آپ نے بتایا کہ اعجازی طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا لندن چلے جانا،ایک طرف تو ہمارے لئے صدمہ کا موجب تھا لیکن دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے MTA کے ذریعے

ہمارے گھروں میں ہمارے پیارے امام کو چوبیس گھنٹے بھیج دیا۔جماعتِ احمدیہ MTA پر کثیر رقم صرف کر رہی ہے ہمیں چاہئے کہ اس سے بھر پور فائدہ اُٹھائیں اور اپنے محبوب امام کے پُر معارف خطبات اور ان کی مجالس عرفان اور دوسرے پروگراموں سے حتی المقدور فائدہ اُٹھائیں۔آپ نے قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اب لوگ بہت قربانی کرنے والے آگئے ہیں اور لاکھوں اور کروڑوں روپے دینے والے مخلصین اب اس جماعت میں موجود ہیں لیکن ایسے بھی ہیں کہ جن کی بالکل قلیل آمدنی ہے،اور وہ اس قلیل آمدنی سے بے مثال قربانی دے رہے ہیں آپ نے ایک پانی بھرنے والے آدمی کی مثال دی کہ اس کو ایک ماہ کے 32 روپے ملتے تھے تو اس میں سے 20 روپے چندہ ادا کر کے 12 روپے اپنے گھر کے لئے رکھتا تھا۔آپ نے کہا کہ دل میں جذبہ ہونا چاہئے۔اس میں یہ نہیں کہ لاکھوں ہی دینے والوں کا ذکر ہو۔بلکہ ہر مالی قربانی اپنا مقام رکھتی ہے اور آپ نے فرمایا دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ابتلاؤں کو ٹال دے اور ہمیں صبر سے ان ابتلاؤں میں ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا کرے۔خطبہ جمعہ کے بعد نماز جمعہ پڑھائی اور پھر نماز عصر بھی جمع کروائی۔بعد از نماز جمعہ مکرم مرزا عبدالحق صاحب پنڈی کیلئے روانہ ہو گئے۔

یہ دوالمیال جماعت کی خوش قسمتی ہے کہ درویشانہ عادات و اطوار رکھنے اور بے حد سادہ زہد وتقویٰ میں اعلیٰ مقام،امامت سے گہری دلی وابستگی رکھنے والا۔ایک متوکل انسان۔ہر مجلس میں حضرت صاحب کی باتیں کرنے والا اور شکر بجا لانے والا وجود دوالمیال تشریف لایا اور دوالمیال کو ان ابتلاؤں کے دور میں ان کی دعاؤں کا وارث بنایا۔

مہاتما گاندھی سے ملاقات

پاکستان کا معمر ترین شخص بریڈفورڈ کا دورہ کر رہا ہے۔ مرزا عبدالحق صاحب جو ایک سو دو سال کے ہیں۔آپ ایک وکیل کے طور پر خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔آپ برٹش انڈیا میں 1900ء میں پیدا ہوئے۔آپ گاندھی جی سے بھی ملے جس کو آپ ایک عظیم شخصیت قرار دیتے تھے اور اس کے علاوہ بہت سارے بڑے رہنماؤں سے ملاقات کر چکے ہیں۔مرزا صاحب جو کہ اب سرگودھا پاکستان میں رہتے ہیں،اب تک ہر روز چند میل پیدل چلتے ہیں انہوں نے لارڈ میئر بریڈفورڈ،کونسلر رچرڈ وائٹ مین سے ملاقات کے دوران عقل مندی کے موتی بکھیرے۔

انہوں نے کہا کہ میری لمبی زندگی کا راز یہ ہے کہ سادہ زندگی گزارو،ورزش خوب کرو،خوراک درمیانی رکھو اور خلق خدا کے لئے نفع بخش ثابت ہو۔

آپ نے مزید بتایا کہ میں رات دو بجے اٹھ کر روز نماز تہجد ادا کرتا ہوں جو صحت کے لئے بہت اچھی ہے۔

آپ کو شہر کے مجسٹریٹ باری ملک نے شہر کے دورہ کے لئے دعوت دی۔آپ نے تقریباً ۵۰۰ افراد کو جو کہ یارک شیئر کے علاقہ سے آئے ہوئے تھے۔احمدیہ بیت جو کہ لیڈز روڈ پر واقعہ ہے میں خطبہ دیا۔جناب باری ملک صاحب کہتے ہیں کہ آپ ایک غیر معمولی انسان ہیں،ہمارے لئے یہ بات باعث اعزاز ہے کہ ایسی اہم شخصیت نے ہمارے شہر کا دورہ کیا آپ کے پاس ہمیں بتانے کے لئے بہت کچھ ہے اور ہم ان کی موجودگی سے بہت فائدہ حاصل کر سکتے ہیں"۔

(Telegraph & Aryus Monday,Agust 12, 2002

عشق انگیز یادیں

(مکرم مولانا لئیق احمد طاہر صاحب، بریڈفورڈ)

حضرت مرزا صاحب ایک متقی، پرہیزگار، بےنفس، فانی فی اللہ، عالمِ بے بدل، صاحب کشف و الہام بزرگ تھے۔

خاکسار کی تبدیلی جب گلاسکو سے کرائڈن میں ہوئی تو ان دنوں جلسہ کے موقع پر آپ بالعموم مکرم محمود بٹ صاحب کے ہاں قیام فرماتے۔ اپنی عاجزی اور بےنفسی کی وجہ سے خود نمازیں پڑھانے کی بجائے جماعت کے اِس حقیر خادم کے پیچھے نمازیں ادا فرماتے تھے۔

ایک بار خاکسار نے نماز فجر میں مسلسل چند دن سورۃ یوسف کے چند رکوع سنائے تو بڑی محبت سے فرمانے لگے کہ آپ نے سورۃ یوسف یاد کی ہوئی ہے! میں نے عرض کیا کہ جب حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب پہلی بار انگلستان کیلئے روانہ ہونے لگے تھے تو حضرت خلیفہ اول نور اللہ مرقدہ نے آپ کو تاکید فرمائی تھی کہ سورۃ یوسف کثرت کے ساتھ پڑھتے رہنا۔ آپ ایک پُرکشش شخصیت کے حامل تھے۔ احباب کے ساتھ بالعموم نماز فجر و مغرب کے بعد بیٹھتے اور قیمتی نصائح سے نوازتے اور سوالوں کے جواب دیتے۔

خاکسار کی چند سال بعد ساؤتھ آل میں تبدیلی ہوئی۔ وہاں ایک قریبی جماعت Hayes (ھیز) میں آپ اپنے ایک عزیز مکرم محمد یوسف اپل صاحب کے ہاں قیام فرما ہوئے۔ یہ شب و روز ہماری خوش بختی کا گویا معراج تھا۔ یہیں پانچ نمازیں، جمعہ اور دیگر تقاریب ہوتی تھیں اور حضرت مرزا صاحب یہیں نماز فجر اور نماز مغرب و عشاء ادا کرتے تھے۔ اس لئے خوب رونق لگتی تھی۔ آپ مربیانہ شان کے حامل تھے۔ کلام پُرتاثیر تھا۔ علم و معرفت سے بھری ہوئی آپ کی باتیں دلوں میں پاک تبدیلی پیدا کرتی تھیں۔

خاکسار کو ایک سال یہ سعادت بھی نصیب ہوئی کہ حضرت مرزا صاحب کو اپنی ریجن کی کئی جماعتوں میں لیکر گیا۔ کئی جنرل میٹنگز میں آپ نے خطاب فرمائے اور سوالوں کے جواب بھی دیئے اور تعلیمی اور تربیتی لحاظ سے جماعتوں نے خوب فائدہ اُٹھایا۔ آپ مکرم چوہدری رشید احمد صاحب (داماد مکرم کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد صاحب) کے ہاں بھی سالہا سال جلسہ کے دنوں میں قیام فرماتے رہے اور خاکسار کی درخواست پر ساؤتھ آل میں تشریف لاتے۔ خاکسار جماعتی ضرورت کے مطابق متنوع مضامین پر خطاب کے لئے درخواست کرتا۔ آپ کسی قسم کے نوٹس کے بغیر نہایت مؤثر خطاب فرماتے جو دلوں کو گرما دیتا تھا۔

سرگودہا کے ایک سقہ کی قربانی کا تذکرہ

آپ کی خدمت میں ایک بار درخواست کی گئی کہ مالی قربانیوں کے بارہ میں احباب کو تلقین فرمائیں۔ بہت بڑی تعداد میں مرد و خواتین ساؤتھ آل مشن ہاؤس میں آگئے۔ اتنی بڑی تعداد کو سمونا مشکل ہوگیا۔ لوگوں کو جہاں جگہ ملی ساتھ ساتھ مل کر بیٹھ گئے۔ اس موقع پر آپ نے بہت سے ایمان افروز واقعات سنائے۔ ان میں ایک واقعہ ایک احمدی سقہ کے بارہ میں سنایا۔ فرمایا سرگودھا میں ایک احمدی سقہ تھا جو مشک بھر کر لاتا اور نالیوں میں پانی گراتا اور کمیٹی کے

خاک روب نالیوں کی صفائی کرتے۔ اس کی ماہانہ تنخواہ 32 روپے تھی۔ وہ ہر ماہ 20 روپے چندہ ادا کرتا تھا اور 12 روپے میں اپنے سارے خاندان (اہل وعیال) کا گزارہ کرتا تھا۔ فرمایا مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ وہ کس طرح گزارہ کرتا تھا۔ اس کی یہ بےنظیر اور لازوال قربانی ہمیشہ کے لئے میرے دل پر نقش کر گئی۔ میں نے دنیا کے متعدد ممالک میں کم از کم 200 بار اس کی اس بے مثال قربانی کا ذکر کیا ہوگا اور احباب جماعت کو اس کے لئے دعا کی تحریک کی ہوگی۔

معاملہ فہمی

آپ بہت معاملہ فہم تھے۔ حضرت مرزا صاحب صدر بورڈ قضا تھے ایک مقدمہ پانچ رکنی بورڈ میں پیش ہوا۔ خاکسار کو بھی اس پانچ رکنی بورڈ میں شامل کر لیا گیا تھا۔ خاکسار نے مشاہدہ کیا کہ ایک وکیل نے مخالف فریق کے بارہ میں کافی سخت زبان استعمال کی۔ اس کے بعد فریق مخالف نے نہایت سلجھے ہوئے انداز میں مسکراتے مسکراتے پہلے وکیل کے دلائل کا جواب دیا۔ حضرت مرزا صاحب نے نہ کسی کی سرزنش فرمائی اور نہ تعریف۔ سارے معاملہ کی تفاصیل سن کر نہایت تحمل کے ساتھ پانچ رکنی بورڈ کی آراء لیں اور فیصلہ فرمایا۔

ایسٹ لنڈن کی ایک جماعت New Ham ہے۔ یہ خاکسار کی ریجن کی جماعت تھی۔ خاکسار حضرت مرزا صاحب کو وہاں اپنے ساتھ لے کر گیا۔ بہت سے احباب نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ ایک شخص نے پوچھا کہ احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے؟ میں نے کہا ''احمدی ایک زندہ خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔'' حضرت مرزا صاحب نے فوراً فرمایا۔ بالکل درست کہا ہے یہی ایک احمدی اور غیر احمدی میں فرق ہے۔ ہم ایک زندہ خدا پر ایمان رکھتے ہیں جو ہماری دردمندانہ دعائیں سنتا ہے اور جواب دیتا ہے۔

آپ سے مالی قربانی کے بارہ میں درج ذیل واقعہ کئی بار سنا کہ حضرت پیر منظور محمد صاحب بانی ومصنف قاعدہ یَسَّرْنَا الْقُرْآن بے مثال مالی قربانی خدا تعالیٰ کے حضور میں پیش کیا کرتے تھے۔ 1930ء کا زمانہ تھا۔ آپ کی سالانہ آمد ہزاروں روپے پر مشتمل تھی۔ آپ ہر سال کم وبیش دس ہزار روپے چندہ دیا کرتے تھے۔ لیکن اس قدر صاحب ثروت ہونے کے باوجود آپ نے اپنی ذات کیلئے ابتداء میں صرف تیس روپے ماہوار مقرر کئے ہوئے تھے۔ جب مہنگائی بڑھ گئی تو آپ نے 1940ء میں چالیس روپے ماہوار لینے شروع کر دیئے۔ فرمایا جس زمانہ کی میں بات کر رہا ہوں اس زمانہ میں 10,000 روپے میں ہر سال ایک محل تعمیر کیا جا سکتا تھا۔

خاکسار نے ایک دفعہ ساؤتھ آل مشن ہاؤس میں آپ کی دعوت کی آٹھ دس احباب اور بھی مدعو تھے۔ خاکسار کی اہلیہ سے کہہ کر خاص طور پر آپ کے لئے چند کھانے پکوائے اور کہا کہ مصالحے کم رکھیں اور گوشت خوب گلا ہوا ہو۔ جب کھانا شروع کیا تو میں نے نوٹ کیا کہ آپ بہت کم خور ہیں۔ میں نے ایک ڈش آپ کی طرف بڑھائی کہ یہ ضرور لیں یہ تو میری بیگم نے بڑی محبت سے آپ کے لئے بنائی ہے۔ میرے اصرار پر آپ نے تھوڑا سا لے لیا اور فرمایا جسم کو جتنی ضرورت تھی وہ تو کھا چکا ہوں اب جو زائد لوں گا ضائع جائے گا۔

ایک دفعہ فرمایا کہ میں جتنا وقت اپنی وکالت کو دیتا ہوں اس سے دگنا وقت جماعت کو دیتا ہوں۔ فرمایا میں اپنی ضروریات کے لئے بالعموم چار گھنٹے کام کرتا ہوں اور آٹھ گھنٹے جماعت کیلئے صرف کرتا ہوں۔

(باقی صفحہ 71 پر)

بریڈفورڈ کی دلکش یادیں

(مکرم ڈاکٹر عبدالباری ملک صاحب بریڈفورڈ)

برصغیر پاک و ہند کے بعد شاید انگلستان میں بسنے والے احمدی سب سے زیادہ خوش قسمت ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفقاء کرام، چار خلفاء احمدیت اور جماعت کے بزرگان کو سات سمندر پار اس دور دیش میں بھی نہ صرف قریب سے دیکھنے کے مواقع ملتے رہے ہیں بلکہ ان کی قربت کے یادگار لمحے بھی میسر آتے رہے ہیں۔

1984ء کی ہجرت کے بعد تو ہر وقت خلیفہ وقت کو اپنی آنکھوں سے قریب سے دیکھنے کا شرف اور مسلسل رہنمائی اور تربیت بھی مل رہی ہے اور وہ براہِ راست حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی قربت، برکات اور دعاؤں سے خوب جھولیاں بھر رہے ہیں۔ ہجرت کے بعد لندن میں بسنے والے احمدیوں کو تو خلیفہ وقت کی موجودگی کی برکت سے ہر سال بہت سے بزرگان جماعت کو بھی قریب سے دیکھنے کا موقع مل جاتا ہے لیکن ہم جو لندن سے قریباً ڈھائی سو میل دور یارکشائر کے رہنے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہماری بھی سن لی ہے اور ہمیں بھی خلیفہ وقت کی شفقت سے ہمارے اپنے شہر میں بزرگان دین کی قربت کے ایسے انمول لمحات میسّر آتے ہیں جن کا ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ خاکسار اپنے آپ کو انتہائی خوش قسمت سمجھتا ہے کہ گزشتہ تیس سال میں اکثر بزرگان سے ملنے، ان کی خدمت کرنے، ان کی صحبت میں رہنے اور قربت کے چند انمول لمحے میسر آتے رہے۔

اس مضمون میں خاکسار حضرت مرزا عبدالحق صاحب کے ساتھ گزرے ہوئے ان چند یادگار لمحات کا ذکر اور اپنے ذاتی مشاہدات بیان کرنے کی کوشش اس دعا کے ساتھ کرنا چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمائے اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی ہمیشہ توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین ثم آمین۔ بریڈفورڈ جماعت میں مولانا نسیم احمد صاحب باجوہ جتنا عرصہ بطور مربی سلسلہ خدمات سرانجام دیتے رہے ان کی وجہ سے حضرت مرزا عبدالحق صاحب ضرور بریڈفورڈ تشریف لاتے اور چند دن یہاں گزارتے۔ آپ کی ذات بھی ہمارے لئے ایک نشان تھی، باوجود پیرانہ سالی کے آپ ہر وقت بڑے سرگرم رہتے اور عبادات کا خاص طور پر بڑا خیال رکھتے، عبادات کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ آنے دیتے۔

سفر میں باجماعت نماز

ہماری یہ خوش قسمتی ہے کہ ایک دفعہ آپ ہمارے گھر ٹھہرے ایک دن نماز کے وقت ہم ان کے کمرہ میں ان کا خیال کرتے ہوئے اس خیال سے کہ بزرگ ہیں شاید تیار ہونے کے لئے ان کو کچھ زیادہ وقت درکار ہو ذرا تاخیر سے گئے تو دیکھا کہ ہمارے چھوٹے بیٹے کو ساتھ کھڑا کر کے نماز شروع کر دی ہوئی تھی۔ نماز کے بعد فرمانے لگے کہ پچاس سال سے زائد

مکرم مولانا محمد احمد جلیل صاحب، حضرت مرزا عبدالحق صاحب

حضرت مرزا عبدالحق صاحب، مکرم مرزا اثار احمد صاحب (بیٹا)

حضرت مرزا صاحب کی کوٹھی پر

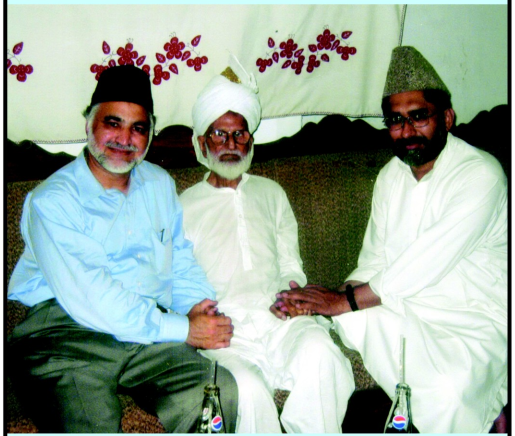

مکرم حافظ مظفر احمد صاحب، بائیں طرف مکرم ڈاکٹر حمید الرحمٰن صاحب

نومبر 2001ء: برموقع افتتاح ایوان ناصر بالائی منزل

مکرم چوہدری محمد علی صاحب مضطر، حضرت مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ

تیسری آل پاکستان سالانہ علمی ریلی 2003ء کی اختتامی تقریب

مکرم ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب، حضرت مرزا عبدالحق صاحب، صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب

2000ء: جامعہ احمدیہ ربوہ میں ایک بابرکت تقریب

عزیزم رضوان احمد صاحب (اردو کلاس کا موٹا بچہ)، مکرم سید میر محمود احمد صاحب ناصر، حضرت مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ

مکرم صوفی محمد اسحاق صاحب، مکرم مولانا مبشر احمد کاہلوں صاحب، حضرت مرزا عبدالحق صاحب

عرصہ سے میں نے کبھی بھی اکیلے نماز نہیں پڑھی۔ اسی لئے اپنے ڈرائیور کو ساتھ ہوائی جہاز کے سفروں میں بھی رکھتا ہوں تا کہ اس کے ساتھ میری نماز باجماعت ہوجائے۔

اتنے تیز گام کہ آپ کے ساتھ نہ چل سکے

ایک دفعہ خاکسار نے بی بی سی ٹیلیویژن پر ان کا انٹرویو کروایا۔ رپورٹر بریڈفورڈ آیا اور درخواست کی کہ ہم سٹی سینٹر چلتے ہیں جہاں بریڈفورڈ کی تاریخی عمارات ہیں وہاں فلم بنائیں گے۔ حضرت مرزا صاحب چل پڑے۔ وہاں پہنچ کر رپورٹر نے آپ سے درخواست کی کہ آپ کچھ دور چلیں تا کہ میں کچھ فلم ریکارڈ کرلوں۔ حضرت مرزا صاحب اتنا تیز چلے کہ ہم سب آپ کے ساتھ نہ چل سکے۔ اس سے رپورٹر اتنا متاثر ہوا کہ اس نے اپنی رپورٹ میں اس بات کا خاص طور پر ذکر کیا کہ نوے سال سے زیادہ عمر کے باوجود یہ اب بھی اتنی سرگرمی سے چلتے ہیں۔

آپ نے اس کو بتایا کہ آپ چند سال پہلے تک سرگودھا میں اپنے گھر کے لان میں باقاعدہ روزانہ ٹینس کھیلتے تھے اور صبح کے وقت روزانہ چند میل پیدل چلتے ہیں۔ رپورٹر نے عرض کی کہ آپ نے تو ہم جوانوں کو شرمندہ کردیا ہے۔

لمبی زندگی کا راز کیا ہے

بی بی سی ٹیلیویژن انٹرویو میں جب رپورٹر نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کی لمبی زندگی کا راز کیا ہے۔ آپ کا جواب تھا آدھی رات کے بعد کی ورزش۔ اس نے حیران ہوکر پوچھا آپ آدھی رات کے بعد ورزش کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں ہر رات آدھی رات کے بعد اُٹھ کر اپنے اللہ کے حضور جھک کر عبادت کرتا ہوں، نماز تہجد ادا کرتا ہوں جو کئی گھنٹوں تک کی ہوتی ہے، یہی میری ورزش ہے اور یہی میری لمبی عمر کا راز ہے۔

شہر میں آپ کے انٹرویو کے دوران بہت سے انگریز اور ایشیائی افراد آپ کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے۔ انٹرویو کے بعد بعض مسلم خواتین آپ کے پاس آکر آپ کے ہاتھ چومنے لگیں اور کہنے لگیں، بابا جی ہمارے لئے ضرور دعا کریں۔ یہ نظارہ ٹی وی پر رپورٹ کے دوران بھی دکھایا گیا۔

بڑھاپے میں جوانی

ایک دفعہ احباب جماعت سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ ایک دفعہ آپ امریکہ میں علیل ہوگئے تو ڈاکٹروں کو ایک چھوٹا سا آپریشن کرنا پڑا۔ آپریشن کے بعد ڈاکٹروں نے بڑی حیرانگی سے ان کو بتایا کہ باوجود اتنی عمر کے آپ کے پیٹ کے اندر تمام Organs اسی طرح ہیں جیسے ایک چھوٹے بچے کے ہوتے ہیں۔

آپ کھانے میں ہر چیز تھوڑی سی مقدار میں چکھتے ضرور تھے۔ مثلاً اگر سیخ کباب بنے ہیں تو آدھا کباب کھائیں گے۔ فرماتے تھے یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ نعمتیں ہیں ان کو ضرور کھا کر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

آپ بتاتے تھے کہ ساری عمر آپ نے روزانہ خدمت دین اور عبادات کو اپنے دنیاوی کاموں پر ترجیح دی ہے۔ جب آپ وکالت کی پریکٹس کرتے تھے تو روزانہ چند گھنٹے وکالت کرنے کے بعد اپنے دینی فرائض میں مصروف ہوجاتے۔ اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی ان کو کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دی۔

* * * * * * * * * * * * * *

بزرگوں کے دلنشین اندازِ تربیت

(مکرم صفدر علی وڑائچ صاحب، سرگودھا)

خاکسار آج ایک بہت ہی پیاری روح جو جماعت احمدیہ ضلع سرگودھا کا ستون تھی کے بارہ میں اپنی چند ذاتی یادیں لکھ رہا ہے۔ خاکسار کا آبائی گاؤں رجوعہ تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاؤالدین ہے جہاں حضرت مسیح موعود کے تیس کے لگ بھگ رفقاء ہوئے ہیں جن میں سے ایک حضرت چوہدری بڈھے خان صاحب خاکسار کے پڑدادا تھے۔

خاکسار اپنی ملازمت کے سلسلہ میں مئی 1986ء میں سرگودھا آ گیا۔ مکرم ڈاکٹر ظہیرالدین منصور احمد صاحب، اور مکرم محمود احمد صاحب بنگالی (صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ) نے اُس وقت کے قائد خدام الاحمدیہ ضلع سرگودھا مکرم چوہدری خادم حسین وڑائچ صاحب کو میرا تعارف کروایا جنہوں نے مجھے اپنی مجلس عاملہ ضلع میں شامل کر لیا۔ یوں خاکسار کا حضرت مرزا عبدالحق صاحب سے تعارف ہوا اور آپ سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ آج آپ کی یاد میں قلم پکڑتے ہی آنکھیں بہنے لگیں۔

داڑھی رکھ لیں بیشک چھوٹی ہو

خاکسار کو پہلی تحریک حضرت مرزا صاحب نے یہ کی کہ آپ داڑھی رکھ لیں بیشک چھوٹی ہو تو آپ کو میٹنگ میں ساتھ لے جایا جا سکتا ہے۔ اُس وقت مکرم چوہدری خادم حسین وڑائچ صاحب بھی موجود تھے۔ میں ابھی آپ کی تحریک پر سوچ رہا تھا کہ اتنی بزرگ ہستی نے تحریک فرمائی ہے تو داڑھی رکھ لی جائے۔ اس دوران شیو بھی نہیں کروائی تھی تو تیسرے دن پھر ہمارا دونوں کا اکٹھ حضرت امیر صاحب کے پاس ہو گیا مگر مکرم خادم حسین صاحب نے بغیر پوچھے حضرت امیر صاحب سے کہا کہ صفدر نے آپ کی تحریک پر داڑھی رکھ لی ہے۔ تو بڑے پیار سے میرے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا مبارک ہو ماشاءاللہ اچھی لگتی ہے۔ اب تو انکار کی گنجائش ہی نہ رہی۔ یوں اللہ تعالیٰ نے مجھے داڑھی رکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔

1987-88ء میں صدر مجلس خدام الاحمدیہ نے مجھے قائد ضلع سرگودھا مقرر کیا تو حضرت مرزا صاحب سے ملاقاتوں کا سلسلہ مزید بڑھ گیا۔ شدید مخالفتوں کا دور تھا مکرم چوہدری خادم حسین صاحب نے مجھے ہدایت دی کہ ہر روز ایک دفعہ حضرت مرزا صاحب، مکرم قریشی محمود الحسن صاحب، مکرم چوہدری نصراللہ بھلی صاحب، نائب امیر ضلع اور کچہری جانا تمہارے کام کا حصہ ہے۔ چنانچہ یہ ایسی عادت پڑی کہ اس پر اب تک عمل کرتا ہوں حضرت مرزا صاحب سے شروع میں ہر روز رابطہ رہتا تھا۔ مگر زیادہ تکلیف دینا اچھا نہیں لگتا تھا کیونکہ جب ملنے جایا کرتا تو حضرت مرزا صاحب خود آ کر برآمدہ میں ملتے اور پھر اسی طرح الوداع کرتے اور بڑی خوشی محسوس کرتے۔ یوں بات سنتے اور تفصیلی ہدایات دیتے۔

خاکسار نے ایک دفعہ دعوت الی اللہ کی رپورٹ پیش کی تو اس میں لجنہ شہر کی رپورٹ شامل نہ تھی۔ آپ نے اپنی بیٹی مکرمہ منصورہ صاحبہ جو صدر لجنہ شہر تھیں کو بلایا اور فرمایا آپ شہر کی رپورٹ نہیں دیں گی تو جماعت کی رپورٹ لیٹ ہو جائے گی۔ اور میں تمہاری رپورٹ کر دوں گا پہلے رپورٹ دیں پھر کوئی اور کام کرنا۔ یہ تھی دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی

ہدایت ۔اس کے بعد جب تک موصوفہ صدر لجنہ شہر رہیں تو کبھی بھی دعوت الی اللہ کی رپورٹ لیٹ نہیں ہوئی۔

سلسلہ کے عظیم سپوت

آپ بے حد شفیق بے حد محبت کرنے والے ایک باوقار پُرخلوص اور عزت دینے والے مہربان علم کی دولت لٹانے والے ایک عالم باعمل دین کی خدمت کے لئے ہر لحہ تیار اور مستعد خلافت سے والہانہ وابستگی اور اس کو خدا کی عطا کردہ نعمت سمجھنے والے تھے اور اس نعمت کا شکریہ ادا کرنا عملی طور پر بھی اور زبانی طور پر واجب سمجھتے ۔خدا تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے حقیقی محبت میں سرشار، قرآن و سنت کی پیروی کرنے والے، اللہ تعالیٰ پر کامل توکل رکھنے والے ، بہت دعائیں کرنے والے، خلیفہ وقت کے عاشق، خوش مزاج اور ملنسار تھے۔ بوڑھے، جوان، بچے، خواتین سبھی کے ساتھ تعلق تھا۔ ان کی صحبت میں بوریت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ ہر موضوع پر گفتگو کرنے کا عبور تھا۔ بے پناہ ادبی ذوق کے مالک تھے۔

معمولات دینیہ

روزمرہ کی زندگی میں ایک ڈیڑھ بجے رات کو اٹھ جایا کرتے اور اپنے اللہ تعالیٰ کی عبادت باجماعت ادا کرتے ۔ تلاوت قرآن پاک باقاعدگی سے کرتے حتیٰ کہ آخری عمر میں اپنی بیٹی کو پاس بٹھا کر تلاوت سنتے۔ لوگ اپنے مسائل لے کر گھر آجاتے تو صبح سے لے کر شام تک یہی سلسلہ چلتا رہتا لیکن میں نے کبھی انہیں تھکتے نہیں دیکھا۔

خدام الاحمدیہ کے دور میں درخواست کی جاتی کہ حفاظتی تدابیر کو مدنظر رکھتے ہوئے ملنے جلنے والوں کے آنے پر خود گیٹ نہ کھولا کریں تو فرمایا کرتے کہ میری مثال تو ایک جلتے چراغ کی سی ہے اسے ہوا میں رکھ دیں تو ایک جھونکا سے بجھ جائے اب میں عمر کے ایسے دور سے گزر رہا ہوں کہ مجھے ڈر نہیں لگتا۔ اگر اللہ تعالیٰ ایسے شہادت دیتا ہے تو یہ میری خوش قسمتی ہے۔

شفیق وجود

جب سے پاکستان بنا آپ سرگودھا شہر و ضلع کے امیر آخری دم تک رہے۔ اس وجہ سے سرگودھا کا ہر احمدی آپ کو اپنا روحانی باپ تسلیم کرتا تھا اور ہر ایک کے ساتھ محبت اور پیار کا یہ کمال تھا کہ ہر کوئی یہی سمجھتا تھا کہ مجھ سے ہی زیادہ پیار ہے۔ جب بھی کوئی اپنا مکان بناتا کوئی شادی کرتا کسی کے ہاں اولاد ہوتی تو سب کی خواہش ہوتی کہ حضرت مرزا صاحب میرے گھر تشریف لائیں ۔چنانچہ مرزا صاحب جایا کرتے اس میں وقت کی پابندی ضرور ہوا کرتی ۔خاکسار کے گھر بھی کئی دفعہ تشریف لائے۔ بڑی لمبی دعائیں کرواتے خاکسار کے موجودہ مکان کی بنیاد رکھی اور تعمیر مکمل ہونے پر تشریف لائے اور دعا کے بعد فرمایا کہ میں نے دعا کی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو یہاں عالی شان مکان دے جو ہر قسم کی اشیاء سے پُر ہو اور اس کا کوئی کونہ خالی نہ رہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ایسا ہی ہوا ہے۔

سب سے اول

جب بھی مرکز سے کوئی مالی تحریک ہوتی سب سے پہلے خود حصہ لیتے بڑا حصہ اور اپنی عاملہ سے بھی یہی توقع رکھتے۔

مرکزی نمائندگان کی بڑی عزت اور ادب کرتے جب کوئی مرکزی نمائندہ آتا تو انہیں خطبہ دینے کے لئے کہتے۔ اگر نمائندہ آپکو سننا پسند کرتا تو آپ خطبہ جمعہ دیتے۔

ذیلی تنظیموں سے بھرپور تعاون

ذیلی تنظیموں کے پروگراموں میں بڑی دلچسپی لیا کرتے اور حسب ضرورت ہدایات بھی دیا کرتے انصار اللہ،خدام الاحمدیہ،اطفال الاحمدیہ کے پروگراموں میں تشریف لاتے اوراپنے خطبات سے نوازتے ۔لجنہ اماء اللہ کے ساتھ بھی بھرپورتعاون فرماتے۔

مجلس عاملہ میں قیام نماز یا تلاوت قرآن حکیم کے سلسلہ میں کوئی بات ہوتی تو ایسے انداز میں خطاب فرماتے جیسے کسی عجیب قسم کے روحانی ماحول میں اُتر کر بیان کررہے ہوں جنہیں قلم بند کرنا خاکسار کے بس میں نہیں ہے۔ایسا پیارا وجودکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نماز،قرآن کریم ،رسول پاک ﷺ ،حضرت امام مہدی علیہ السلام اور خلافت احمدیہ کے عاشق صادق تھے۔

عاشق خلافت

دین کے کام کا بہت شوق تھا اور لگن سے کرتے تھے ایک عجیب قسم کی بے خودی سرشاری کا عالم تھا خلیفہ وقت کا حکم ٹالنا ایک گناہ کبیرہ سمجھتے ۔خاندان حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے بزرگوں،جوانوں،بچوں کے لئے دل میں بے پناہ عقیدت اورعزت تھی ان کا بہت احترام کرتے تھے نظام خلافت کے خلاف نہ کبھی خود بات کی اور نہ کسی کی سنتے تھے۔کئی دفعہ آزمائشیں بھی آئیں لیکن ہمیشہ ثابت قدم رہے امام وقت کو مانا تو پوری طرح اپنے آپ کو ان کی غلامی میں دے دیا۔ خلافت خامسہ کے انتخاب کے بعد پاکستان آئے تو باربار کہتے کہ خواہش ہے کہ ایک دفعہ خلافت خامسہ کا جلسہ بھی دیکھ لوں اور پھر اسی جلسہ سالانہ پر لندن میں شرکت کے لئے بھی تشریف لے گئے ہمیشہ خدا سے اس کا فضل اوراپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہتے۔تمام خلفاء کرام کے عاشق زار تھے۔

میں 1486 دفعہ قادیان گیا ہوں

ایک دفعہ قادیان کے جلسہ میں شمولیت کی دعا کیلئے حاضر ہوا تو مجھے فرمایا کاغذ پکڑو فلاں فلاں سے ضرب دو کئی ضربیں دلوا کر پوچھا کیا جواب آیا ہے میں نے بتایا 1486 تو فرمایا میں 1486 دفعہ قادیان گیا ہوں۔یہ تھا مرکز سے تعلق کا حال جو مجھے اس انداز میں بتایا۔آپ کی جدائی سرگودھا کا ہر احمدی ایسے محسوس کررہا ہے جیسے ہم سب کا حقیقی باپ وفات پا گیا ہو۔یہ وہ پیاری روحانی شخصیت تھی جو جماعت احمدیہ ضلع سرگودھا کے دلوں پر حکومت کررہی تھی۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے

خاکسار کو اکیس سال آپ کے ساتھ خدمت دین کے کاموں میں ٹیم ورک کا موقع ملا۔ہمیشہ پیار ہی پیار ملا۔ آخری دفعہ 24/اگست 2006ء کو ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔جب کمرے میں داخل ہوا تو پوری ہمت سے اُٹھ کر بیٹھ گئے۔اور پیار بھری تھپکیاں دیں کہ خدا تعالیٰ مزید خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ کے شش جہت وجود کے ہر زاویے کا احاطہ نہیں ہوسکتا یہ چند حروف ایڈیٹر صاحب کی فرمائش پر لکھے ہیں۔الغرض آپ کے اندر عجز وانکسار اور محبت وشفقت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اتنا وسیع علم اور حوصلہ عطا کیا ہوا تھا کہ ایسے لوگ کم ہی دنیا میں پیدا ہوتے ہیں۔

میں وقف ہوں اور خلافت کا غلام ہوں

(مکرم مرزا عمران احسن صاحب، آسٹریلیا)

میرے دادا مکرم مرزا محمد حسین صاحب اور حضرت مرزا صاحب چچازاد بھائی تھے۔میرے دادا نے 1914ء میں بیعت کی۔حضرت مرزا صاحب کے دو بیٹوں سے میری پھوپھیوں کی شادی کی وجہ سے یہ تعلق مزید پختہ ہو گیا۔ 1963ء میں میرے دادا کی وفات کے بعد سے حضرت مرزا صاحب نے ہمارے خاندان کے بزرگ کا کردار ادا کیا اور خاندانی معاملات اور شادی بیاہ میں معاونت عطا کی۔

2006ء میں آپ جب نمونیہ کی وجہ سے بیمار ہو گئے اور انتہائی کمزوری کی وجہ سے چل پھر نہیں سکتے تھے تو بستر پر لیٹ کر ہی گفتگو اور کام وغیرہ کر لیتے ایک دن دوپہر کو میں اور میرے والد صاحب اسلام آباد سے ملنے کے لئے حاضر ہوئے ۔اس دوران باہر سے بہت سے احمدی احباب بھی آپ سے ملنے کے لئے آرہے تھے اور گھر میں ایک رش کی کیفیت تھی ہمارے ایک عزیز نے پنجابی میں کہہ دیا کہ لوگ بھی خیال نہیں کرتے بے وقت ملنے آجاتے ہیں ۔اس پر فوراً حضرت مرزا صاحب نے ان کو جواب دیا کہ ''امیر جماعت سے ملنے کا کوئی وقت نہیں ہوتا ،کوئی بھی کسی بھی وقت آکر مل سکتا ہے''۔

جب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے وصیت میں شمولیت کی تحریک فرمائی تو اپنے خاندان میں زور شور سے اس کی تحریک کی یہاں تک کے اپنے پوتے پوتیوں ،نواسے نواسیوں کو یہ بھی کہا کہ میں خود آپ کے چندے ادا کر دوں گا لیکن حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی اس تحریک میں ضرور شامل ہوں ۔جس کی وجہ سے آپ کے خاندان میں وصیت کی تحریک میں بہت سے رشتہ دار شامل ہوئے۔

ہر سال جلسہ سالانہ برطانیہ پر جانے کی کوشش کرتے اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ سے ملنے کا اعزاز پاتے۔آخری دفعہ جب گئے تو آپ کی عمر ایک سو تین سال تھی۔بیت الفضل لندن جانے کے لئے بھی آپ کو کسی خادم کے ساتھ جانا ہوتا تھا کیونکہ موتیا کی وجہ سے نظر میں کمزوری تھی اور کسی کو ساتھ رکھنا ضروری تھا۔واپسی پر آپ سے حضور سے ملاقات کے متعلق پوچھا اور کوئی قصہ وغیرہ بتانے کو کہا تو کہنے لگے کہ ایک دن عصر پر نہ پہنچ سکا تھا تو حضور نے اگلی نماز پر پوچھا کہ ''آپ عصر پر نظر نہیں آئے''۔

وقت کے آپ بہت پابند تھے۔2003ء میں شادی کے بعد میں اپنی اہلیہ کے ساتھ آپ سے ملنے سرگودھا گیا۔اس دن جمعہ تھا۔کھانے کے بعد تھوڑا وقت رہ گیا تھا۔خود وضو کے لئے جانے لگے تو مجھے بتایا کہ دوسرے غسل خانہ سے وضو کر لیں ۔اس طرح جمعہ کے لئے وقت پر نکلے اور قریباً وقت سے پانچ منٹ پہلے ہم (بیت الذکر) پہنچ گئے۔مربی صاحب نے خطبہ کیلئے درخواست کی تو انہی کو جمعہ پڑھانے کا کہا۔ اس طرح تیاری سے بیت الذکر پہنچنے تک ایک ایک منٹ کا خیال رکھتے۔

رشتہ ناطہ کیلئے تقویٰ شرط ہے

خاکسار کی شادی پر ستمبر 2003ء میں (باقی صفحہ 23 پر)

علم دوست شخصیت

(مکرم شیخ محمد عثمان صاحب ایڈووکیٹ، کراچی)

محترم مرزا صاحب شاگردی کے سلسلہ میں احمدی اور غیر احمدی میں امتیاز نہیں کرتے تھے ان کا حسن سلوک برابر ہوتا تھا۔اس دوران کبھی آپ نے کسی قسم کا دباؤ یا احمدیت کے لئے ترغیب نہیں دی۔اس سلسلہ میں آپ کا دامن پاک رہا۔بار میں آپ کا شمار نہایت ہی قابل اور فاضل وکلاء میں ہوتا تھا۔حتیٰ کہ جج صاحبان بھی آپ کا احترام کرتے تھے۔ آپ نے جج صاحبان کو کہہ رکھا تھا کہ ان کے کیسوں کی سماعت ایک بجے دن سے پہلے کرلی جائے کیونکہ ایک بجے کے بعد وہ اپنے جماعتی کاموں میں مصروف ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ وہ اس چیز کا خیال کرتے تھے۔سرگودھا میں چند وکلاء ایسے تھے جو انگریزی میں بحث کرتے تھے۔محترم مرزا صاحب بھی انگریزی میں ہی بحث کرتے۔بار میں ان کے نام اخبار ''الفضل'' بھی آتا تھا۔قبل ازیں آپ سرگودھا میں سرکاری وکیل کے عہدہ پر فائز تھے جو ضلعی سطح پر ایک اہم عہدہ ہے۔لیکن حکومت نے دانستہ طور پر انکا تبادلہ راولپنڈی کردیا جس پر آپ نے اس بڑے عہدہ کو ٹھکرا دیا اور دینی خدمات جاری رکھیں اور پرائیویٹ پریکٹس شروع کردی اور قربانی کی ایک مثال رقم کردی۔چنانچہ آپ نے خاکسار کو بتایا کہ انہوں نے سال کے بعد اپنی آمدنی کا حساب کیا تو تنخواہ سے ان کی آمدنی بڑھ گئی تھی۔

انٹرنشپ کے بعد خاکسار نے تو شاہ پور صدر (سرگودھا) میں اپنی پریکٹس شروع کردی لیکن حضرت مرزا صاحب نے 1962ء میں میری زندگی میں ایک عظیم انقلاب برپا کردیا۔ ہوا یوں کہ طالب علمی کے زمانہ میں، میں نے ایک کتاب ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' پڑھی تھی۔جس کا اثر ہمیشہ میرے قلب اور دماغ میں رہا۔چنانچہ جولائی یا اگست 1962ء میں مجھے خیال گزرا کہ کتاب پھر سے پڑھنی چاہئے چنانچہ اس کتاب کیلئے میں نے حضرت مرزا صاحب سے رابطہ کیا تو وہ مجھے اپنی کوٹھی میں لے گئے اور وہی کتاب اور چند اور جماعتی پمفلٹ عنایت فرمائے۔حالانکہ وہ اپنی کتاب کسی کو نہ دیتے تھے کیونکہ ان کی کتابوں میں ان کے نوٹس لکھے ہوئے ہوتے تھے۔بہر حال وہ کتاب میں شاہ پور صدر لے آیا اور بڑے ہی اطمینان سے پڑھی تو میرے تو چودہ طبق ہی روشن ہوگئے اور کچھ تصنیفات اور کتابوں کا مطالعہ کیا جو کتابیں ایک مقامی احمدی نے دی تھیں۔حضرت اقدسؑ کی تو تصنیفات ایسی ہیں کہ وہ تو بولتی ہیں اور انسان کیلئے کوئی چارہ ہی نہیں رہتا کہ قبول نہ کرے۔قصہ مختصر کہ جب خاکسار پوری طرح سے مطمئن ہوگیا اور بیعت کا مصمم ارادہ کرلیا تو دوبارہ حضرت مرزا صاحب کی طرف گیا کہ بیعت کس طرح سے ہوتی ہے کیونکہ علم کی کمی کی وجہ سے بیعت کی اہمیت نہ سمجھتا تھا۔چنانچہ آپ نے بیعت کیلئے خاکسار کو ربوہ بلایا۔میں 30ستمبر 1962ء کو ربوہ میں محترم مرزا صاحب کو ملا تو انہوں نے بیعت فارم پر کرنے کو دیا اور پھر خود ہی تصدیق کردی۔بیعت کی منظوری کے بعد مجھے خط ملا۔وہ بھی آپ کی وساطت سے ملا جو اب تک خاکسار کے پاس ہے اور آپ کی یاد دلاتا ہے۔یوں خاکسار آپ کا مرہون منت ہے۔آپ کو احمدیوں سے بہت ہمدردی تھی اور ان کی حفاظت کرنا اپنا فریضہ سمجھتے تھے۔یہ چند انمٹ یادیں ہیں جو میں نے آپ کی یاد میں سپرد قلم کی ہیں۔

”یہ دل ہے جو خدا تعالیٰ نے قبول فرمایا ہے“

(مکرمہ منصورہ سمیع صاحبہ بنت حضرت مرزا عبدالحق صاحب)

میں نے محترم ابا جان کی وفات پر ایک مضمون تحریر کیا تھا جس کے آخری حصہ میں لکھا تھا کہ آپ کی زندگی میں ہی بیسوں احباب جماعت اور غیر از جماعت نے بھی رؤیا و کشوف دیکھے جن سے آپ کی محبت الٰہی عشق رسولؐ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فدائی ہونے کی گواہی ملتی ہے۔

2006ء میں حضرت ابا جان کی تدفین کے بعد جب خاکسار اپنے بھتیجے لیفٹنٹ کرنل مرزا وقار احمد کے ہمراہ آپ کی قبر پر پہنچی اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو یکدم خدا تعالیٰ نے ایک نظارہ دکھایا میرے سامنے قبر کھلی تھی۔ ملگجی روشنی میں حضرت ابا جان کا جسد خاکی تابوت میں پڑا تھا۔ اسوقت ان کے دل پر پوری روشنی تھی اور ساتھ ہی یہ تفہیم ہوئی کہ

”یہ دل ہے جو خدا تعالیٰ نے قبول فرمایا ہے“

میں اس تحریر کو حضرت ابا جان محترم کی اس خواب سے شروع کرتی ہوں جس میں انہیں بتایا گیا تھا کہ وہ تقریر کریں کہ ”انسانی زندگی کا مقصد ہے کہ انسانی دل سے خدا تعالیٰ کی محبت اس طرح نکلے جیسے زمین سے سوتے پھوٹتے ہیں“۔

محبت الٰہی اور عشق رسولؐ آپ کی زندگی کے محور تھے اور انہیں جذبوں نے آپ کو اوائل عمر سے ہی حضرت مسیح موعودؑ کے دامن سے وابستہ کر دیا تھا۔ یہ سفر طے نہ کیا جا سکتا اگر آپ نبی کریمؐ کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفاء کے ساتھ محبت واخلاص اور دوامی وفاداری کا تعلق نہ نبھاتے۔ آپ نے 1953ء کے جلسہ سالانہ پر ایک تقریر فرمائی۔ ”محبت الٰہی کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم“ جسے حضورؑ کے ان الفاظ کے ساتھ شروع کیا ”جو مجھے دیا گیا ہے وہ محبت کے ملک کی بادشاہت ہے اور معارف الٰہی کے خزانے ہیں جن کو بفضلہ تعالیٰ اس قدر دوں گا کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں گے“

(تحفہ بغداد صفحہ 15)

حضرت ابا جان نے دل کے جذبوں کو انہی کے زیر اثر پروان چڑھایا آپ کی ساری زندگی جو میری پیدائش سے لے کر ان کی وفات تک میری نظر میں ہے میں نے ان کو خدا تعالیٰ کے عشق و محبت میں محو پایا۔ اکثر یہ شعر گنگناتے تھے۔ ؎

میں تو مر کر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا لطف
پھر خدا جانے کہاں یہ پھینک دی جاتی غبار

آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات کے خزائن سے عشق تھا سن 1974ء میں جب ابا جان کے گھر بار کو آگ لگائی گئی تو آپ نے بڑے صبر و حوصلہ کے ساتھ سارے واقعہ کو برداشت کیا لیکن بعد میں کئی مرتبہ فرمایا کرتے تھے کہ جب بلوائی ہمارے گھر کی بیت الذکر میں اس لائبریری تک پہنچے جس میں حضرت مسیح موعودؑ کی کتب تھیں تو میں نے سمجھا کہ اگر ان کی یہ کوشش کامیاب ہوئی تو میں یہیں پر فوت ہو جاؤں گا۔ پھر خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے انہیں ایسا کرنے سے باز رکھا آپ کے نزدیک مذہب کی اصل غرض محبت الٰہی ہے اور حضرت اقدسؑ کے مطابق ”مذہب کی

جڑھ اعمال صالحہ اور اس کے پھول اخلاق فاضلہ ہیں اور اسکا پھل برکات روحانیہ اور نہایت لطیف محبت ہے جو ربّ اور اس کے بندہ میں پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے پھل سے متمتع ہونا روحانی تقدس و پاکیزگی کا ثمرہ ہے (سرمہ چشم آریہ)

محترم ابا جان نے ان تمام تعلیمات کو اس طرح اپنے اندر سمو لیا تھا کہ آپ کے ہر قول و فعل (انداز) میں اسکی جھلکیاں ملتی ہیں۔

آپ ہمیشہ درود و استغفار میں مشغول رہے۔ سچی محبت کی کثرت کی وجہ سے استغفار کی بھی کثرت ہوتی ہے آپ نے ان تمام طریقوں کو اپنایا جن کی امام وقت نے نشاندہی فرمائی۔ دعاؤں میں دوام اختیار فرماتے۔ صحبت صالحین کے لئے ہر دم کوشاں رہے۔ بچپن سے ہم نے دیکھا کہ آپ ہفتہ کی شام قادیان کا سفر اختیار فرماتے اور چھٹی کا دن وہیں خلیفہ وقت کے قدموں میں گزارتے۔ باقی جو بچتا وہ بزرگان سلسلہ کے لئے مختص ہوتا۔ وقت کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے دیتے قادیان کی پرنور فضاؤں میں درس قرآن و حدیث آپ کی خاص توجہ کا مرکز ہوتا۔ خلیفہ وقت کی اقتداء میں نمازیں، نماز تہجد کا التزام ساری عمر ہی رہا۔ تہجد کے وقت کی خاص دعائیں جس میں بہت ہی گریہ زاری فرماتے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دعاؤں کو اپنے فضل و کرم سے ہمیشہ نوازتا رہا۔ میری زندگی میں بھی آپ کی دعاؤں کا بہت دخل رہا۔ ایک دو واقعات کا مختصراً ذکر کروں گی۔ مجھے بچپن ہی سے آپ کی بہت محبت و شفقت ملی آپ کی تین بچیاں کمسنی میں ہی فوت ہو گئی تھیں اور میں اپنی بہنوں میں چھوٹی تھی اس لئے بہت ہی پیار ملا۔

جب میرے میاں نے دوسری شادی کی تو میں بہت تکلیف کی حالت میں تھی اور سمجھتی تھی کہ دعائیں میرے آڑے آئیں۔ آپ نے اس طور سے دعا فرمائی کہ میرا دل بالکل مطمئن ہو گیا اور بعد میں خدا کے فضل سے دوسری بیوی کی اولاد کو میں نے ہی پالا اور سبھی بچے مجھے بہت عزیز ہیں۔

قبولیت دعا

دوسرا موقع قبولیت دعا کا اسوقت پیدا ہوا جب اچانک میرے سر میں شدید قسم کی تکلیف ہوئی۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ آخری لمحات ہیں۔ ابا جان نے میری کیفیت کو دیکھتے ہوئے میرے سرہانے بیٹھ کر آدھ گھنٹہ دعا کی پھر میرے سر پر دست شفقت پھیرا اور فرمایا اللہ فضل کرے گا۔ وہ دن اور آج کا دن اس واقعہ کو بیس برس سے زیادہ بیت گئے، کبھی وہ تکلیف دوبارہ نہیں ہوئی۔

جماعت احمدیہ میں اور بھی بہت سے افراد ہیں جو ان کی دعاؤں کی قبولیت کے گواہ ہیں۔ محبت الٰہی کے مضمون کی طرف واپس لوٹتے ہوئے جب میں نے آپ کی حیات طیبہ کے چند ورق پلٹے تو ہر صفحہ پر جو تحریر تھی وہ خدا، اس کے رسول ﷺ اور اس کے مسیح علیہ السلام کی محبتوں کے سائے تھے جو ہر طرف پھیلے ہوئے تھے۔ آپ کی تحریرات میں بھی انہی مضامین کی وسعت ہمارے دامن کو بھر دیتی ہے۔

"صفات باری تعالیٰ" میں خدا تعالیٰ کے 126 ناموں سے ایسے رنگ میں متعارف کروایا ہے کہ جی چاہتا ہے انہیں میں ڈوب کر زندگی بسر ہو جائے۔

"تنویر القلوب" آپ کی جلسہ ہائے سالانہ کی ساری تربیتی تقاریر کا مجموعہ ہے اس میں سب سے پہلے محبت الٰہی کے مضمون کو لیا گیا ہے پھر "تقویٰ اللہ اور اس کے حصول کے ذرائع" جیسا اہم موضوع پھر جماعتی تربیت کی طرف بھرپور

توجہ فرماتے ہوئے نوجوانوں کو نصائح اور انہیں اسطرف متوجہ کرنا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کس قسم کی جماعت چاہتے تھے غرضیکہ ہر اس موضوع کو لیا جو جماعتی مفاد میں سمجھا۔ان سب جذبات کے پیچھے ایک ہی روح کارفرما تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ جو رسول کریم ﷺ کی امت کو دوبارہ روحانی حیات بخشنے آئے تھے اس مشن کی تکمیل کے لئے ہم سب کو کمر بستہ ہو جانا چاہئے۔

روح العرفان

بات کو مختصر کرتے ہوئے آخر میں ان کی ایک اور کتاب کا تذکرہ ضروری سمجھتی ہوں جسے انہوں نے ''روح العرفان'' کا نام دیا۔روحانی خزائن کی کتب میں حضورؑ کے اقتباسات اور آپؑ کی بعض عربی کتب کا ترجمہ اس میں شامل ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا اگر مختصراً مطالعہ کرنا ہو تو میرا خیال ہے کہ اس جیسی کوئی اور آسان راہ نہیں ہو سکتی۔ جن احمدی احباب کو اس کتاب کے مطالعہ کا موقعہ ملا ہے انہوں نے اسے بہت سراہا ہے۔حضرت چھوٹی آپا نے ایک ملاقات میں خاکسار کو بتایا کہ ''مرزا صاحب کی یہ کتاب انتہائی مفید ہے میں نے اسے اپنے سامنے شیلف میں رکھا ہوا ہے جب بھی کسی حوالہ کی ضرورت پڑتی ہے نہایت آسانی سے میسر آجاتا ہے''۔

میں اپنی اس تحریر کو اس دعا کے ساتھ ختم کروں گی کہ جن راہوں کا تعین آپ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور خلفاء احمدیت کے ارشادات کی روشنی میں جماعت احمدیہ کیلئے متعین کیا ہے خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کی اولاد کو اور تمام جماعت کو بھی اس پر چلنے والا بنائے تا کہ ہم خدا کے مسیح کی آواز کو ساری دنیا میں پہنچانے والے بن سکیں۔آمین۔

(بقیہ از صفحہ 61) ایک بار مطالعہ کتب سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر ہو رہا تھا۔فرمایا میں نے حضورؑ کی ہر کتاب کم از کم تین بار پڑھی ہے۔عربی کتب،عربی کی ڈکشنریوں کی مدد سے خوب حرف بحرف بغور پڑھی ہیں۔

کئی بار لوگ پوچھتے کہ آپ کی لمبی عمر کا راز کیا ہے؟ فرماتے ''نماز تہجد''

ایک بار ہنستے ہوئے فرمانے لگے کہ میں اسلام آباد برطانیہ کا ویزہ لینے کے لئے گیا۔آپ کی عمر اس وقت سو سال سے زائد تھی۔ویزہ آفیسر نے پوچھا کہ آپ کا گھر میں کون خیال کرتا ہے۔فرمایا'' مجھے کسی کے خیال رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ہاں میں اپنے بیٹے کا خیال رکھتا ہوں جس کی عمر پچاسی سال ہے۔

حضرت مصلح موعود کا ذکر بڑی محبت سے فرماتے تھے اور بکثرت کرتے۔آپ نے بتایا کہ حضور نے سورۃ یونس تا کہف کا درس کئی ہفتہ تک قادیان میں دیا۔اس عرصہ میں مَیں چھٹی لیکر قادیان میں رُکا رہا اور درس سے استفادہ کیا۔دعا ہے کہ آپ نے علم و عمل،تقویٰ،پرہیزگاری اور خلفائے احمدیت سے متعلق جو عشق انگیز یادیں چھوڑی ہیں ہم بھی انہیں اپنی زندگی کا حصہ بنائیں۔آمین۔

احباب جماعت کی تعلیم وتربیت کیلئے مفید

ویب سائٹس

www.proceedings1974.org

www.askahmadiyyat.org

شگفتہ مزاج بزرگ

جنہوں نے کئی سال تک آٹھ اور پھر چار گھنٹے روزانہ قرآن کریم کی تفسیر و ترجمہ پر کام کیا

(مکرم نصر اللہ خان ٹھلی صاحب، سرگودھا)

حضرت مرزا عبدالحق صاحب چوٹی کے وکیل تھے۔ اوائل عمر میں بیعت کی اور پھر تا دم زیست اس کا خوب حق نبھایا۔ قیام پاکستان کے بعد حسبِ ارشاد سرگودھا میں رہائش اختیار کی۔ آپ اولاً سرکاری وکیل مقرر ہوئے لیکن دوسری جگہ تبادلہ ہونے پر مستعفی ہو گئے اور وکالت شروع کی البتہ وکالت کو بہت تھوڑا وقت دیتے۔ ظہر سے قبل گھر واپس پہنچ جاتے جو کچہری سے قریب ہی تھا۔ قیامِ پاکستان کے بعد کوٹھی نمبر ٦ سول لائن الاٹ ہوئی۔ یہ وسیع و عریض بنگلہ تھا۔ اس کا سارا سامان خزانہ سرکار میں جمع کرادیا۔ حکام کی طرف سے سامان رکھ لینے کے اصرار پر فرمایا کہ یہ انہیں الاٹ نہ ہوا ہے یہ دوسروں کا مال ہے۔ کل سامان واپس کر دیا حتیٰ کہ کچھ عرصہ فرش پر سوتے رہے اور اپنے لئے پلنگ تک نہ رکھا۔ پھر ایک مؤکل نے فیس میں چارپائیاں بنا کر دیں اور پھر رفتہ رفتہ فضلِ باری ایسے نازل ہوئے کہ اس بنگلہ میں سامان رکھنے کی جگہ نہ رہی۔

74ء کے فسادات میں بلوائیوں نے بیت الاحمدیہ نیو سول لائن جو عارضی طور پر بنی ہوئی تھی کا جملہ سامان حتیٰ کہ اینٹ روڑا بھی لوٹ لیا۔ درخت کاٹ دیئے تو یہی بنگلہ ضلع بھر کے احمدی احباب کی پناہ گاہ بنا۔ یہیں البیت المبارک میں نماز باجماعت ہوتی۔ یہیں خدمتِ خلق کیلئے رضا کار خدام قیام کرتے۔ مخالفین نے حکام کو شکایتیں شروع کر دیں کہ یہاں اسلحہ سے بھرا ٹرک آیا ہے۔ ساتھ ہی خود کوٹھی کا محاصرہ کر لیا۔ ایسے میں یہاں سے باہر جانے کیلئے مکرم چوہدری محمد صفدر گھمن صاحب نے گھڑونچی کے پائے نکالے۔ ان پر کپڑا لپیٹا اور خود ان کے ساتھ خدام کو پکڑ کر محاصرہ کرنے والوں کے سامنے سینہ چوڑا کر کے نکل گئے۔ نصرتِ یار کا عجیب نظارہ تھا۔ بالآخر کوٹھی کی تلاشی لی گئی لیکن یہاں تو صرف مظلوموں کی آہیں اور دعاؤں کے تیر تھے۔ ظاہر بین نظروں کو کیا ملتا۔

1976ء میں آپ وکالت چھوڑ چکے تھے۔ اس وقت تک باقاعدہ آفیسرز کلب کے ممبر تھے۔ کلب میں ٹینس کھیلتے اور پھر وہیں سے بیت الاحمدیہ نیو سول لائن میں نماز کے لئے چلے جاتے۔ فرماتے اس کے مجموعی (جماعتی) فوائد ہیں۔ خاکسار کو بھی تحریک کر کے کلب کا ممبر بنوایا۔

آپ شگفتہ مزاج بزرگ امیر تھے۔ مجلس عاملہ کا اجلاس بھی بہت خوش گوار ماحول میں ہوتا۔ محترم حافظ مسعود احمد صاحب نائب امیر کے چٹکلے چلتے رہتے۔ باتوں باتوں میں سب کام انجام پا جاتے۔ پاکیزہ مزاح ہوتا، عجیب دوستی اور محبت کا سماں ہوتا۔ پُر لطف محفل ہوتی، آپ خود بھی برمحل لطیف باتیں بیان فرمایا کرتے تھے۔ دورانِ حج حاجیوں کے کھو جانے کا

ذکر ہوا تو فرمانے لگے میں بھی دورانِ حج کھو گیا (اپنا خیمہ بھول گئے)۔ جب دوسرے دن ایک امیر نے جس نے ایک اور بزرگ کو اس کی رہائش گاہ تک پہنچایا تھا آپ سے پوچھا کہ کیا آپ وہی بزرگ ہیں جو رات کو کھو گئے تھے تو آپ نے برجستہ فرمایا:

I am an other old man who was lost last night.

اسی طرح عائلی معاملات میں سختی کا ذکر ہوا تو فرمایا کہ ہمارے کوئٹہ کے ایک دوست اپنی اہلیہ سے نالاں تھے۔ آپ نے سمجھایا تو کہا مرزا صاحب آپ نہیں جانتے وہ بیوی نہیں بیوہ ہے۔ ہمیشہ سب سے شفقت سے پیش آتے۔ اپنے پوتوں کی عمر کے نوجوانوں کو بھی ہمیشہ احترام سے "آپ اور صاحب" کہہ کر بات کرتے۔ بہت اعتماد کرتے، ساتھ کام کرنے والا ہر دوست سمجھتا کہ سب سے زیادہ مجھ پر ہی اعتماد ہے۔ دعا گو بزرگ تھے، نیکی کی برکت سے تھوڑے وقت میں بہت کام انجام پا جاتے تھے۔ بہت ذہین اور نکتہ رس تھے۔ جب خاکسار کو ممبر قضاء مقرر کروایا تو ان کے بطور صدر بورڈ فیصلے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ بہت ضخیم مسلوں اور پیچیدہ معاملات کو مختصر فیصلوں میں سلجھا دیتے۔

فرماتے میں نے کئی سال تک آٹھ اور پھر چار گھنٹے روزانہ قرآن کریم کی تفسیر و ترجمہ پر کام کیا ہے۔ آپ کے ذاتی قرآن مجید میں زائد ورق لگا کر تفسیری نوٹ تحریر کئے ہوتے تھے۔ دورانِ درس حدیث، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کی تفاسیر سے مختلف مضامین سے وضاحت فرماتے۔ درس و تدریس کا یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہا۔ قرآن کریم کی ترجمہ کلاس جاری رہتی۔ خاکسار اس لحاظ سے بھی ان کا شاگرد تھا۔ مکرم شیخ نعیم الدین صاحب، مکرم میاں محمد شبیر صاحب، مکرم مبارک احمد چیمہ صاحب، مکرم چوہدری خادم حسین وڑائچ صاحب اور ایک بزرگ مکرم احمد خان سندھو صاحب کے ساتھ کئی سال تک بعد نمازِ فجر ان کے گھر کی بیت المبارک میں شامل رہا۔ پہلے ابتدائی صرف و نحو پڑھاتے اور پھر ترجمہ شروع کرتے۔ بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد پر ان کی قرآن کلاس کی ویڈیو ریکارڈ ہوتی رہی۔ اور اسی طرح ان کے خطبات اور خطابات بھی۔

فرماتے سب بچوں کی شادیاں زیادہ سے زیادہ دو ماہ کی آمد سے کیں۔ ایک شادی میں ہمسائے میں رہائش پذیر انکم ٹیکس افسر شریک تھا جس نے بعد میں کہا کہ مرزا صاحب سادگی ٹھیک ہے لیکن اتنی سادگی؟ جب انفاق فی سبیل اللہ کا معاملہ ہوتا تو ہاتھ کھل جاتا۔ ہمیشہ اول وقت میں چندہ جات ادا کرتے۔ فرماتے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کے معنی آمد کے اکیاون روپے راہِ خدا میں اور انچاس روپے اپنے لئے۔ یہ کم سے کم عہدِ بیعت کا تقاضا ہے۔ وقت کی قربانی بھی اسی معیار پر ہونی چاہئے۔ آپ کے زیرِ تربیت جماعتی کارکنان اب بھی مختلف ملکوں میں خدمتِ دین بجا لا رہے ہیں۔

آپ کا شمار بار ایسوسی ایشن کے بزرگ ممبروں میں تھا۔ جب تک صحت نے اجازت دی باوجود وکالت ترک کر دینے کے بار روم میں تشریف لے جاتے۔ ہر ایک سے کھڑے ہو کر مصافحہ اور بعض سے معانقہ کرتے۔ باوجود نوجوان وکلاء کے اصرار کے کہ آپ بیٹھے رہیں۔

74ء میں خاص طور پر اندرونِ شہر احمدی احباب کا بائیکاٹ کر دیا گیا۔

(باقی صفحہ 90 پر)

علمی خدمات

(مکرم ابو فاران مرزا صاحب)

سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی جملہ کتب، تمام ملفوظات اشتہارات، مطبوعہ مکتوبات، اخبارات الحکم و بدر قادیان، الفضل، اور اخبار فاروق قادیان کی فائل کا مطالعہ اور ان کے علاوہ بھی سلسلہ احمدیہ کا کتب و تحریرات کا پڑھنا اور کوشش کرنا کہ سلسلہ احمدیہ کا شائع کردہ کوئی لٹریچر نظروں سے اوجھل نہ ہوا، یہ بہت بڑا دعویٰ ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ہمارے بزرگ حضرت مرزا صاحب نے سلسلہ کے جملہ لٹریچر کا نہ صرف مطالعہ کیا ہوا تھا بلکہ ان روحانی خزائن کے معدن و ذخائر سے اکتساب فیض کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں گراں قدر اضافہ بھی کیا۔ یہ علمی خزائن اور پُرتاثیر جواہرات احباب جماعت کی تعلیم و تربیت کیلئے تنویر القلوب ثابت ہوئے۔

کیا الحکم، کیا الفضل، کیا انصار اللہ اور کیا خالد ہر دور میں آپ کے مضامین و مقالات سلسلہ کے اخبارات و جرائد کی زینت بنتے رہے۔ پھر جلسہ سالانہ کی تقاریر پہلے الفضل میں چھپتیں پھر کتابی صورت میں بھی شائع ہوئیں۔ احباب کرام کے تاثرات و مشاہدات میں کوئی ایک بھی ایسا مضمون نہیں تھا جس میں حضرت مرزا کے مفید کتب و مضامین کا ذکر نہ ہو۔ آپ کے کتب خانہ، تقاریر جلسہ سالانہ اور کتب و مقالات سے ہر کوئی متاثر ہی نظر آیا۔ اس مضمون میں آپ کی بعض کتب کا مختصر تعارف پیش ہے۔

تنویر القلوب

حضرت مرزا صاحب کی یہ کتاب تنویر القلوب تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد میں چودہ تقاریر ہیں اور 1964ء میں شائع ہوئی۔ دوسری جلد میں چار تقاریر ہیں جو 1970ء میں شائع ہوئی جبکہ تیسری جلد میں چار تقاریر برموقع جلسہ سالانہ ربوہ اور نیز آٹھ علمی و تربیتی مضامین ہیں جو کہ چار سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کی بابت آپ بیان کرتے ہیں:

”یہ کتاب اس عاجز کی تربیتی تقاریر اور مضامین کا مجموعہ ہے۔ یہ تقاریر اخبار الفضل میں مختلف جگہوں پر اور رسائل کی صورت میں چھپی ہوئی ہیں اور یہ مضامین مختلف رسالوں میں ہیں۔ اس متفرق صورت میں یہ اپنے مقصد کو پورا نہیں کرسکتے تھے اس لئے اس عاجز نے انہیں یکجا کردیا ہے تاکہ دیکھنے والے کیلئے آسانی ہو۔ ان تقاریر اور مضامین کا حقیقی مقصد اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل سے پورا کرسکتا ہے۔ وہی الفاظ میں برکت اور تاثیر ڈالتا ہے اور وہی اصلاح کی توفیق بخشتا ہے۔ سو اسی کے حضور میں دعا ہے کہ وہ اس عاجز کی نالائقیوں اور کمزوریوں کی پردہ پوشی فرماتا ہوا اس مجموعہ کو تربیت و اصلاح کا ذریعہ بنائے۔ آمین“

روح العرفان

اس کتاب کے بارہ میں حضرت مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں:

”اُن اسرار حقہ اور معارف دینیہ کی حد درجہ کثرت۔ اس آسمانی روح کی آواز اور اس محبتِ الٰہی اور محبتِ رسول کی اتھاہ گہرائیاں آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف

فرمودہ اُسّی سے زیادہ کتابوں میں ایسی ملیں گی کہ ان کی نظیر نہیں۔ان میں سے کچھ اقتباس اس کتاب میں درج کئے گئے ہیں۔

حضورؑ کی کتب میں سے بیس کے قریب نہایت فصیح عربی زبان میں ہیں۔ان کے اقتباسات کا ترجمہ بھی ساتھ دے دیا گیا ہے۔ان میں سے بیشتر کتب کا ترجمہ موجود نہیں۔اس لئے جو ترجمہ حضرت مرزا عبدالحق صاحب نے خود کیا ہے اس کے ساتھ ''ترجمہ از خاکسار'' کے الفاظ بڑھا دیئے ہیں۔پھر ہر صفحہ پر حاشیہ کے نوٹ آپ کی طرف سے ہیں جو اقتباس کے خلاصہ کے طور پر ہیں۔متن کے اندر جو کچھ ہے خالصًا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک الفاظ ہیں۔

یہ اقتباسات اشاعت کتب کی ترتیب سے دیئے گئے ہیں جو ''براہین احمدیہ حصہ اوّل'' سے شروع ہوکر ''پیغامِ صلح'' تک ہیں۔اس کے بعد حضورؑ کی طرف سے شائع کردہ اشتہارات میں سے اقتباس درج کئے گئے ہیں۔یہ کتاب جنوری 1981ء میں شائع ہوئی۔'' (روح العرفان)

982 صفحات پر مشتمل یہ کتاب جامعہ احمدیہ کے نصاب میں بھی پڑھائی جاتی رہی ہے۔

صفاتِ باری تعالیٰ

تین صد تیس صفحات پر مشتمل اس کتاب میں صفاتِ الٰہیہ کی تعداد بیان کی گئی ہے۔پھر اس تعداد کی لامحدودیت دو طور سے بیان کی گئی ہے۔یعنی تعداد اور کیفیت کے لحاظ سے۔

بیان کیا گیا ہے کہ ان تمام صفات میں کبھی تعطل واقع نہیں ہوتا۔اس کے بعد تمام صفات باری تعالیٰ کو علیحدہ علیحدہ مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے اور ان کے متعلق مکمل بحث کی گئی ہے۔پھر قرآن کریم اور حدیثوں میں اسمائے الٰہی کی تعداد بیان کی گئی ہے۔

بعث بعد الموت یعنی اُخروی زندگی

اس کتاب میں پہلے اس مضمون کی اہمیت کو آیات قرآنیہ کی رو سے بیان کیا گیا ہے۔پھر بعض امور کو بالتفصیل آیات قرآنیہ سے استدلال کر کے بیان کیا ہے جیسے انسان مرنے کے بعد کس طرح زندہ ہوسکتا ہے اور کیا خدا تعالیٰ یہ قدرت رکھتا ہے کہ ایسا کرے۔

اخروی زندگی کس طرح کی ہوگی۔اس میں مختلف رؤیا و کشوف بیان کئے ہیں اور بیان کیا گیا ہے کہ کوئی وہمی عالم نہیں بلکہ نہایت زبردست خاصیتیں رکھنے والا عالم ہے۔

روح کیا چیز ہے؟ اس میں مختلف نظریات بیان کئے ہیں۔ موت کے بعد روح کہاں رہتی ہے؟ اُخروی زندگی کی کیفیات اور جنت کی حقیقت۔دوزخ کی حقیقت۔اُخروی زندگی میں فلاح پانے کے وسائل۔ایمان اور اعمال صالحہ۔ ان امور کے متعلق آیات قرآنیہ کی روشنی میں تفصیلی بحث کی گئی ہے۔اس کے ایک صد گیارہ صفحات ہیں۔

انڈیکس تصانیف حضرت مسیح موعودؑ

اس کتاب میں کتب حضرت مسیح موعودؑ کا براہین احمدیہ تا خطبہ الہامیہ اشاریہ پیش کیا گیا ہے۔

اس کتاب کے بارہ حضرت مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں:

حضرت مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ السلام کی کتب علومِ لدنیہ اور معارفِ الٰہیہ کا ایک بے بہا اور لازوال خزانہ ہیں۔ دین حق کی صداقت بمقابلہ دیگر ادیان ثابت کرنے اور دین حق کے عالمگیر غلبہ کیلئے براہین عقلیہ اور نشاناتِ سماویہ کا جو لشکر کرّار اور بحرِ مواج ان کتب میں موجود ہے وہ آپ کو کسی اور جگہ نہیں مل سکے گا۔بزرگان امت نے بے شک اپنی اپنی جگہ دین کی بڑی خدمت کی ہے جس کیلئے اللہ تعالیٰ انہیں

جزاء دے لیکن جو رنگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں ہے وہ صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً کا اعلیٰ ترین رنگ ہے۔ جس سے آپ اپنے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل غلامی اور کامل محبت کی وجہ سے سرفراز کئے گئے۔

آپ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے پاک رسول ﷺ اور اس کے پاک کلام فرقان حمید کے حسن و احسان کے جو نقشے کھینچے ہیں ان میں آپ بالکل منفرد ہیں۔ ان کی محبت کے اتھاہ سمندر میں آپ غوطہ زن ہو کر وہ موتی اور جواہر نکال کر لائے ہیں جو بالکل بے مثال ہیں اور انسان ان پر قربان ہو جاتا ہے...... یہ کتب اپنے اندر الٰہی شوکت اور زندگی بخشنے کی طاقت رکھتی ہیں۔

ان کتب سے استفادہ میں سہولت پیدا کرنے کیلئے خاکسار نے یہ انڈیکس کوئی پچاس سال پہلے تیار کیا تھا لیکن یہ آپ کی جملہ تصانیف کا نہ ہو سکا بلکہ روحانی خزائن کی 23 جلدوں میں سے ساڑھے پندرہ جلدوں (سولہویں جلد کے نصف یعنی ''خطبہ الہامیہ'' تک) کا ہے۔ تکمیل تک پہنچانے کی نیت سے ہی اس کی اشاعت میں بھی تاخیر ہوتی گئی لیکن پھر بھی تکمیل کی توفیق نہ پا سکا۔ اللہ تعالیٰ کسی اور مستعد دوست کو یہ توفیق عطا فرمائے۔ اس میں ایک کمی اور بھی رہ گئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ حروف تہجی کے تحت آنے والے مضامین مزید ترتیب سے نہیں دیئے جا سکے...... اللہ تعالیٰ اپنے بے پایاں رحم و کرم سے اس عاجز نابکار کی اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے اور اسے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانے کا ذریعہ بنائے۔

یہ کتاب چار سو چار صفحات پر مشتمل ہے

نزول وحی

یہ کتاب مئی 1976ء میں شائع ہوئی جس کے 224 صفحات ہیں۔ سب سے پہلے وحی اور الہام کے معنی بیان کئے گئے ہیں۔ پھر وہ آیات قرآنیہ بیان کی گئی ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وحی کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ پھر ان مشہور علماء کا ذکر ہے جو وحی کو جاری مانتے ہیں۔ مثلاً حضرت خواجہ معین الدین چشتی۔ حضرت محی الدین ابن عربی، حضرت مولانا روم وغیرہ۔ پھر امتِ محمدیہ کے ان بزرگوں کا ذکر ہے جن پر کلام الٰہی نازل ہوا۔

اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ذکر ہے کہ ان کی کیا حالت تھی جس کی وجہ سے ان پر وحی کا دروازہ کھلا اور زمانے کی اس وقت کیا حالت تھی۔ پھر حضرت مسیح موعودؑ پر نازل ہونے والی وحی کو خدا کی طرف سے ہونا ثابت کیا گیا ہے اور صداقت کی معیار ٹھہرایا گیا ہے کیونکہ جھوٹا الہام بنانے والے کیلئے خدا کی وعید ہے۔ اس کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا مباہلہ کا چیلنج بھی دیا گیا ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہونے والے مختلف زبانوں کے الہامات کی تشریح کی گئی ہے۔

نزول مسیح

ایک صد چوراسی صفحات پر مشتمل اس کتاب کے گیارہ ابواب ہیں۔ اس کتاب میں قرآن کریم کی رو سے مسیح موعود کی آمد کی پیشگوئیوں کا ذکر ہے۔ ان پیشگوئیوں میں ایک پہلو اخفاء کا ہوتا ہے جس کو سمجھنے کیلئے علیحدہ طریق بھی بیان کیا گیا ہے۔ پھر احادیث میں درج شدہ آمد ثانی کی پیشگوئیوں کا بیان ہے۔ پھر بزرگانِ دین اور علمائے امت کا نزول مسیح کے عقیدہ پر قائم ہونا بیان کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں آیات قرآنیہ و احادیث، نیز اقوال بزرگانِ دین سے وفاتِ مسیح ثابت کی گئی ہے۔ اور کہ انسان کے مرنے کے بعد اس کا دوبارہ دنیا میں آنا ممکن نہیں۔ اس کے

متعلق آیات قرآنیہ واحادیث بیان کی گئی ہیں۔ پھر احادیث میں مرکوز نزول مسیح کی پیشگوئیوں کی حقیقت بیان کی گئی ہے جیسے نزول سے مراد، صلیب کا توڑنا قتل خنزیر وغیرہ۔ اور اس کے متعلق بزرگان کے اقوال درج کئے گئے ہیں۔

صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

یہ کتاب پہلی بار جولائی 1972ء جبکہ بار دوم 1984ء میں نظارت اشاعت ربوہ کی طرف سے شائع ہوئی۔ اس میں صداقت حضرت مسیح موعودؑ کے سات دلائل بیان کئے گئے ہیں: جیسے دعویٰ سے قبل کی زندگی، اظہار علی الغیب، آپ کی پیشگوئیاں، قبولیت دعا کے نشانات، لو تقوّل کا قرآنی معیار صداقت، اعجازی علم قرآن کریم وعربی کلام، آپ کے اخلاقِ فاضلہ بطور دلیل صداقت نیز آپ خدمت دین واشاعت دین کو آپ کی صداقت کے دلائل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ دوسو پانچ صفحات پر مشتمل روح پرور کتاب ہے۔ اس کتاب کے متعلق ایک بزرگ نے حضرت مرزا صاحب کو لکھا تھا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ میں نے یہ کتاب اپنے حضور قبول کر لی ہے۔ (روزنامہ الفضل 28/اگست 2006 صفحہ 1)

اس کتاب کا ذکر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے خطبہ میں فرمایا۔

سوانح حیات مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ

یہ کتاب جسے مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے نے مرتب کیا ہے دراصل حضرت مرزا صاحب کی خودنوشت ہے جو آپ کی ایک عزیزہ کی رؤیا کی بنا پر حضرت مرزا صاحب نے 1971ء میں قلمبند کئے۔ جس میں آپ کی ولادت سے لیکر 1964 تک کے حالات وواقعات شامل ہیں۔

قبولیت دعا اور تائیدات الٰہیہ کے مشاہدات وواقعات جابجا بیان کئے گئے ہیں۔ اس خودنوشت کے دو ایڈیشنز شائع ہو چکے ہیں جس کے ایک سو انیس صفحات ہیں۔

فہرست دیگر کتب

حضرت مرزا صاحب کی بقیہ کتب کی فہرست پیش ہے۔

احمدیت کی نئی نسل کی ذمہ داریاں جو کہ 31 صفحات پر مشتمل ہے۔ نظارت اشاعت ربوہ کی طرف سے شائع ہوئی۔

(دین حق) کی اخلاقی اور روحانی تعلیم جو 224 صفحات پر مشتمل ہے۔ فروری 1977ء میں اس کی اشاعت ہوئی۔

تقویٰ اللہ اور اس کے حصول کے ذرائع، جو 44 صفحات پر مشتمل ہے اور مہتمم نشرواشاعت ربوہ نے شائع کی۔

جماعت احمدیہ اور تربیت، تعداد صفحات: 46 ناشر: مہتمم نشرواشاعت ربوہ۔

حضرت مسیح موعودؑ کا آنحضرت ﷺ سے عشق، تعداد صفحات 40 ناشر: مہتمم نشرواشاعت ربوہ

حقیقۃ الجہاد تعداد صفحات: 58 اشاعت دسمبر 1975

دعا اور اس کے آداب، تعداد صفحات: 62

عہد حاضرہ اور احمدی نوجوان، تعداد صفحات: 55 ناشر: مہتمم نشرواشاعت ربوہ

معرفت الٰہی اور اس کے حصول کے ذرائع۔ جس کے صفحات کی تعداد 62 ہے جسے مہتمم نشرواشاعت ربوہ نے شائع کیا۔

مغربی تہذیب کا بڑھتا ہوا اثر اور ہماری ذمہ داریاں
تعداد صفحات: 71 ناشر: مہتمم نشرواشاعت ربوہ

منکرین ہستی باری تعالیٰ کے شکوک کا ازالہ
تعداد صفحات: 46 ناشر: مہتمم نشرواشاعت ربوہ

نوجوانوں کی تربیت، تعداد صفحات: 40 اشاعت: 1940ء

مشفق و مہربان استاذی المکرّم

(مکرم نصیر احمد انجم صاحب سابق مدیر انصاراللہ)

حضرت مرزا صاحب کی یادوں کا سلسلہ میرے بچپن سے ہی جڑا ہوا ہے۔ہماری رہائش آپکی کوٹھی کے قریب ہی تھی۔آپ نے اپنی کوٹھی کے اندر ایک بیت الذکر بنائی ہوئی تھی جس میں باقاعدہ پنجوقتہ نماز باجماعت ہوتی تھی۔(اب بھی خدا کے فضل سے یہ سلسلہ جاری ہے)اس حلقے کے احمدی افراد بھی وہیں نماز ادا کرتے اور آپ کے گھر کے افراد بھی۔قابل ذکر بات یہ کے اس بیت میں ایک پردہ آویزاں کر کے مستورات کیلئے بھی نماز باجماعت کا انتظام تھا۔آپکے گھر کی مستورات بھی باجماعت نمازوں میں شامل ہوتیں۔

باجماعت نماز کی بروقت پابندی

آپکے جس پہلو نے سب سے پہلے میرے دل پر گہرا اثر ڈالا وہ آپکی پابندیٔ نماز تھی اور یہ اسقدر تھی کہ میرے نزدیک یہ بات خارج از امکان تھی کہ آپ گھر پر ہوں اور بروقت نماز کیلئے تشریف نہ لائیں۔آپ کو قرآن مجید کے اکثر حصے زبانی یاد تھے۔جو آپ دھیمی آواز میں نمازوں میں تلاوت کیا کرتے تھے۔پنجوقتہ نمازوں کے علاوہ آپ لمبی نماز تہجد ادا کیا کرتے اور سالہا سال اس میں بھی ناغہ نہ ہوتا۔یہ بات آپ نے خود ہم جیسوں کو تحریک کرتے ہوئے بیان فرمائی۔

آپکی سحر انگیز شخصیت کا دوسرا غالب پہلو پابندیٔ وقت ہے۔نماز عین وقت پر ادا کرتے حتّٰی کہ سیکنڈز کا بھی خیال رکھتے۔اسی طرح ہر کام مرتب اور بروقت ہوتا۔جس میٹنگ یا تقریب کا جو وقت مقرر ہوتا،وقت سے پہلے وہاں پہنچ جاتے اور عین وقت پر پروگرام شروع ہو جاتا۔تقریر کے لئے جو وقت مختص ہوتا اسی وقت کے اندر تقریر ختم کر لیتے۔یہی پابندی اور اصول پرستی آپکی زندگی پر حاوی نظر آتی تھی۔ناشتہ،کھانے،جاگنے،سونے،سیر کرنے اور مطالعہ غرضیکہ ہر کام وقت پر اور ایک اصول و ضابطہ کے تحت کرتے۔

ترجمۃ القرآن کلاس

قرآن مجید اور احادیث کے بعد کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر آپ کو کافی عبور تھا۔فرماتے تھے کہ حضرت اقدسؑ کے قلم اور آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے تمام مطبوعہ کلام کو سمجھ کر پڑھ چکا ہوں۔آپ نے ایک کلاس شروع کی جس میں آپ ترجمہ قرآن سکھایا کرتے تھے۔جس میں عربی گرامر اور صیغے کو سمجھا کر پڑھاتے۔یہ کلاس جب شروع ہوئی تو خاکسار میٹرک کا امتحان دے چکا تھا اور نتیجہ کا منتظر تھا جو چند ماہ بعد آنا تھا۔خاکسار نے بھی یہ کلاس لینا شروع کر دی اور آپ کے شاگرد ہونے کا شرف حاصل کیا۔کلاس میں سب سے کم عمر اور کم علم خاکسار ہی تھا۔کئی بار ایسا اتفاق ہوا کہ دوران کلاس آپ کسی لفظ کے متعلق طلباء سے پوچھتے کہ اسکا کیا مطلب ہے تو خاکسار درست جواب دیتا۔جس پر آپ میری خوب حوصلہ افزائی فرماتے اور ایک دو بار تو مجھے نقد انعام سے بھی نوازا۔یہ آپ کی ذرہ نوازی تھی۔

مجھے اس کلاس سے بہت فائدہ حاصل ہوا۔جامعہ احمدیہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی میں نے گرامر کی کافی چیزیں سیکھ لی تھیں اور ایک حد تک ترجمہ بھی لفظاً لفظاً آ گیا تھا۔اس لئے جامعہ آ کر مجھے مشکل محسوس نہ ہوئی۔

آپ کا یہی احسان نہ تھا بلکہ جب میٹرک کا رزلٹ آیا۔نمبر خدا کے فضل سے اچھے تھے تو آپ نے خوشی کا اظہار فرمایا اور مجھے تحریک بھی کی کہ آپ زندگی وقف کر کے جامعہ احمدیہ میں داخل ہو جائیں۔خاکسار نے گھر آ کر اپنے والدین سے بات کی تو انہوں نے بخوشی اجازت دیدی اور اگلے روز ہی خاکسار نے زندگی وقف کرنے کے لئے درخواست دے دی۔جامعہ میں داخل ہوا اور فارغ التحصیل ہو کر خدمت دین کی توفیق پا رہا ہے۔میری ذات پر آپ کا بہت بڑا احسان تھا کہ آپ نے راہ راست کی طرف میری راہنمائی کی۔

آپ کے پاس ایک Inetr leaf قرآن مجید تھا جس پر آپ نے نوٹس لئے ہوئے تھے۔آپ بتایا کرتے تھے کہ جب حضرت مصلح موعودنوراللہ مرقدہٗ قادیان میں درسِ قرآن دیا کرتے تھے تو وہ بھی اس میں شامل ہونے کے لئے گورداسپور سے آیا کرتے تھے۔یہ درس کئی گھنٹے روزانہ ہوتا تھا۔بعض اوقات یہ درس ظہر کی نماز کے بعد سے عصر تک اور پھر عصر کی نماز سے مغرب تک اور مغرب کے بھی جاری رہتا اور پھر اندھیرا ہو جاتا تو ہم نے اپنے پاس موم بتیاں رکھی ہوتیں تھی۔وہ جلا کر روشنی کرتے اور درس کے نوٹس لیتے۔سبحان اللہ کیا ماحول تھا کہ خدا کا خلیفہ قرآن کریم معارف کے موتی لٹا رہا ہوتا تھا اور لوگ انہیں شوق وولولہ اور محنت سے اکٹھا کرتے اور محفوظ کرتے جاتے تھے۔

تعلق باللہ اور دعا کی مقبولیت

خاکسار جامعہ احمدیہ کی تعلیم کے دوران جب بھی رخصت پر گھر جاتا۔آپ سے ملاقات ہوتی۔اور خاکسار دعا کیلئے عرض کرتا۔میرے ایک نہایت قابل کلاس فیلو محترم عبدالاول خان صاحب آف بنگلہ دیش نے یہ دلچسپ واقعہ مکرم وقار احمد خان صاحب صدر قضاء بورڈ ربوہ کو سنایا۔مکرم عبد الاول صاحب ہر سال دوئم آیا کرتے تھے۔ایک مرتبہ انہوں نے مرزا صاحب سے ملاقات کی اور عرض کیا کہ میرے لئے دعا کریں کہ میں کلاس میں اول آؤں۔آپ نے جواب دیا کہ یہ دعا تو میں نصیر احمد انجم کے لئے کرتا ہوں اسلئے آپ کے لئے نہیں کرسکتا۔یہ خدا کا احسان ہے کہ خاکسار مبشر حمد دتا شاہد جامعہ کی ہر کلاس میں اول آتا رہا اور عبدالاول صاحب دوم۔

خاکسار نے یہ واقعہ محض اسی غرض سے تحریر کیا ہے کہ مرزا صاحب کی شفیق اور مستجاب الدعوات بزرگ شخصیت کا تذکرہ کروں ورنہ من آنم کہ من دانم۔

حضرت مرزا صاحب کے تعلق باللہ کا آئینہ دار یہ واقعہ آپ کی زبانی سنا۔ ایک مرتبہ آپ کو رؤیا میں دودھ پلایا گیا۔فرماتے تھے کہ جب میں بیدار ہؤا تو دودھ کا مزا میرے لبوں پر تھا۔

یہ حیرت انگیز واقعہ بھی آپ نے سنایا کہ کسی تاجر کو تجارت میں خسارہ رہتا تھا۔انہوں نے اپنے دل میں ٹھانی کہ اگر مجھے کاروبار میں منافع ہوا تو میں نصف منافع مرزا صاحب کو پیش کیا کروں گا۔خدا کے فضل سے ان کے کاروبار میں منافع ہونے لگا اور وہ اپنے وعدہ کے مطابق نصف منافع مرزا صاحب کی نظر کرنے لگا۔

اپنی عمر کے حوالے سے ازراہ تفنن بتاتے کہ میں صدی کے ساتھ ساتھ چل رہا ہوں۔خدا کے فضل سے وہ وقت بھی آیا کہ صدی ختم ہوگئی مگر آپ کا سفر زندگی جاری رہا اور ایک سو چھ سال پر اختتام پذیر ہوا۔اس بارے میں ایک دلچسپ واقعہ جو آپ کی زبانی سنا، یوں ہے۔آپ اکثر جلسہ سالانہ یوکے پر جاتے تھے۔ایک دفعہ آپ نے پانچ سال کا ویزہ Apply کیا۔ویزا آفیسر نے آپ کو دیکھ کر کہا:

You are ninty years old and asking for five years visa? (باقی صفحہ ۱۰۴ پر)

سیرت وتاثرات واقعات کی رو سے

بہت سے احباب کرام نے حضرت مرزا عبدالحق صاحب کے بارہ میں اپنے تاثرات، مشاہدات اور یادیں ارسال کی ہیں۔ اکثر وبیشتر تاثرات میں ایک ہی نوعیت کے مشاہدات تحریر کئے گئے ہیں جیسے باجماعت نماز کی پابندی، عبادات میں مستقل مزاجی، احباب جماعت کی تربیت کے انداز اور پابندئ وقت وغیرہ جن میں کئی اقدار مشترک ہیں۔ ان تاثرات میں سے بعض پیش خدمت ہیں۔

عبادات

مکرم عبد الحمید صاحب کارکن سرائے محبت صدر انجمن احمدیہ پاکستان آپ کی عبادت کے متعلق بیان کرتے ہیں:

تہجد باقاعدگی سے پڑھنے کی آپ کو عادت تھی۔ ایک بار میں نے پوچھا تو کہنے لگے کہ میں 1936ء سے تہجد باقاعدگی سے پڑھ رہا ہوں اور اس وقت ان کی عمر 101 سال تھی۔

نماز باجماعت کی پابندی

مکرم عبدالعزیز صاحب آف سرگودھا تحریر کرتے ہیں:

آپ نماز باجماعت کے اس قدر پابند تھے کہ تقسیم ہند کے بعد جب آپ سرگودھا میں قیام پذیر ہوئے تو اپنے گھر کا ایک حصہ نماز باجماعت کے لئے مخصوص کر دیا اور پھر باقاعدہ بیت تعمیر کروادی جو آج تک ہمارے حلقہ کا مرکز ہے۔ آپ مستقل نماز باجماعت پڑھاتے رہے اور نماز سے قبل بیت الصلوۃ میں آجاتے اور فرماتے کہ نماز کے آداب میں یہ بھی شامل ہے کہ انسان وقت سے پہلے بیت الذکر میں آئے اور نماز باجماعت کا انتظار کرے اور وقت ہونے پر نماز کی ادائیگی کیلئے اُٹھے۔ بعض اوقات آپ سفر پر ہوتے واپس آتے تو نماز باجماعت ہوچکی ہوتی تو اپنے ڈرائیور یا گھر کے ایسے فرد کو ساتھ ملا کر جس نے نماز باجماعت نہ پڑھی ہوتی نماز باجماعت ادا کر لیتے۔

وقت کے نہایت پابند تھے۔ جو وقت کسی دورہ وغیرہ کے لئے مقرر ہوتا اُسی وقت پر تیار نظر آتے بعض اوقات تو دیر سے آنے والے آپ کے قافلہ میں شامل ہونے سے رہ جاتے کیونکہ آپ وقت پر روانہ ہوجاتے۔ نیکی اور جماعتی کام کرنے والے احباب کی قدر کرتے۔ آپ نمازوں میں باقاعدہ آنے والے احباب اور جماعتی کارکنان کی بڑی قدر کرتے اور جماعتی کاموں کے لئے جانے والوں کے لئے دُعائیں کرتے۔ میرے والد محترم عبدالقادر صاحب مرحوم نماز باجماعت کے بہت پابند تھے اگر کسی دن نماز باجماعت پر نظر نہ آتے تو آپ اُن کی خیریت دریافت فرماتے اور یہ معلوم ہونے پر کہ آپ شہر سے باہر گئے ہوئے ہیں فرماتے کہ وہ گھر پر ہوں تو نماز کا ناغہ نہیں ہونے دیتے۔

حضرت مرزا صاحب کی ساری زندگی محبت الٰہی میں ڈوبی ہوئی اور نیکی کا مجسمہ تھی۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک پل بامقصد اور پاکیزگی کا مظہر تھا۔ اس عاجز نے جب سے ہوش

سنبھالا ہے آپ کی بزرگانہ شخصیت کی تربیت حاصل رہی۔ آپ کی کوٹھی کے قریب ہی رہائش ہونے کی وجہ سے بچپن سے ہی نمازیں آپ کی کوٹھی میں واقع بیت المبارک میں ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوتی رہی۔ آپ بظاہر کم گو مگر ہلکی پھلکی گفتگو میں ہی حاضرین کی تربیت کا اعلیٰ ذریعہ تھے۔ آپ سے جو کچھ سیکھا وہ میری زندگی بھر کا سرمایہ ہے۔

قرآن کریم سے محبت

مکرم وقار احمد خان صاحب ایڈووکیٹ بیان کرتے ہیں:

آپ کو قرآن سے بے پناہ عشق تھا۔ فرماتے تھے کہ میں بی اے کا سٹوڈنٹ تھا تو میں نے اسلامیات رکھی، عربی رکھی اسی طرح کے اور مضامین بھی رکھے کہ اگر کوئی مجھ سے چھ ماہ تک قرآن کریم پڑھے تو اسے صرف ونحو کا علم بھی آجائیگا اور تمام علوم دین بھی آجائیں گے۔

مکرم عبدالعزیز صاحب آف سرگودھا بیان کرتے ہیں:

آپ کو قرآن کریم سے اس قدر محبت تھی کہ اپنی زندگی میں کئی کلاسز لگائیں اور قرآن کریم کا ترجمہ سکھایا۔ لفظی معانی، ترجمہ و تفسیر سکھاتے۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے درس قرآن سن کر اُس وقت کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے نوٹس تیار کئے ہوئے تھے۔ اُس سے تفسیر پڑھ کر سناتے اور درس دیتے۔ آپ سے ترجمہ سیکھنے والوں میں کرنل، وکلاء، پروفیسرز، اساتذہ، ڈاکٹرز، ملازمین اور کاروباری پیشہ سے تعلق رکھنے والے احباب سرگودھا کے مختلف حلقوں سے نماز فجر پر آپ کی کوٹھی پر اکٹھے ہوتے اور آپ کی شفقتوں سے حصہ لیتے۔

انداز تربیت

مکرم سلیم اکبر لنگاہ صاحب آف ربوہ بیان کرتے ہیں:

جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر فضل فرماتا ہے تو اسے صحبت صالحین عطا فرماتا ہے۔ یہی میرے ساتھ بھی ہوا۔ 1986ء میں میرا تبادلہ لیہ سے سرگودھا بطور ڈرافٹسمین ہوا تو رہائش نہر کالونی بالمقابل GPO سرگودھا ملی۔ اس علاقے کا نماز سنٹر حضرت مرزا صاحب کی کوٹھی تھی۔ عصر کے وقت کوٹھی جاتے اور مغرب پڑھ کر واپسی ہوتی۔ حضرت مرزا صاحب نماز پڑھاتے تعداد تقریباً بارہ سے پندرہ افراد ہوتی، درمیانی وقفے میں باہر لان میں کرسی پر مرزا صاحب بیٹھ جاتے اور ہم چارپائیوں پر۔ حضرت مرزا صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے واقعات ان سے ملاقاتیں، قبولیت دعا کے واقعات بتاتے اور مغرب کے بعد درس دیتے۔

پھر جب ڈش انٹینا پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا خطبہ جمعہ MTA پر لائیو آنے لگا تو ابتداء میں مسئلہ یہ تھا کہ ٹی وی کو اسی وقت Tune کرنا پڑتا تھا جو ہر کوئی نہیں کرسکتا تھا۔ ڈم ڈم والے شیخ صاحب پہلے اپنے گھر میں ٹی وی سیٹ کرتے پھر موٹر سائیکل پر آکر کوٹھی میں ٹیون کرتے۔ اس بھاگم بھاگ میں قریباً بیس منٹ ضائع ہو جاتے۔ یہ وقت حضرت مرزا صاحب پر بہت بھاری ہوتا۔ باہر لان میں تیز ٹہلتے اور دروازے پر نگاہ کہ کب TV Set ہو اور حضور کا چہرہ دیکھنے کو ملے۔ بعد میں جب محلّہ والوں کو پتا چلا کہ کوٹھی میں احمدیوں کا خلیفہ آتا ہے تو بجلی بند کروا دیتے۔ ہم لان میں بیٹھ کر انتظار کرتے۔ مرزا صاحب کی طبیعت بہت بے چین رہتی۔ بعد میں جنریٹر کا انتظام کروالیا۔

یہ رسید بک اب تمہارے پاس ہی رہے گی

چونکہ پچھلی تعیناتی میں چندوں میں باقاعدہ نہیں رہا تھا لہٰذا میرے لئے دعا کریں کہ چندوں میں باقاعدگی ہو جائے اور

چندہ دینے کو دل کرے۔ یہ گزارش میں تقریباً روزانہ ہی کرتا شاید یہ پچھلے چند سالوں میں چندہ نہ دینے کی شرمندگی تھی۔

کافی دن گذر گئے بجلی بند تھی عصر کے بعد باہر لان میں ہم بیٹھے تھے۔ مجھے یاد ہے گرمیاں تھیں اور ہم دو تین لڑکے حضرت مرزا صاحب کے بازو اور ٹانگوں کو اپنے ہاتھوں سے بے تکلفی سے ناپ رہے تھے ان کے بازو اور ٹانگیں ہمارے ہاتھ کے ناپ سے بھی کافی چھوٹے تھے اور ساتھ دعا کا بھی کہے جا رہے تھے تو اپنے خادم جو گھر کے کام بھی کرتا تھا اور اس کے پاس رسید بک بھی تھی محلے کے گھروں سے چندہ بھی لیتا تھا اسے بلوایا اور کوئی بات کہی وہ گیا اور رسید بک لے آیا حضرت مرزا صاحب نے وہ صدر انجمن احمدیہ کی رسید بک مجھے دی اور فرمایا کہ یہ رسید بک رکھ لو اس محلے سے احمدی احباب سے چندہ لیا کرو۔ یہ خادم تمہیں گھر دکھا دے گا۔ میں چونکہ چندوں میں خود کمزور تھا تو میں نے بہانہ کیا کہ مرزا صاحب میں پنجابی بولتا ہوں یہ شہر والے مجھے کیسے چندہ دیں گے ان کو میری سمجھ ہی نہیں آتی۔ حضرت مرزا صاحب یہ بات سن کر یکدم سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور جیسے جسم میں ایک تڑپ پیدا ہوئی اور بہت زور سے فرمایا کہ یہ رسید بک پکڑ لو اور سن لو تمہاری پنجابی کبھی بھی دینی کاموں میں حارج نہیں ہوگی اور اب یہ رسید بک تمہارے پاس ہی رہے گی (انداز جیسے کوئی چیلنج کرتا ہے)۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا فقرہ کہ ''نہا بوہا کھول'' اور دوسرے واقعات سناتے رہے۔ اور اس دن کے بعد اب تقریباً اس بات کو 26 سال ہو گئے ہیں حضرت مرزا صاحب کی دعا سے اللہ پاک نے یہ رسید بک مجھ سے واپس نہیں لی۔ بہر حال انسان کمزور ہے لیکن کوشش کی کہ اپنی سی کوشش اور محنت کرتا رہوں۔ بعد میں خدام الاحمدیہ ضلع سرگودھا کا ناظم مال ضلع مقرر رہا۔ 1993ء میں میری ترقی ہوئی اور بطور ہیڈ ڈرافٹسمین جہلم شہر پوسٹنگ ہوئی سرکاری رہائش کینٹ ایریا میں دفتر سے ملحق مل گئی۔ دوسرے ہفتے جبکہ ابھی تک میری کوئی واقفیت جہلم شہر میں نہیں تھی صدر صاحب جماعت جہلم شہر نے مجھے کہا کہ یہ رسید بک رکھ لیں اور چھاؤنی میں احمدی احباب سے چندہ لینا آپ کے ذمہ ہے۔ تقریباً ایک سال یہ توفیق ملتی رہی۔ بعد میں ایڈیشنل سیکرٹری مال کا انتخاب ہوا میرا نام منتخب ہو گیا حالانکہ نہ میری کوئی زیادہ احباب جماعت سے واقفیت تھی نہ وہ سارے مجھے جانتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد باقاعدہ مجلس عاملہ کا انتخاب ہوا تو میں سیکرٹری وقف جدید منتخب ہو گیا اور اگلی ٹرم میں سیکرٹری مال کے طور پر سب نے متفقہ کہا کہ لنگاہ ہی ٹھیک ہے۔

2012 تک ہر دفعہ سب نے ہی کہا کہ ہمیں یہی ٹھیک ہے اور سیکرٹری مال منتخب ہوتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تقریباً بیس سال حضرت مرزا صاحب کی دعا کی قبولیت سے یہ رسید بک میرے پاس رہی۔

ریٹائرمنٹ کے بعد میں ربوہ منتقل ہو گیا۔ عجب دعا کی قبولیت کا نظارہ دیکھا اور دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے بھر گیا کہ صدر صاحب محلّہ نے مجھے کہا کہ رسید بک رکھ لیں چندہ امانت تربیت/لوکل فنڈ محلے سے اکٹھا کرتے رہیں۔ حال ہی میں نائب سیکرٹری مال کا انتخاب ہوا تو میرا نام منتخب ہوا ابھی منظوری نہیں آئی اس میں میری ذاتی کوئی حیثیت نہیں ہے مجھے محلے کے ابھی صرف چند احباب ہی جانتے ہیں اور میں بھی ابھی زیادہ لوگوں کو نہیں جانتا۔

میرا یہ سب بتانے کا مقصد یہ نہیں کہ میں سیکرٹری مال رہا۔

بتانا یہ مقصود ہے کہ ایک بزرگ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اوران کے خلفاء کا عاشق تھا۔ کیسے اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ انسان بنا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے منہ سے چھبیس سال پہلے نکلا ہوا ایک فقرہ کہ یہ رسید بک پکڑ لو یہ اب تمہارے پاس ہی رہے گی، کیسے قبول ہوئی اور آج تک قبول ہو رہی ہے۔

توکل علی اللہ

مکرم عبدالعزیز صاحب آف سرگودھا بیان کرتے ہیں:

آپ کو کبھی پریشان نہیں دیکھا۔ اللہ پر توکل بہت زیادہ تھا ایک مرتبہ ایک نومبائع نے آپ کو اپنے گھر آ کر دُعا کروانے کی درخواست کی۔ اُس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے آپ اپنے ڈرائیور کے ساتھ جانے لگے تو مجھے فکر پیدا ہوئی کہ کوئی پریشانی نہ بن جائے۔ میں نے خود خواہش کی کہ میں بھی ساتھ جانا چاہتا ہوں آپ نے اجازت دے دی۔ نومبائع کا گھر ایسی جگہ پر تھا کہ گاڑی سڑک کے کنارے کھڑی کرکے کئی تنگ گلیوں سے گزر کر جانا تھا۔ مجھے خوف محسوس ہو رہا تھا مگر آپ بلا خوف مختصر قدم اُٹھائے جا رہے تھے۔ اُس کے گھر جا کر کچھ دیر بیٹھے دُعا کروائی اور واپس آ گئے۔

دعوت الی اللہ کا شوق

آپ کو دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا۔ زیر اثر غیر از جماعت کیلئے اکثر وقت نکالتے اور ان کے ساتھ کافی وقت بیٹھتے اور دعوت الی اللہ فرماتے۔ جنرل ضیاء الحق کے دور حکومت میں جب شدید مخالفت تھی اور آرڈیننس جاری ہو چکا تھا اور ہماری بیوت الذکر سے کلمہ طیبہ مٹانے کے لئے پولیس سرگرم تھی تو ایک دو مواقع پر ڈپٹی کمشنر اور انتظامی افسران نے آپ کو بلایا۔ آپ بحیثیت امیر جماعت چند دیگر عہدیداران کو ساتھ لے کر گئے اور حالات حاضرہ پر بات ہوئی آپ نے اذان پر پابندی کے باوجود بلا خوف و خطر افسران کے سامنے ساری اذان کے الفاظ پڑھے اور اس کا ترجمہ کرکے بتایا کہ اس سے ہمیں روکا جا رہا ہے۔ اس طرح انہیں حکومتی قوانین کی اصل حقیقت سے آگاہ کیا۔

تقویٰ کی باریک راہیں

آپ چھوٹے چھوٹے معاملات میں بھی تقویٰ کے اعلیٰ ترین معیار پر قائم تھے۔ ایک مرتبہ ہمارے حلقہ کے ایک دوست نے اپنی بیٹی کی تعلیمی سکالرشپ کے مقابلہ کے لئے درخواست نظارت تعلیم میں بھجوائی تھی درخواست کے ساتھ سند کی فوٹو کاپی پر بھی امیر جماعت کی تصدیق لازمی تھی۔ آپ نے درخواست پر دستخط کر دیئے۔ جب سند کی کاپی کی تصدیق کرنے لگے تو اصل سند کا پوچھا جو اس وقت ساتھ نہ تھی۔ آپ دستخط کرتے ہوئے رک گئے کہ اصل دیکھے بغیر میں کیسے گواہ بن جاؤں کہ نقل بمطابق اصل درست ہے۔ پھر کچھ توقف کے بعد مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ نے اصل سند دیکھی ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ پھر میری گواہی پر آپ نے سند کی نقل کی تصدیق کر دی کیونکہ آپ اپنی تسلی کے بعد ہی تصدیق یا گواہی کو درست سمجھتے تھے۔ یہ ہے تقویٰ کا اعلیٰ مقام۔

ہردلعزیز شخصیت

جو بھی آپ سے ملتا متاثر ہوئے بغیر نہ لوٹتا۔ آپ کی تیار کردہ ٹیم (مجلس عاملہ) آپ کی ہدایات کو حکم سمجھ کر عمل کرتی تھی۔ آپ قیام پاکستان کے بعد سے اپنی وفات تک سرگودھا کے امیر جماعت رہے آپ کی شخصیت کا کمال تھا اور خداداد فراست سے آپ نے امیر جماعت ہونے کا صحیح معنوں میں حق ادا کیا۔ آپ کی حکم عدولی کا کوئی عہدیدار سوچ

بھی نہیں سکتا تھا۔ حق و انصاف کے تقاضوں کے مطابق ساری جماعت کے ساتھ ایک جیسا سلوک فرمایا۔ کبھی پسند ناپسند کو انصاف کی راہ میں رکاوٹ نہ بننے دیا۔ کوئی فیصلہ کرتے وقت نہ کبھی کسی دباؤ کو خاطر میں لاتے اور نہ کسی مخصوص گروپ کے مفاد کا خیال رکھتے۔ بلکہ دینی تعلیمات اور انصاف کے مطابق فیصلہ فرماتے۔ آپ کی شخصیت کا رُعب تھا کہ آپ کے ساتھ کام کرنے والے اپنی عزت افزائی سمجھتے تھے۔ آپ کی شفقت تھی کہ احباب آپ سے ملاقات کو اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ آپ کی رہنمائی تھی کہ مجھ جیسا ادنیٰ سے ادنیٰ کارکن بھی پزیرائی حاصل کرتا۔ آپ کی دُعائیں سب کے لئے تھیں۔ آپ کی عنایات سب پر تھیں۔ امیر غریب، چھوٹے بڑے بھی آپ کے احسان مند ہیں کہ آپ نے سرگودھا کی جماعت کو اسقدر متحد رکھا کہ کسی کو نظام جماعت کی خلاف ورزی کی جرات نہ ہوتی۔ آپ کی وفات سرگودھا کی جماعت کے لئے ایک بڑا خلاء ہے کیونکہ کام کرنے والے تو بہت مل جاتے ہیں مگر آپ جیسی صفات کے حامل بہت کم ملتے ہیں۔

بزرگان سلسلہ سے اخلاص ووفا

مکرم وقار احمد خان صاحب ایڈووکیٹ بیان کرتے ہیں:

آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی بے پناہ عشق تھا۔ پھر جو کتب لکھیں ان میں ''روح العرفان'' میں حضرت مسیح موعود کی تمام کتب کا خلاصہ لکھ دیا اور یہ کام وہی کر سکتا ہے جو آپؑ کی کتب کو بار بار پڑھنے والا ہو۔ اور اس پر عبور رکھتا ہو۔

جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بے پناہ عشق تھا اسی طرح آپؑ کے خاندان سے بھی بہت والہانہ عشق تھا۔ ایک دفعہ محترم ناظر اعلیٰ صاحب کے بیٹے کی شادی تھی اور آپ بیمار پڑ گئے بلڈ پریشر Low ہو گیا اور اگلے دن شادی تھی۔ کہنے لگے کہ اس شادی پر ضرور جانا ہے یہ مہدی علیہ السلام کے خاندان کے مبارک وجود ہیں۔ ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ کچھ ایسا کریں کہ بلڈ پریشر ٹھیک ہو جائے۔ جانے سے ایک دن قبل شام کو بلڈ پریشر چیک کیا تو معجزانہ طور پر بلڈ پریشر نارمل تھا۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کو کہا کہ ان کو منع نہ کریں ان کو جانے دیں۔ چنانچہ آپ اس شادی میں شامل ہوئے۔

ہمدردی خلق

مکرم عبدالعزیز صاحب آف سرگودھا بیان کرتے ہیں:

آپ کی طبیعت ہمدردانہ تھی۔ کئی ضرورت مند احمدی اور غیر احمدی آپ کے پاس آتے اور کچھ نہ کچھ لے کر جاتے۔ بعض غیر احمدی چھپ چھپ کر آپ کے پاس آتے اور مدد کی درخواست کرتے اور آپ حتی الامکان ان کی مدد کرتے۔ امیر غریب سب کی دادرسی فرماتے آپ کے قُرب و جوار میں متوسط طبقہ رہتا ہے اگر کسی کی شادی ہوتی تو آپ کی کوٹھی کے لان میں انتظامات کی اجازت طلب کرتے آپ بخوشی اجازت دیتے۔ کسی کا کوئی مہمان آتا اور رات کو گاڑی کھڑی کرنے کی جگہ نہ ہوتی تو آپ کی کوٹھی میں گاڑی کھڑی کرنے کی اجازت مانگتے تو آپ اجازت دے دیتے۔ سب اہل محلّہ آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔

اطاعت مرکز

مکرم میاں منظور احمد غالب صاحب بیان کرتے ہیں:

ایک دفعہ محترم ناظر اعلیٰ کی طرف سے ایک چٹھی خلافت جوبلی فنڈ کے بارے میں جاری ہوئی جو مختلف اضلاع میں

تقسیم کیے گئے ۔سرگودھا کے لیے پندرہ لاکھ کا بجٹ تجویز ہوا اور ناظر صاحب مال نے سمجھا کہ میں خود جاؤں اور یہاں سے ہم اکٹھے روانہ ہوئے ۔راستے میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ ناظر صاحب نے آگے جانا تھا تو انہوں نے مجھے کہا کہ چونکہ آپ سیکرٹری مال بھی ہیں ضلع کے تو آپ نے یہ چھٹی مرزا صاحب کو پیش کرنی ہے میری طرف سے اور میں حاضر خدمت ہوا اور میں نے سلام کے بعد بتایا کہ میں ہوں تو سیکرٹری مال لیکن اس وقت میں ناظر صاحب مال کا نمائندہ بن کر آیا ہوں اور ساتھ ایک چٹھی لے کر آیا ہوں تو مرزا صاحب نے کرسی کی طرف اشارہ کیا جو ذرا اونچی تھی کہ آپ اس کرسی پر بیٹھ جائیں۔ میں نے کچھ ہچکچاہٹ محسوس کی تو کہنے لگے کہ یہ چٹھی تمہارے پاس ہے نا۔ جب میں نے زیادہ ہچکچاہٹ محسوس کی تو کہنے لگے کہ اچھا اگر تم مجھے بزرگ مانتے ہو تو میرا حکم ماننا بھی تم پر واجب ہے۔ چنانچہ میں اونچی کرسی پر بیٹھ گیا اور وہ خود مجھ سے ذرا نیچی کرسی پر بیٹھ گئے۔ جب میں نے چٹھی نکال کر پیش کی تو انہوں نے اسے پڑھا اور پڑھ کر بحث شروع ہو گئی کہ کس طرح تقسیم کیا جائے۔ ان کی رائے تھی کہ تین ماہ کے اندر اندر ہی پورا ہو جائے ۔جب مجھ سے اس معاملہ میں مشورہ لینے لگے تو اسی وقت میں نے کہا کہ اب میں سیکرٹری مال ہوں اور آپ امیر ہیں۔تو مجھے کہنے لگے کہ اچھا اب میرے برابر والی کرسی پر آجاؤ۔اس میں ایک اطاعت کا پہلو بھی ہے ۔ایک ناظر کا ادب بھی ہے ۔سیکرٹری مال آپ کا ہی مقرر کردہ تھا لیکن اس وقت چونکہ نمائندہ کی صورت میں تھا تو بڑھ کر عزت کی اور اونچی جگہ دی۔

کارکنان سے حسن سلوک

مکرم میاں منظور احمد غالب صاحب بیان کرتے ہیں:

میں چونکہ سیکرٹری مال ،سیکرٹری تحریک جدید نیز سیکرٹری وقف جدید بھی رہا ہوں تو میرے لیے یہ تھا کہ چونکہ مالی امور کا کام ہوتا چونکہ انہوں نے اجازت دی تھی کہ آپ جہاں پر ہوں میں وہیں پر ان سے آکر مل لیا کروں۔خواہ اپنے کمرے میں ہوں خواہ بیٹی کے گھر یا بیٹے کے گھر۔بات یہ تھی کہ اس کو انتظار نہ کرنا پڑے۔

حسن ظنی بہت زیادہ تھی ۔اگر کوئی داؤ بھی لگا رہا ہوتا تو اسے اتنی دیر تک غلط نہ کہتے جب تک اس کے خلاف کوئی واضح ثبوت نہ مل جائے ۔دور دور تک بدظنی کا شائبہ بھی نہ تھا۔ میں عاملہ کے اجلاس میں آکر بعض دفعہ کہتا بھی تھا کہ وہ بندہ جو آپ پر بہت اعتماد کر رہا ہے تو یہ ہماری بدبختی ہوگی کہ اس کو دھوکہ دیں۔کبھی یہ شک بھی نہیں کیا کہ کہیں یہ بندہ مجھ سے غلط بیانی تو نہیں کر رہا اور اگر کسی کا پتا چل بھی جاتا تو ذاتی طور اسے کچھ نہ کہتے بلکہ نفرت صرف اس بناء پر کرتے کہ اسے تو اللہ اور اسکے رسول ؐ کا بھی کچھ پتہ نہیں ہے اور نہ اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کا کچھ پتہ ہے۔

آپ حوصلہ افزائی بھی بہت کرتے تھے جب آپ نے مجھے سیکرٹری وقف جدید مقرر فرمایا تو میں نے معذرت کی تو فرمایا کہ اس وقت میں صدر ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ جتنی محنت آپ نے تحریک جدید پر کی ہے اتنی وقف جدید پر بھی کریں۔میں نے کہا کہ یہ کام میں کیسے کروں گا تو کہنے لگے کہ میں بھی تو کر رہا ہوں اور ابھی آپ کی عمر مجھ سے بھی کم ہے تو حوصلہ افزائی کرنیکا بھی یہ ایک انداز تھا۔

میرا ایک مطالبہ تھا کہ میری ماں فوت ہوگئی ہے اس لیے

جب بھی آپ مجھ سے ملیں یا مصافحہ کریں تو سر سے کندھے تک ہاتھ پھیر دیا کریں تو مجھے ماں کی لذت محسوس ہوگی تو میں ان کی وفات سے ایک دن قبل ان سے ملنے گیا تو اس وقت بھی ان کو یہ بات یاد تھی اور چونکہ اس وقت وہ بہت بیمار ہوگئے تھے اس لیے بڑی مشکل سے وہ اپنا ہاتھ میرے سر تک لے کر گئے اور ہاتھ پھیرا اور پیار دیا اور میری بیوی اور بچوں کے متعلق پوچھا یعنی آخری وقت تک تمام حواس بالکل ٹھیک کام کرتے رہے''۔

مکرم محمد ادریس شاہد صاحب آپ کی شفقت کا تذکرہ کرتے بیان کرتے ہیں:

جب کلمہ پڑھنے پر احباب کو گرفتار کیا گیا تو ان اسیران کے ساتھ مرزا صاحب کا ایک قلبی لگاؤ ہوگیا۔ ان کا خیال رکھنا اور ان کی حوصلہ افزائی کرنا اور ان کے خاندانوں کا خیال رکھنا اور جب وہ رہا ہو کر آتے تو انہیں ملاقات کا وقت دیتے تھے۔

میں نے جب بھی انہیں دعا کیلئے لکھا مجھے نہیں یاد کہ میں نے ان کو خط لکھا ہو اور انہوں نے اس کا جواب نہ دیا ہو۔ آپ کی شخصیت یہ بھی ایک بہت نمایاں اخلاقی پہلو تھا کہ دعا کا جواب بھی اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔

مہمان نوازی

مکرم محمد ادریس شاہد صاحب بیان کرتے ہیں:

اگر ان کے گھر گئے ہیں اور چائے کا وقت ہوگیا ہے تو چائے عام طور پر میں نے دیکھا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے خود پیش کرتے تھے۔

مکرم مرزا انشار احمد صاحب بیان کرتے ہیں:

سارا انتظام آپ کی بیٹی کرتی تھیں۔ جو بھی آتا اسے باقاعدہ ملتے اس کی خوب خاطر تواضع کرتے تھے۔ میل جول میں بہت اچھے تھے بڑے پیار کا تعلق تھا۔ جو بھی مہمان آتا اسے چھوڑنے کے لیے خود جایا کرتے تھے۔

چندوں میں سرفہرست آپ ہی ہوتے

مکرم مرزا انشار احمد صاحب بیان کرتے ہیں:

آپ اپنی ذات پر کنجوسی کی حد تک خرچ کرتے تھے۔ لیکن چندوں میں کھلا خرچ کرتے تھے۔ آپ کے پاس جو پیسہ جہاں سے بھی آتا تھا آپ اس میں سے اکثر چندوں میں دے دیتے تھے اور چندہ چاہے جو بھی ہوتا اسے سال کے شروع میں ادا کر دیتے تھے۔ سرفہرست آپ ہی ہوتے تھے۔

تحائف

مکرم محمد ادریس شاہد صاحب بیان کرتے ہیں:

عید کے موقع پر حضرت مرزا صاحب غرباء میں تحائف تقسیم کرتے تھے۔

مکرم مرزا انشار احمد صاحب بیان کرتے ہیں:

عید کے دن ہمسایوں کو مٹھائی کے ڈبے بھجواتے تھے۔ سب سے بڑا تحفہ تو وہ دعائیں تھیں جو آپ سب کو دیا کرتے تھے۔

پابندی وقت کے واقعات

مکرم عبدالحمید صاحب کارکن سرائے محبت صدر انجمن احمدیہ بیان کرتے ہیں:

حضرت مرزا صاحب کے کھانے کے اوقات بھی مخصوص تھے۔ ناشتہ وہ صبح سات بجے کرتے تھے۔ دوپہر کا کھانا بارہ بجے سے ایک بجے کے درمیان اور رات کا کھانا مغرب و عشاء کے درمیانی وقت میں کھاتے۔ ان اوقات میں اگر کھانے میں دیر ہو جاتی تھی تو بعد میں کھانا نہیں کھاتے تھے۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ میرے پاس اور بھی مہمان تھے۔امراء تھے۔مکرم چوہدری حمید نصر اللہ صاحب تھے،مکرم شیخ مجیب الرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ تھے اور بھی کئی وکلاء حضرات تشریف لائے ہوئے تھے۔کوئی میٹنگ تھی تو میں نے چوہدری صاحب سے پوچھا کہ کھانا لگا دوں عشاء کی نماز کا وقت ہو رہا ہے کیونکہ مرزا صاحب اس کے بعد کھانا نہیں کھاتے۔وہ کہنے لگے کہ ایسی کوئی بات نہیں وہ ہمارے ساتھ کھالیں گے۔برتن لگے ہوئے تھے اور کھانا بھی تیار تھا۔نماز مغرب وعشاء جمع ہوگئیں اور وہ میٹنگ عشاء کے بعد ختم ہوئی تو مرزا صاحب اٹھے اور اپنے کمرے میں چلے گئے۔ اب چوہدری صاحب اور تمام مہمان کھانے کی میز پر انتظار کر رہے ہیں کہ مرزا صاحب ابھی آتے ہیں۔انہوں نے مجھے کہا کہ حمید جاؤ پتہ کرو مرزا صاحب ابھی آئے نہیں۔ میں نے عرض کی اب انہوں نے کھانا نہیں کھانا۔چنانچہ چوہدری صاحب اٹھ کر گئے اور کہنے لگے کہ میں لے کر آتا ہوں تو مرزا صاحب نے کہا کہ میں نے تو نہیں کھانا۔حتی کہ ہمارے بزرگ باری باری گئے گزارش کی اور معذرت بھی کی کہ ہم سے غلطی ہوگئی تو کہنے لگے کہ میں شکایت تو نہیں کر رہا بس اب میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔سونے سے پہلے تھوڑا دودھ لیا کرتے تھے وہ میں نے پیش اور آپ دودھ پی کر سوگئے۔

مکرم میاں منظور احمد غالب صاحب بیان کرتے ہیں:

ایک دفعہ میرے گھر میری موجودگی میں تشریف لا رہے تھے۔چونکہ انہوں نے پہلی مرتبہ آنا تھا تو مجھے ٹائم دیا کہ تم نے نو بجے سرائے محبت ربوہ پہنچ جانا ہے۔جب میں یہاں سے کسی کے ساتھ نکلا تو پھاٹک بند تھا یا بارش زیادہ تھی تو میں پانچ چھ منٹ لیٹ پہنچا۔جب میں آگے گیا تو ان کی گاڑی واپس آرہی تھی۔ہم بہت تیزی کے ساتھ بھی آئے تو وہ ہم سے کافی آگے نکل چکے تھے تو ہم نے ان کو کراس کیا اور انہیں روکنا پڑا۔چنانچہ مصافحہ کرنے کے ساتھ ان کا پہلا سوال یہ تھا کہ وقت کے پابند آپ بھی کوئی نہیں ہیں۔اس سے یہ سبق حاصل کیا کہ وقت سے پہلے پہنچ جانا چاہئے راستے میں دیر بھی ہو سکتی ہے۔

مکرم محمد ادریس شاہد صاحب پابندی وقت کے متعلق بیان کرتے ہیں:

جب بھی کوئی میٹنگ وغیرہ ہوتی تو اس میں وقت پر پہنچتے تھے اور کھانوں کا بھی جو وقت مقرر ہوتا تھا اسی پر کھاتے تھے اور اتنی دیر ہی بیٹھتے تھے اگر اس دوران کوئی چیز آجائے تو کھا لیتے ورنہ نہیں۔

اگر کوئی جماعتی کام ہوتا اور اس کیلئے وقت مقرر ہوتا تو مقررہ وقت پر کام شروع کر دیتے تھے اور کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

پابندی وقت کا عاملہ پر اثر

مکرم حافظ عبدالحلیم صاحب بیان کرتے ہیں:

ایک دفعہ میں محمد اکرام صاحب ناصر کی گاڑی لے کر بمع فیملی گاؤں جا رہا تھا۔راستے میں (تب) قائد صاحب ضلع مکرم سہیل رانا صاحب رُکے۔گاڑی بھی چیک کروائی اور پانی وغیرہ بھی پلوایا اور جلدی جلدی چیزیں سمیٹ رہے تھے اور رنگ تقریباً اُڑا ہوا تھا۔ میں نے کہا خیر؟ جناب امیر صاحب ضلع نے میٹنگ کال کی ہوئی ہے۔وہ خود بھی چونکہ وقت کے پابند ہیں۔اور دوسروں سے بھی یہی توقع کرتے ہیں بلکہ وقت کی پابندی بڑے احسن طریقے سے کرواتے ہیں لہذا آپ مجھے اجازت دیں۔ میں میٹنگ میں امیر

صاحب کے پہنچنے سے پہلے حاضر ہونا چاہوں گا۔اس واقعہ کا میرے دل پر بڑا ہی اثر ہوا کہ آپ کی پابندی وقت کا عاملہ پر کتنا اثر تھا۔

کسی کا انتظار نہ کرتے

مکرم میاں عبدالسمیع نون صاحب بیان کرتے ہیں:

ایک دفعہ ہمارے ایک دوست نے کہا کہ مرزا صاحب فلاں صوبائی امیر آیا ہے وہ چاہتا ہے کہ آپ سے ملے اور آپ کے گھر چائے پیئے تو اسے چار بجے کا ٹائم دیا۔چار بج گئے اور وہ کوئی نہ آیا تو مرزا صاحب نے کہا کہ آؤ ہم چائے پئیں یہ وزیر تو ایسے ہی کرتے ہیں تو وہ تھوڑی دیر بعد آیا تو مرزا صاحب کو اس پر غصہ بھی آیا کہ وہ تو وقت ضائع کرتے ہیں ہم کیوں کریں۔

مکرم محمد ارشاد انور صاحب مربی سلسلہ بیان کرتے ہیں:

ہر ایک اجلاس میں وقت پر آنے کسی بھی جگہ جانا ہوتا اور جو بھی وقت مقرر ہوتا تو اسی وقت پر پہنچتے۔اور وقت کی پوری پابندی کیا کرتے تھے۔اپنے دن کے معمولات میں بھی بہت پابندی کیا کرتے تھے۔سونے،پڑھنے کا وقت غرض ہر کام اپنے مقررہ اوقات میں کرتے تھے۔بہت پابند تھے۔

مکرم محمد احمد نعیم صاحب مربی سلسلہ بیان کرتے ہیں:

ایک دفعہ آپ نے مجھے بیعت فارم لینے کے لئے بلوایا اور 7 بجے کا وقت دیا تو میں چھ بجکر پچپن منٹ پر پہنچ گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا اور مرزا صاحب خود باہر آئے اور مجھے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر آپ وقت پر نہ پہنچتے تو میں یہ فارم خود آکر رکھ جاتا۔

پھر ایک دفعہ وقف نو کا وفد لے کر گیا اور سوچا کہ آپ سے ملاقات کروا لاتے ہیں۔ہم نے آپ کو بتایا ہوا تھا مگر وقت پر نہ پہنچ سکے اور جب پہنچے تو آپ بہت بے چینی سے انتظار کر رہے تھے اور ہمارے پہنچنے پر ہم سے لیٹ ہونے کی وجہ بھی پوچھی۔پھر آپ نے سب سے کھڑے ہو کر سلام کیا اور جب میں نے کرسی لانے کے لئے کہا تو مجھے فرمانے لگے کہ میں ڈیڑھ گھنٹے تک مسلسل کھڑا ہو سکتا ہوں۔

مکرم طاہر سیفی صاحب مربی سلسلہ بیان کرتے ہیں:

آپ کے زیر دعوت چند اشخاص تھے۔آپ نے مجھے دو روحانی خزائن کے سیٹ لانے کے لئے کہا اور دو دن کا ٹائم دیا پہلے دن تو چھٹی تھی اور دوسرے دن دیر ہوگئی تو آپ نے ناراضگی کا اظہار کیا مگر پیار کے ساتھ اور مجھے کہا کہ میں نے جب بھی کسی سے وعدہ کیا ہے تو اسے پورا بھی کیا ہے۔چنانچہ میں نے اگلے دن دونوں سیٹ لا دیے۔اس پر مرزا صاحب نے مجھے دو سو روپے بطور انعام دیے۔

مہمان نوازی

مکرم منشاد احمد نیر صاحب امریکہ سے لکھتے ہیں کہ:

ایک دفعہ خاکسار اپنی شادی کا کارڈ دینے حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں سرگودھا ان کے گھر حاضر ہوا۔گھر کے اندرونی دروازہ بیرونی دروازے سے کچھ فاصلہ پر ہے۔آپ باوجود ضعیف ہونے کے خود تشریف لائے اور خاکسار کو اندر آنے کی دعوت دی۔مہمان نوازی کی یہ ایک قابل رشک مثال ہے جس نے مجھے بہت متاثر کیا۔

ایفائے عہد

مکرم طاہر سیفی صاحب بیان کرتے ہیں:

ایک دفعہ غیر از جماعت کے ساتھ مباحثہ طے پا گیا اور دس بجے کا وقت مقرر کیا۔چنانچہ آپ دس بجے سے ایک بجے تک ان لوگوں کا انتظار کرتے رہے لیکن وہ لوگ نہ آئے اس

وقت آپ کی عمر کافی تھی۔صرف اس وجہ سے اتنی دیر تک اور بڑھاپے میں انتظار کیا کہ ان لوگوں سے آپ نے وعدہ کیا ہوا تھا اور آپ نے کبھی اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہ کی تھی۔

مزاح نگاری

مکرم محمد ادریس شاہد صاحب مربی سلسلہ بیان کرتے ہیں:

ہمارے ایک حافظ صاحب ہوتے تھے جو نماز پڑھاتے تھے ایک دفعہ وہ بیمار ہوگئے تو مرزا صاحب مجھے کہنے لگے کہ آپ تراویح پڑھا دیں۔چنانچہ جب میں نے تراویح الــم سے شروع کی اور آخری رکعات میں دو آخری قل پڑھ دیئے اور درمیانی اوقات میں مختلف سورتیں پڑھیں تو آخر میں مجھے فرمانے لگے کہ آپ نے تو پورا قرآن ختم کر دیا ہے۔حافظ صاحب کو اتنے دن ہو گئے ہیں انہوں نے قرآن ختم نہیں کیا اور آپ نے ایک دن میں سارا قرآن ختم کر دیا ہے۔

لاکھوں کی پیشکش ٹھکرا دی

مکرم سلطان احمد بھٹی صاحب سرگودھا سے لکھتے ہیں:

حضرت مرزا صاحب کے متعلق ایک واقعہ عرض کر رہا ہوں جو آپ کی وکالت کے متعلق ہے جو ایک غیر از جماعت جو کہ ہمارے پڑوس میں رہتا ہے۔جب آپ کی وفات ہوئی ایک غیر از جماعت جو ہمارے بہت مخالف ہے ایک دن وہ رات کو ہمارے گھر آیا۔دروازہ پر گھنٹی دی۔خاکسار دروازہ پر گیا وہ صاحب جن کا نام ملک عبدالرحمٰن ہے۔میں نے اس سے کہا کیا کام ہے۔کہنے لگے میں نے سنا ہے کہ محترم مرزا صاحب کی وفات ہوگئی ہے۔میں نے کہا جی ہاں۔پھر کہنے لگا میں نے ان کا افسوس کرنا ہے۔خاکسار نے کہا آپ ان کی کوٹھی میں چلے جائیں وہاں ان کے بیٹوں سے تعزیت کر لیں۔ملک صاحب نے کہا میں وہاں نہیں جانا چاہتا کیونکہ وہاں مجھے لوگ دیکھ لیں گے۔

میں نے کہا ملک صاحب آپ تو ہمارے بہت مخالف ہیں اور آپ مرزا صاحب کا افسوس کرنے آئے ہیں۔کہنے لگے وہ بہت سچے وکیل تھے۔

1964ء کا ذکر ہے کہ ہمارا ایک کیس تھا۔کسی نے مشورہ دیا کہ آپ مرزا صاحب کو وکیل کریں گے تو کامیاب ہو جائیں گے۔میں نے کہا ایسا کیوں کہا گیا؟ اس نے کہا جس شخص نے ہمیں مشورہ دیا تھا اس نے بتایا تھا کہ آپ کا کیس تو جھوٹا ہے اگر مرزا صاحب نے کیس لے لیا تو جج صاحبان کو پتہ ہے کہ مرزا صاحب جھوٹا کیس نہیں لیتے۔ہم اگلی صبح ان سے ملنے کچہری گئے اور اپنے کیس کی فائل انہیں دی۔

ہم نے ایک لاکھ روپے فیس ادا کرنے کی کوشش کی۔آپ نے کہا میں کیس کی فائل پڑھنے کے بعد فیس لوں گا اور کہا میری اتنی فیس نہیں ہے۔ہم واپس گھر آ گئے۔اگلے روز ہم آپ کے پاس گئے تو آپ نے کہا میں آپ کا کیس نہیں لڑ سکتا یہ جھوٹا ہے۔ہم نے کہا آپ ہم سے اور زیادہ فیس لے لیں۔کہنے لگے مجھے ایسی فیس کی ضرورت نہیں آپ لے جائیں کسی اور کو وکیل کر لیں۔ہم نے کچھ دباؤ ڈالنے کی کوشش کی تو آپ نے فائل بڑے غصے سے ہمیں تھما دی اور کہا آپ میرے چیمبر سے چلے جائیں۔ہم حیران تھے کہ اتنی بڑی فیس پر یہ نہیں مان رہے۔اس وقت مجھے یہ احساس ہوا کہ واقعی کوئی جج ان کے کیس کو رد نہیں کرتا ہوگا۔آپ کے اس رویہ سے میرا غصہ ختم ہو گیا۔میں اپنے دل میں مرزا صاحب کی بڑی عزت کرتا تھا۔امسال ملک عبدالرحمٰن صاحب کی وفات 25 رجولائی 2013ء کو ہوئی ہے۔

(مدیر)

○○○○○○○○○○○

(بقیہ از صفحہ 73) ان کو ضروریات پہنچانے اور تسلی دینے کیلئے خدام آپ کی کوٹھی سے جاتے شہر میں ایک شخص کو دوسرے نے گولی ماردی۔خدمت میں متحرک ہونے کی وجہ سے اصل مجرم کو چھوڑ کر چوہدری رشید احمد صاحب نمبردار، مکرم شیخ رفیق احمد صاحب اور خاکسار کے خلاف معاند مولویوں نے اقدام قتل کا مقدمہ درج کروادیا۔سخت گرمی کا موسم تھا۔ہم لاہور چلے گئے۔وکلاء نے ضمانت قبل از گرفتاری کی حالات کی وجہ سے امید نہ دلائی۔ہم مری جانے کیلئے تیار ہو گئے۔ابھی وکیل صاحب کے دفتر میں ہی تھے کہ حضرت امیر صاحب کا فون آگیا کہ میں نے وعدہ کرلیا ہے اور جماعت کا مفاد بھی اسی میں ہے کہ آپ واپس آجائیں۔میں پولیس کے پاس پیش کروں گا۔ہم واپس آگئے اور ہمیں پولیس کی تحویل میں دیا۔ان کی دعا سے پولیس نے ہمیں احترام سے رکھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ہم بےقصور ہیں لیکن معاندین کا دباؤ تھا۔

دوران وکالت بھی آپ ہمہ وقت جماعتی خدمت کیلئے تیار رہتے۔فرماتے کہ میں نے حضور کی خدمت میں زندگی وقف کرنے کیلئے لکھا تو آپ نے فرمایا کہ آپ وقف ہی ہیں اپنا کام جاری رکھیں۔

آپ نے بتایا کہ ایک دفعہ کسی جماعتی سفر پر جانا تھا اور گھر میں رقم نہ تھی۔رات کو ایک دوسرے ضلع سے ایک شخص آیا۔اس نے اپنے مقدمہ میں مجھے وکیل کیا اور اتنی رقم دی کہ دونوں گھروں میں خرچ دے کر اپنے لئے زادِ راہ بچ گیا۔اللہ کا شکر ادا کیا اور سفر پر روانہ ہو گئے۔وکالت کے بعد بھی آپ کے چندہ جات میں آخر وقت تک ان کو کمی محسوس نہ ہوئی بلکہ اپنی اولاد اور انکی اولاد کی مدد فرماتے رہتے۔یہ خدا کا پیارا اور سب سے پیار کرنے والا وجود ہم سب کو سوگوار چھوڑ گیا۔ہم نے بھی اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء

اس خصوصی نمبر کیلئے مکرم قائد صاحب اشاعت ممبران اشاعت کمیٹی مجلس انصاراللہ و نائب مدیران نے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔مکرم مرزا نثار احمد صاحب و مکرم مرزا سعید صاحب، مکرم نذیر احمد خادم صاحب اور مکرم ایڈیٹر صاحب الفضل نے خصوصی تعاون فرمایا۔خاکسار ایسے تمام دوست احباب کا ممنون ہے جنہوں نے کسی بھی رنگ میں شمارہ ہٰذا کیلئے تعاون کیا۔اسی طرح تصاویر کی فراہمی کے سلسلہ میں درج ذیل احباب بالخصوص شکریہ کے مستحق ہیں:

مکرمہ اہلیہ و ڈاکٹر امتیاز احمد صاحب، مکرم انچارج صاحب خلافت لائبریری، مکرم معتمد صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان، مکرم صفدر علی وڑائچ صاحب، مکرم ندیم احمد باسط صاحب، مکرم طارق محمود منگلا صاحب اور مکرم زین العابدین صاحب۔اسی طرح کارکنان شعبہ اشاعت مکرم حافظ عبدالمنان کوثر صاحب، مکرم مظفر احمد ڈوگر صاحب، مکرم ریاض احمد بٹ صاحب اور مکرم فرحان احمد ذکاء صاحب کی معاونت پر خاکسار ان کا ممنون ہے۔جزاکم اللہ احسن الجزاء

والسلام۔خاکسار۔مدیر ماہنامہ انصاراللہ

اعلان

جنوری 2014ء سے ماہنامہ انصاراللہ کی سالانہ قیمت 300 روپے اور فی شمارہ 25 روپے مقرر کی گئی ہے۔بیرون ملک خریداران کیلئے 8000 روپے، یورپ 50 یورو اور امریکہ و کینیڈا کیلئے 70 ڈالر ہے۔قارئین اور ایجنسی حضرات نوٹ فرمالیں۔ (مینیجر)

غلام آقا سے شرف مصافحہ کرتے ہوئے

جلسہ سالانہ قادیان 1991ء

جلسہ سالانہ یوکے 2000ء عالمی بیعت کے موقعہ پر

Monthly
ANSARULLAH
Regd #: FR - 8

ansarullahpakistan@gmail.com
magazine@ansarullahpk.org
Ph.: 047-6212892
Fax: 047-6214631
Cell: 0336-7700250

December 2013 Moharram/Safar 1435 Fatah 1392 **Editor:** Ahmad Tahir Mirza

''حضرت مرزا عبدالحق صاحب وہ بزرگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تقریباً 106 سال کی لمبی عمر عطا فرمائی''

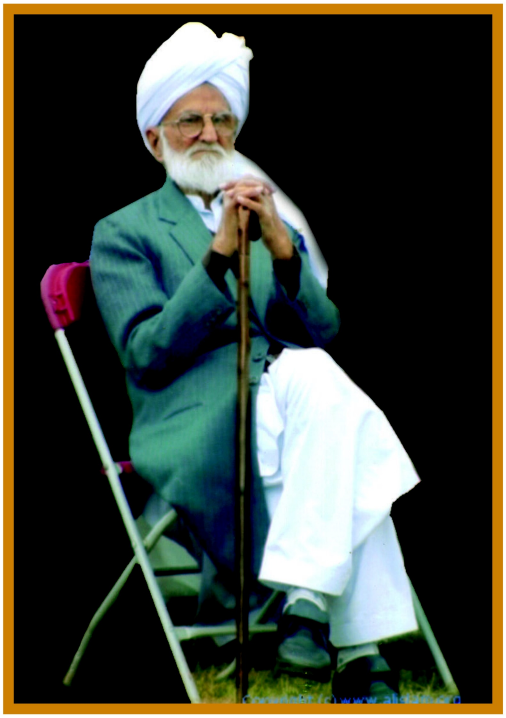

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''آپ کی شخصیت ایک گہرے علمی اور دینی ذوق رکھنے والی تھی۔ بغیر تیاری کے بھی کسی مضمون پر بولنا شروع کرتے تھے تو خوب حق ادا کر دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ جماعت کو ایسے علمی اور روحانی افراد عطا فرماتا رہے جو ہمیشہ سلطان نصیر ثابت ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار خلفاء کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ آخر تک اللہ کے فضل سے ذہنی طور پر بالکل ایکٹو (Active) تھے اور آپ نے ہمیشہ کامل اطاعت اور فرمانبرداری سے کام کیا۔ میرے ساتھ بھی آخری دم تک انہوں نے وفا اور اطاعت کا نمونہ دکھایا۔''

(خطبہ جمعہ یکم ستمبر 2006ء)